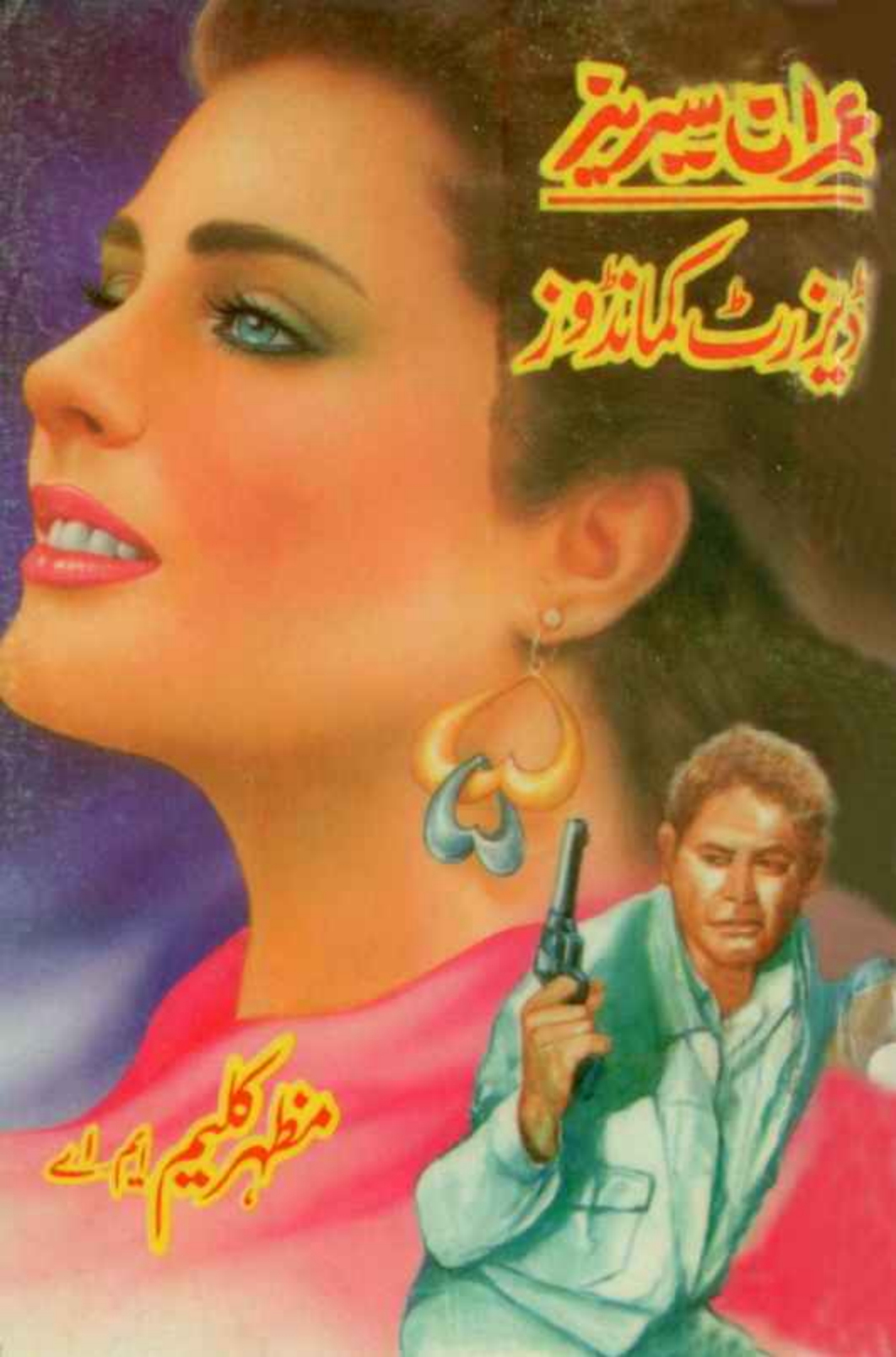


عراق سیریز

پیزرٹ مکائنڈوز

منظر کلیم ایم اے



توجہ فرمائیں:

اردو کی خدمت کے لیے اس اسکین شدہ کتاب کو کسی بھی ویب سائٹ پر بلا معاوضہ مطالعے کے لیے رکھا جاسکتا ہے۔

آپ سے درخواست ہے کہ ون اردو یا اپ لوڈر کا نام نہ مٹائیے کیونکہ اس سے ہمیں دکھ ہوگا۔

اس کے علاوہ آپ اس کتاب کے پھیلاؤ میں جو بھی کردار ادا کریں وہ لائق تحسین ہے۔

فروغ اردو میں ساتھ دینے پر پ کا بہت بہت شکریہ۔

ون اردو ڈاٹ کام

عراق سیریز ۱۸۹

# ڈیزرٹ کمانڈوز

مکمل ناول

منظہر کلیم ایم اے

یوسف برادرز پاک گیٹ  
مستانے

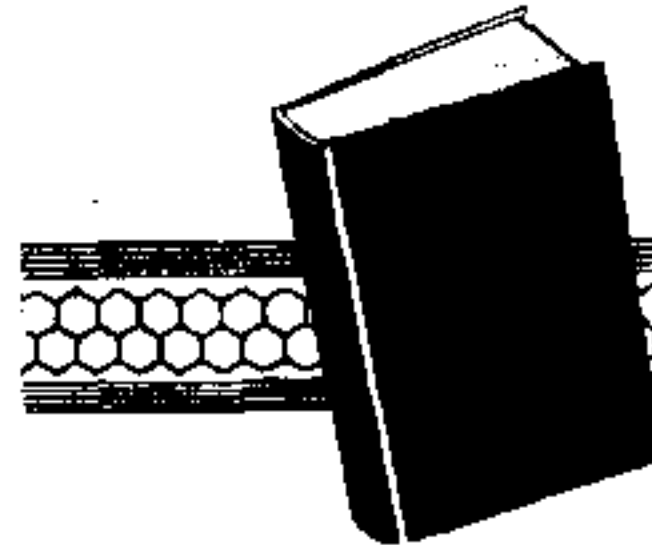


# چند باتیں

اس ناول کے تمام نام مقام کردار واقعات  
اردو پیش کردہ سوشل سائنس فکشن ہیں۔ کسی قسم کی  
جزدی یا کُل مطالبات محض اتفاقیہ ہوگی جس کیلئے  
پبلشرز مصنف پرنٹرز قلعی ذمہ دار نہیں ہونگے

محترم قارئین! سلام مسنون۔ نیا ناول ڈیزرٹ کمانڈوز آپ کے ہاتھوں  
میں ہے۔ یہ عمران اور اس کے ساتھیوں کا ایسا کڑا نامہ ہے جس میں انہوں  
نے عداوت نہیں بلکہ حقیقتاً اپنی جانوں پر کھیل کر یہودیوں کے ایسے شہنشاہ  
کیا ہے جسے یہودیوں نے نہ صرف ہر لحاظ سے ناقابل شکست بنا دیا تھا بلکہ  
ایسے انتظامات کئے گئے تھے کہ پاکشیا سیکرٹ سروس کسی طرح بھی اس  
تک پہنچ ہی نہ سکے لیکن وطن کی سربلندی اور کرداروں اہل وطن کی سلامتی  
کی غرض سے عمران اور اس کے ساتھی اپنی جانوں کو ہتھیلیوں پر رکھے  
انتہائی نامساعد حالات کے باوجود نہ صرف وہاں تک پہنچ جانے میں  
کامیاب ہو گئے بلکہ یہودیوں کا مسلمانوں کے خلاف یہ عالمی منصوبہ ان کے  
ہاتھوں انجام کو بھی پہنچ گیا۔ اس منصوبے کو عمران کے ہاتھوں سے بچانے  
اور پاکشیا سیکرٹ سروس کے خاتمے کے لئے انتہائی تربیت یافتہ ڈیزرٹ  
کمانڈوز کو سامنے لایا گیا تھا لیکن جب ان کمانڈوز کا سابقہ عمران اور اس  
کے ساتھیوں سے پڑا تب انہیں معلوم ہوا کہ صرف تربیت ہی اہل چیز نہیں  
ہوتی بلکہ اہل چیز جذبہ ہوتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کو یہ مفرد انداز  
میں لکھا گیا ایڈونچر پسند آئے گا۔ آپ کی آرا کا منتظر رہوں گا۔ مگر ناول پڑھنے  
سے پہلے اپنے چند خطوط بھی ملاحظہ کر لیجئے۔  
بہاول نگر سے شاہد اختر صاحب لکھتے ہیں۔ بار کی اور ویل ڈن بیحد

ناشران ————— اشرف قریشی  
————— یوسف قریشی  
پرنٹر ————— محمد یونس  
طبع ————— ندیم یونس پرنٹرز لاہور  
قیمت ————— ۳۰ روپے



اچھے ناول ثابت ہوئے ہیں۔ بارکی میں چوہان نے جس انداز سے اپنی بے پناہ ذہانت کا مظاہرہ کیا ہے اس نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ سیکرٹ سروس کا ہر ممبر اپنی جگہ پر انتہائی ذہین ہے مگر ان کی ذہانت عمران کی شہر ذہانت کے سامنے ماند پڑ جاتی ہے۔ ویل ڈون میں ان کی طرعت کا کردار بھی بے حد خوبصورت ہے۔ آپ اسے سو پر فیاض کے ساتھ مستقل انیچ کر دیں تو بے حد لطف آئے گا۔

شاہد اختر صاحب! ناولوں کی پسندیدگی کے لئے بے حد شکر ہوں۔ آپ کی یہ بات درست ہے کہ پاکشیا سیکرٹ سروس کا ہر ممبر اپنی جگہ پر بے حد ذہین ہے۔ دراصل سیکرٹ سروس میں شامل ہی دیوتا ہے جو ہر لحاظ سے سپر ہوتا ہے۔ ورنہ تو وہ ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکے۔ ان کی طرعت پہلی بار سامنے آیا ہے۔ آئندہ دیکھیے اس کی صلاحیتیں کو کتنی رنگ دکھائی دیں گی یا نہیں۔ یہ تو اس کی اپنی کارکردگی پر منحصر ہے۔

لاہور شیر نوالہ گیشٹس سید نیل احمد رضوی صاحب لکھتے ہیں۔ آپ کا ہر ناول ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہوتا ہے۔ ہم ہر بار بھی سوچتے ہیں کہ شاید آپ اس سے اچھا نہ لکھ سکیں لیکن جب آئندہ ناول آئے تو وہ واقعی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہوتا ہے۔ آپ سے ایک شکایت بھی کرنی ہے کہ سر رحمان ہر وقت عمران کو ڈانٹتے رہتے ہیں۔ کیا ان کے اندر باپ کی شفقت اور محبت کا جذبہ سرے سے ہی نہیں ہے کبھی کبھی ان کے کردار میں شفقت اور محبت کے جذبے کی جھلک بھی دکھائی دیا کریں۔ سید نیل احمد رضوی صاحب! ناولوں کی پسندیدگی کے لئے انتہائی شکر ہوں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا کرم اور آپ قارئین کی دعائیں ہیں کہ میں جو کچھ لکھا ہوں

وہ آپ کو پسند آئے۔ جہاں تک سر رحمان کی ڈانٹ ڈپٹ کی بات ہے تو عمران ان کا اکلوتا لڑکا ہے۔ ظاہر ہے وہی ان کی شفقتوں اور محبتوں کا مرکز بھی ہو گا لیکن کیا کیا جلتے عمران کی طبیعت ہی کچھ ایسی ہے کہ وہ سر رحمان کی طرف سے محبت اور شفقت کا اظہار ہونے سے پہلے ہی کوئی ایسی بات کر دیتا ہے کہ سر رحمان کی محبت پر غصہ غالب آجاتا ہے پتا چنچا دونوں کردار اپنی اپنی مخصوص طبیعت کی وجہ سے اپنی جگہ مجبور ہو جاتے ہیں۔

ذہر غازی خان انڈس کالونی سے ایک صاحبہ لکھتی ہیں۔ آپ جس انداز میں کہانی لکھتے ہیں وہ واقعی لوکا اور انتہائی خوبصورت انداز ہے میں نے بھی ماورانی علوم میں کافی مشق کی ہے اس لئے جن کتابوں میں عمران ٹیل میٹی یا سینا ٹرم جیسے علوم کو استعمال میں لاتا ہے وہ مجھے بے حد پسند آتے ہیں۔ البتہ آپ سے ایک بات کہنی ہے کہ عمران اب جائے بہت پٹینے لگ گیا ہے حالانکہ چلتے کا زیادہ استعمال ماورانی علوم کے ماہرین کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔ میری درخواست ہے کہ آپ عمران کو زیادہ چلتے نہ پٹینے دیا کریں۔

مختصرہ قادی صاحبہ! کتابوں کی پسندیدگی کے لئے میں آپ کا مشکور ہوں۔ مجھے یہ پڑھ کر بے حد مسرت ہو رہی ہے کہ آپ نے ماورانی علوم میں کافی مشق کی ہے۔ جہاں تک چلتے کا تعلق ہے تو چلتے نوشی کی نیلادی واقعی بے حد نقصان دہ ہے لیکن اکثر دیکھا گیا ہے کہ داعی کا کرنے والوں کے لئے کبھی کبھی چلتے بے حد محرک ثابت ہوتی ہے اور عمران بھی نمشتے کے علاوہ صرف اس وقت چلتے پیاتا ہے جب وہ کسی دشمنی کا مہم صرف ہو۔ ویسے کبھی کبھی آپ بھی چلتے پی لیا کریں تاکہ آئندہ خط لکھتے وقت

اپنا نام لکھنا نہ قبول کیس۔

رینالہ خود ضلع اوکاڑہ سے مختصر عشرہ صاحبہ کہتی ہیں۔ آپ کی ہر کہانی ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہوتی ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کی کس کہانی کی زیادہ تعریف کی جائے ہر کہانی ہی اپنی جگہ انتہائی تعریف کے قابل ہوتی ہے ہر حال آپ سے مجھے ایک شکایت بھی ہے کہ آپ اب عمران کو بہت زیادہ زخمی کر دیتے لگ گئے ہیں جس سے مجھے بے حد دکھ ہوتا ہے۔ ایجنٹ گروپ بھی بے حد اچھا ناول ہے مگر اس میں بھی عمران کو آپ نے شدید زخمی کر دیا۔ مجھ سے یہ برداشت نہیں ہوتا اس لئے میری درخواست ہے کہ آپ کم از کم عمران کو زخمی نہ کروایا کریں۔ مختصر عشرہ صاحبہ! کہانیوں کی پسندیدگی اور آپ کے قصصانہ جذبات کے لئے میں بے حد مشکور ہوں۔ جہاں تک عمران کے زخمی ہونے کا تعلق ہے تو اس کے زخمی ہونے پر مجھے خود بھی بے حد دکھ ہوتا ہے لیکن کیا کیا جائے عمران کے لاکھ فیضانہ ہی ایسی ہے جہاں زخمی ہونا تو معمولی بات ہے۔ ہر لمحہ موت کا طعنہ بن سکتا ہے لیکن آپ سوچئے کہ عمران اپنے کسی ذاتی مفاد کے لئے زخمی نہیں ہوتا۔ وہ ایک عظیم مقصد کی خاطر جدوجہد کرتے ہوئے زخمی ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں وہ اپنے ملک کے کرداروں کے لئے لگے افراد کو زخمی ہونے سے بچانے کے لئے خود زخمی ہونا زیادہ پسند کرتا ہے اس لئے یہ زخم اُسے تکلیف دینے کی بجائے اس کے حوصلے اور ہمت کو اور زیادہ بڑھا دیتے ہیں۔ امید ہے آپ بات سمجھ گئی ہوں گی۔

وَاللّٰهُ

مظہر کلیم ایم اے

عمران نے کارسٹنٹل انٹیلی جنس کی نئی عمارت کی پارکنگ میں روک کر اور پھر وہ بچے اترا ہی تھا کہ ایک نوجوان تیزی سے اس کی طرف لپکا "جناب۔ آپ کا نام علی عمران ہے" — نوجوان جس نے ایک میلہ سی شرٹ اور سستے کپڑے کی پتلون پہنی ہوئی تھی جھپکتے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"ہاں کیوں" — عمران نے چونک کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ نوجوان بے حد پریشان نظر آ رہا تھا۔ اس نے عمران کے جواب سنجیدگی سے دیا تھا۔

"جناب۔ میرا نام جاوید شوکت ہے۔ میں نے کمپیوٹر سائنس میں ماسٹر ڈگری لی ہوئی ہے اور میٹرک سے ایم۔ اے۔ ایس سی تک میری فہرست کلاس ہے لیکن جناب ڈائریکٹر جنرل صاحب نے جو آپ کے والدین مجھے نوکری دینے سے انکار کر دیا ہے۔ جب کہ انہوں نے ایک ایسے نوجوان کو ملازم رکھ لیا

چلتے ہوئے کہا اور نوجوان نے جلدی سے ہاتھ میں موجود خالی رنگ کا میلا سا لفافہ نگران کی طرف بٹھا دیا۔ نگران نے اُسے کھولا اور پھلوس میں موجود سرٹیفکیٹس اور ڈگریوں کو ایک نظر دیکھنے کے بعد اس نے انہیں واپس لفافے میں ڈالا اور لفافہ نوجوان کو واپس کر دیا۔

”کس نے انٹرویو لیا ہے تمہارا“ — نگران نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

”ڈائریکٹر جنرل صاحب نے۔ سپرنٹنڈنٹ صاحب بھی موجود تھے“ — جاوید شوکت نے جواب دیا۔

”کتنے امیدوار تھے“ — نگران نے پوچھا۔

”جناب دس تھے۔ جن میں سب سے زیادہ تعلیم میری تھی۔ جناب میں نے انہیں درخواست بھی کی کہ میرا فرسٹ کلاس کیئر ہے لیکن انہوں نے یہی جواب دیا کہ تمہارے پاس تجربہ نہیں ہے“ — نوجوان نے جواب دیا۔

”تمہیں کیسے معلوم ہے کہ جس نوجوان کو رکھا گیا ہے وہ کسی ہوٹل والے کا لڑکا ہے اور اس کے لئے رشوت دی گئی ہے“ — نگران کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔

”جناب تھے ایک انسپکٹر نے بتایا ہے کہ کل وہ لڑکا اپنے باپ کے ساتھ آکر دو گھنٹے تک سپرنٹنڈنٹ صاحب کے دفتر میں بیٹھا رہا ہے اور آج وہ سلیکٹ ہو گیا ہے“ — نوجوان نے جواب دیا۔

”سو نہر ٹھیک ہے آؤ میرے ساتھ“ — نگران نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ نوجوان خاموشی سے سر جھکاتے اس کے پیچھے چل پڑا۔

بے حس نے کمپیوٹر سائنس پر عام سا ڈیپوٹ کیا ہوا ہے لیکن وہ ایک امیر آدمی کا بیٹا ہے۔ اس کے باپ کا بہت بڑا ہوٹل ہے جب کہ میں یتیم بھی ہوں اور غریب بھی — میری بوڑھی بیوہ ماں ہے اس نے دن رات مزدوری کی ہے اور میں نے یونیورسٹی پڑھائی ہیں۔ ہم دونوں نے بے شمار فائدے کئے ہیں تب میں نے یہ تعلیم مکمل کی ہے لیکن یہاں نوکری کے وقت مجھے اس نے جواب دے دیا گیا کہ میرے پاس سفارش نہیں ہے اور نوکری حاصل کرنے کے لئے رشوت دینے کی رقم نہیں ہے۔ جہاں جاتا ہوں مجھے دیکھ کر مار مار کر باہر نکال دیا جاتا ہے۔ مجھے چڑائی نے بتایا ہے کہ آپ ڈائریکٹر جنرل صاحب کے لڑکے ہیں اور یہاں کے سپرنٹنڈنٹ کے دوست ہیں۔ آپ چاہیں تو میری مدد کر سکتے ہیں۔ یقین کیجئے میں نے جرات کر کے آپ سے بات کی ہے کہ نہ کوئی کتا ہے

میں اپنی بوڑھی بیوہ ماں کے پاس جا کر انکار میں سر ملانے کا حوصلہ نہیں رہا۔ اگر مجھے اپنی بوڑھی ماں کا خیال نہ ہوتا تو یقیناً میں خودکشی کر لیتا۔

نوجوان مسلسل بولتا گیا۔ اس کی آواز میں رقت تھی اور آنکھیں بات کرتے وقت بھراؤنی تھیں۔

”مگر یہاں کمپیوٹر سائنس کی ماسٹر ڈگری کا کیا کام“ — نگران نے نیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”جناب۔ یہاں کمپیوٹر کا شعبہ قائم کیا جا رہا ہے نوکری بھی کمپیوٹر سائنٹسٹ کی ہے۔ وہ بھی مجھے نہیں ملی۔ تو بڑی نوکری کون دے گا“ — نوجوان نے جواب دیا۔

”کہاں ہیں تمہاری ڈگریاں ذرا مجھے دکھاؤ“ — نگران نے ہونٹ

ابنتانی سردہ ایلچے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اطمینان سے ایک کرسی گھسیٹیں اور اس پر جاؤید کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے دوسری کرسی پر خود اطمینان سے بیٹھ گیا۔ "کیا تمہارا دامخ خراب ہو گیا ہے جو میرے سامنے ایسی باتیں کر رہو۔ گٹ آؤٹ ڈوٹ نائنس" — سردر حمان کی حالت واقعی ڈر والی تھی۔ غصے کی شدت سے ان کا پورا جسم کانپنے لگ گیا تھا۔ خاصہ عمران نے بڑی سنجیدگی سے ان پر رشوت خوردی اور ناجائز سفارش کے الزامات لگا دیئے تھے اور وہ بھی سپرنٹنڈنٹ فیاض کے ساتھ جب کہ ایک دنیا جانتی تھی کہ سردر حمان جیسا اصول پسند آدمی مرا سکتا ہے لیکن کسی کی ناجائز سفارش نہیں مان سکتا۔ رشوت لینے کا توڑا ہے کوئی تصور بھی نہ کر سکتا تھا۔

"واقعی میرا دامخ خراب ہو گیا ہے ڈیڈی جب تجھے پتہ چلا ہے آپ نے ایک ایسے لڑکے کو جو کمپیوٹر سائنس میں ماسٹر ڈگری رکھتا۔ اور جس کا میٹرک سے لے کر ماسٹر ڈگری تک فزسٹ کلاس کیریئر لوکری دینے سے انکار کر دیا ہے اور ایسے لڑکے کو منتخب کر لیا ہے جس کے پاس صرف کمپیوٹر کا ابتدائی ڈپلومہ ہے۔ صرف اس لئے کہ یہ غریب اور یتیم لڑکا ہے جب کہ وہ لڑکا ایک بہت بڑے ہوٹل کے مالک کا لڑکا ہے پھر انٹرویو بھی آپ نے لیا ہے۔ سلیکشن بھی آپ نے کی ہے۔ خاصہ ہے۔ آپ نے سفارش مانی ہے۔ یا پھر رشوت لی ہے۔ فرمائیے۔ کتنی رقم چاہیے آپ کو رشوت میں اور کس کی سفارش چاہیے۔ جبر فکلت کی سفارش کرادوں۔ یا پھر آپ کہیں تو ایجوکیشن کے صدر کی

عمران کا رُخ سپرنٹنڈنٹ فیاض کے کمرے کی طرف تھا۔ "جناب اگر سپرنٹنڈنٹ صاحب کے پاس جا رہے ہیں تو وہ ابھی ڈائریکٹر صاحب کے کمرے میں گئے ہیں" — جاوید شوکت نے عمران کا رُخ فیاض صاحب کے دفتر کی طرف دیکھ کر کہا۔ "اچھا آؤ اور سنو تم نے خاموش رہنا ہے۔ صرف بول بچھا جائے اسی کا جواب دینا ہے کچھ" — عمران نے اپنا رخ سردر حمان کے دفتر کی طرف کرتے ہوئے لوجوان سے کہا اور لوجوان نے سر ہلادیا۔ سردر حمان کے دفتر کے باہر بیٹھے ہوئے چپڑاسی نے عمران کو آگیا دیکھ کر بڑے ادب سے سلام کیا اور پھر پردہ ہٹا دیا۔ عمران خاموشی سے اندر داخل ہو گیا۔ جاوید شوکت بھی اس کے پیچھے تھا۔ سردر حمان میز کے پیچھے بیٹھے کسی فائل کے مطالعے میں مصروف تھے۔ جب کہ سائیڈ پر موجود کرسی پر سپرنٹنڈنٹ فیاض بڑے مودبانہ انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔ عمران اور اس کے پیچھے جاوید شوکت کو دفتر میں داخل ہوتے دیکھ کر سردر حمان نے ہونک کر سر اٹھایا اور پھر ان کے چہرے پر سختی کے آثار پھیلنے لگے۔ فیاض بھی چونک پڑا تھا۔ "کیا تم اجازت لے کر اندر نہیں آ سکتے تھے؟" — سردر حمان نے غڑاتے ہوئے کہا۔

"سورہی ڈیڈی۔ اجازت وہاں لی جاتی ہے جہاں اصولوں اور منسلک کی پاسداری کی جاتی ہے۔ جہاں سفارش اور رشوت چلتی ہو وہاں اجازت کی کیا ضرورت ہے۔ جس کی سبب میں موٹی رقم ہو اور جو سفارش کی اہلیت رکھتا ہو وہ بغیر اجازت بھی آ جاتا ہے" — عمران نے



سردیوں میں کہا۔

"معاف کیجئے ڈیڈی اگر تجھے یقین آجاتا تو پھر چاہے آپ میرے باپ ہی کیوں نہ ہوں۔ میں آپ کو بھی گولی مارنے سے ایک لمحہ کے لئے بھی نہ چوکتا چاہے بعد میں تجھے خود کشی کیوں نہ کرنی پڑتی۔ یہ ٹھیک سے یہاں اس معاشرے میں رشوت خوروں اور ناجائز سفارش ماننے والوں کی کثرت ہے لیکن کم از کم میں یہ برداشت نہ کر سکتا کہ میں ایک ایسے باپ کا بیٹا ہوں جو ایسا ہو۔ میں نے یہ باتیں صرف اس لئے کی ہیں کہ اس لڑکے کو مکمل یقین تھا کہ آپ نے ان دو میں سے ایک کام کیا ہے اس لئے میں اسے یہاں لے آیا ہوں۔ ویسے آپ کی سلیکشن اس بات کی تائید بھی کرتی ہے۔" عمران کا لہجہ اسی طرح سرد تھا اور سر رحمان کا رشتہ ہوا چہرہ یکھنت اسی طرح کھل اٹھا جیسے انہیں اچانک کوئی بہت ہی بڑی خوشخبری مل گئی ہو۔ سو پر فیاض حیرت سے سر رحمان کی اس کیفیت کو دیکھ رہا تھا۔ اور حتیٰ بھی حیرت کی بات کہ سر رحمان کھلے غصے سے پاگل ہو جانے کے شکار ہے تھے۔ خوش ہو رہے تھے۔

"گڈ شو عمران۔ آج زندگی میں پہلی بار تیری اس بات نے تجھے بے حد مسرت بخشی ہے کہ اگر میں رشوت خور ہوتا تو تم تجھے گولی مار دیتے۔ آج تجھے اپنے خون کی پاکیزگی پر یقین آ گیا ہے۔ ایک پاکیزہ خون کو اسی طرح بے باک ہونا چاہیے۔" سر رحمان نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"لیکن ڈیڈی آپ کی یہ سلیکشن۔" عمران نے کہا۔  
"ابھی معلوم ہو جاتا ہے کہ کیا ہوا ہے۔" سر رحمان نے یکھنت

طرف سے سفارش کرا دوں۔ فرمائیے۔" عمران کا لہجہ بے پناہ سرد تھا۔

"اُس کے پاس تجربہ نہیں ہے جب کہ اس لڑکے کے پاس پانچ سال کے تجربے کا سرٹیفکیٹ ہے۔" یکھنت ساتھ بیٹھے ہوئے سوپر فیاض نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

"تم خاموش رہو۔ سوپر فیاض تجھے معلوم ہے کہ کل وہ لڑکا اور اس کا باپ دو گھنٹے تک تمہارے دفتر میں موجود رہے ہیں اور ویسے بھی ہوٹل والوں سے تمہارے تعلقات بے حد گہرے ہیں۔ ڈیڈی سے تو صرف میں بات کر رہا ہوں۔ مگر یہ سلیکشن اور انٹر ویو تم نے کیا ہوتا تو اس سے میں بات کرنے کی بجائے تمہیں گولی سے اڑا دیتا۔" عمران نے عزائمے ہوئے لہجے میں جواب دیا اور سوپر فیاض اس طرح جھجکا مگر نتیجے ہوا جیسے عمران نے واقعی اُسے گولی مار دی ہو۔ اس کا چہرہ یکھنت ہلکی کی طرح زرد پڑ گیا تھا۔

"نہیں اس لڑکے نے بتایا ہے کہ میں نے رشوت لی ہے یا سفارش لی ہے۔" سر رحمان نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔ وہ اب اپنے غصے پر قابو پا چکے تھے البتہ ان کے چہرے پر بے پناہ عیندگی تھی۔  
"کبھی سنے بتایا ہو آپ اس بات کو چھوڑیں۔ آپ تجھے بتائیں گئی۔  
نہ دوں یا کہ اس کی سفارش کراؤں۔" عمران نے اسی طرح سرد لہجے میں جواب دیا۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ میں رشوت لے سکتا ہوں یا کسی کی ناجائز سفارش ان سکتا ہوں۔" سر رحمان نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے انتہائی

دوبارہ انتہائی سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے انٹرکام کا ریسپونڈ کیا۔

”کمپیوٹر اسسٹنٹ کے سلیکشن کی فائل میجو“ — سر رحمان نے سخت ہلچے میں کہا اور ریسپونڈ کر دیا۔ کمرے میں اب مکمل خاموشی طاری تھی۔ چند لمحوں بعد ریکارڈ کپیراندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک موٹی سی فائل موجود تھی۔ اس نے فائل بڑے ادب سے سر رحمان کے سامنے رکھی اور ایک طرف ہٹ کر مودب کھڑا ہو گیا۔

”تم جاؤ“ — سر رحمان نے ریکارڈ کپیر سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور وہ سلام کے کئی تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ سر رحمان نے فائل کو مٹی اور اس میں موجود کاغذات کو چیک کرنے لگے۔

”یہ دیکھو یہ ہے اشتہار جس میں اس پوسٹ کے لئے شرائط درج ہیں۔ اس میں درج ہے کہ کمپیوٹر اسسٹنٹ کے لئے باغ سال کا تجربہ لازمی ہے اور تعلیمی قابلیت بھی صرف ڈپلومے کی حد تک ہے اب دیکھو یہ ساری درخواستیں۔ سوائے اس لڑکے کے باقی سب کی تعلیمی قابلیت برابر ہے لیکن تجربہ صرف اس لڑکے کے پاس ہے جسے سلیکٹ کیا گیا ہے۔ اس کی درخواست کے ساتھ تجربے کا تصدیق شدہ سرٹیفکیٹ موجود ہے۔ اب بتاؤ مجھے کہ میں نے سلیکشن میں کیا بے اصولی کی ہے۔ یہ لڑکا کمپیوٹر سائنس میں ماسٹر ڈگری رکھتا ہے۔ یہاں اسے نوکری دینا اس کی اعلیٰ تعلیم کو ہمیشہ کے لئے ضائع کر دینا ہے“ — سر رحمان نے خشک ہلچے میں کہا اور ساتھ ہی فائل انہوں نے عمران کی

طرف پھینک دی۔

”ٹھیک ہے میں سمجھتا ہوں۔ ایسا ہی ہوگا لیکن کیا اعلیٰ تعلیم ایک غریب آدمی اس لئے حاصل کر سکتا ہے کہ وہ بے روزگاری کے خوفناک جھڑپوں میں پھنسا سکتا رہے۔ چھوٹی پوسٹ پر اسے نوکری نہیں دی جاتی کہ اس کی اعلیٰ تعلیم ضائع ہو جائے گی اور بڑی پوسٹ پر وہ اس لئے نہیں جاسکتا کہ وہاں جانے کے لئے اس کے پاس سفارش یا رشوت نہیں ہوتی۔ پھر یہ تجربے والی شرط کی بجائے آج تک کچھ نہیں آئی جب ایک نوجوان کو نوکری ہی نہیں دی جاتے گی تو وہ تجربہ کیا سڑک پر کئی کے بجائے بیچ بیچ کر حاصل کرے گا“ — عمران نے سرد ہلچے میں کہا۔

”تمہاری بات درست ہے لیکن ملازمتوں کے لئے شرائط کرنا میری ڈپلومی نہیں ہے۔ اور اب اگر تمہاری تسلی ہو گئی ہے کہ تم نے محاذات تجربہ پر لگاتے ہیں وہ غلط ہیں تو اٹھو اور میری نظروں سے غنا دفن ہو جاؤ“ — سر رحمان کے ہلچے میں ملکی اور غصہ دوبارہ نمودار آیا۔

”اب تمہاری تسلی ہو گئی ہے جاوید شوکت کہ ڈائریکٹر جنرل نے اس سلیکشن میں رشوت نہیں لی یا ناجائز سفارش نہیں مانی“ — عمران نے مڑ کر پاس بیٹھے ہوئے جاوید شوکت سے مخاطب ہو کر کہا۔ ”جج جج ٹھیک ہے“ — جاوید شوکت نے بری طرح ہنسنے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ ایک بار پھر مایوسی کی وجہ سے تنگ لگا تھا۔ ”اگر ٹھیک ہے۔ تو جاؤ باہر اور اپنی والدہ سے کہنا کہ اعلیٰ تعلیم

اور مقصد آؤٹ فرسٹ کلاس کیرئیر کا حامل ہے۔ غریب خاندان کا لڑکا ہے۔ شکل و صورت سے تو غنتی لگ رہا ہے۔ تم نے مجھے ایک بار کہا تھا کہ تمہاری ریسرچ میں مدد دینے کے لئے تمہیں کوئی مناسب آدمی نہیں مل رہا۔ اس لئے بھیج رہا ہوں۔ ویسے اسے میری طرف سے سفارش ہرگز نہ سمجھنا۔ اگر یہ لڑکا ہر لحاظ سے تمہارے معیار پر پورا اترے تو اسے رکھ لینا ورنہ واپس بھیج دینا۔“ سر رحمان نے کہا اور پھر دوسری طرف سے بات سن کر انہوں نے ریسرچور دیکھ دیا اور کاغذات اٹھا کر انہیں نے جاوید شوکت کی طرف بڑھادی تے۔ ”ڈاکٹر ارسلان کمپیوٹر سائنس میں کوئی خاص ریسرچ کر رہے ہیں۔ اس لئے انہوں نے ذاتی لیبارٹری بنانی ہوتی ہے۔ اگر تم اس کے معیار پر پورے اترے تو تمہیں نوکری مل جائے گی۔ جاؤ اور اُسے مطمئن کرو۔“ سر رحمان نے کہا۔ اور پھر ایک چٹ پر انہوں نے ڈاکٹر ارسلان کا پتہ لکھ کر جاوید شوکت کی طرف بڑھا دیا۔ ”ڈیڈی یہ وہی ڈاکٹر ارسلان ہیں جو گریٹ لینڈ میں کمپیوٹر کی سب سے بڑی لیبارٹری کے انچارج تھے۔“ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں وہی ہیں۔“ سر رحمان نے خشک لہجے میں جواب دیا۔ ”اوہ وہ یہاں آگئے ہیں اور مجھے اطلاع بھی نہیں ملی۔ سنو جاوید شوکت ڈاکٹر ارسلان سے کہنا کہ عمران نے تمہاری سفارش کی ہے۔ پھر چاہے تم کچھ ہی کیوں نہ ثابت ہوئے وہ تمہیں رکھ لیں گے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے جاوید شوکت سے کہا۔

والوں کو نوکری نہیں ملا کرتی جاؤ۔“ عمران نے سخت لہجے میں کہا اور جاوید شوکت خاموشی سے اٹھا اور سر جھکاتے ڈھیلے ڈھیلے قدموں سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔

”مبہرہ وا دھر آؤ۔“ سر رحمان نے تیز لہجے میں کہا اور جاوید شوکت چونک کر مڑا۔ اور پھر اسی طرح ڈھیلے قدموں سے واپس آگیا۔ لیکن اس کے چہرے پر اسی طرح مایوسی کی گرد چھائی ہوئی تھی۔ بھئی ہوئی عینیں اور منہ لٹکا ہوا تھا۔

”بیٹھو۔“ سر رحمان نے قدرے نرم لہجے میں کہا اور جاوید شوکت خاموشی سے بیٹھ گیا۔

”اپنے کاغذات مجھے دکھاؤ۔“ سر رحمان نے کہا اور جاوید شوکت نے خاموشی سے کاغذات والا فافڑ سر رحمان کی طرف بڑھا دیا۔ سر رحمان نے لفافے میں سے کاغذات نکالے انہیں ایک نظر دیکھا اور پھر ساتھ پڑے ہوئے ٹیلیفون کا ریسپورڈ اٹھایا۔

”ڈاکٹر ارسلان سے بات کرو۔“ سر رحمان نے تمکدائے انداز میں کہا اور ریسپورڈ رکھ دیا۔ چند لمحوں بعد گھنٹی بجی تو سر رحمان نے ریسپورڈ اٹھا لیا۔

”ہیلو ڈاکٹر ارسلان میں رحمان بول رہا ہوں۔“ سر رحمان نے نرم لہجے میں کہا۔ ”آپ ٹھیک ہیں خیریت۔“ دوسری طرف سے تھوڑی سی۔

”ٹھیک ہوں۔ ایک لڑکا بھیج رہا ہوں تمہارے پاس۔ اس کا نام جاوید شوکت ہے۔ اس کے پاس کمپیوٹر سائنس میں ماسٹر ڈگری ہے۔

”کنا۔ کیا مطلب، میں نیکے کی بات کر رہا ہوں۔ تم نے کیا کواں شروع کر دی ہے“ — سر رحمان نے اُلجھے ہوئے لہجے میں کہا ”ڈیڈی کمپن سے ہی تو یہ لفظ نکلا ہے۔ اس نے تو عورت ہو تو اسے کمی کہہ دیا اور مرد ہو تو اسے کنا کہہ دیا۔ اور نیکے کا مطلب ہوا کہ جو کما یعنی کمپن نہ ہوا۔ مطلب ہے گھٹیا کی بجائے اعلیٰ خاندان کا ہوا۔ اور میں غریب ضرور ہوں لیکن میرا تعلق اعلیٰ گھرانے سے ہے“ — عمران نے منہ بناتے ہوئے وضاحت کی۔

”شٹ اپ۔ یہ سب جو اس ہے۔ ذکوئی خاندان اعلیٰ ہوتا ہے اور نہ کوئی کمپن۔ سب اپنے کردار سے اعلیٰ اور کمپن بنتے ہیں۔ آئندہ ایسی بات میرے سامنے مت کہنا۔ جاؤ اب دفع ہو جاؤ۔ میں ضروری فائل دیکھ رہا تھا“ — سر رحمان نے سخت لہجے میں کہا۔ ”آپ فائل دیکھ لیں، میں ذرا سوپر فائض سے دو باتیں کر لوں“ — عمران نے شکر ادا کرتے ہوئے کہا۔ ”شٹ اپ نائنس۔ یہ دفتر ہے یا ہوٹل۔ دفع ہو جاؤ ورنہ.....“

سر رحمان شخص سے چرخ پڑے۔

”او۔ کے ڈیڈی چلا جاتا ہوں۔ میں جا کر تریا سے کہہ دوں گا کہ ڈیڈی نے بات سننے سے ہی انکار کر دیا ہے۔ اب میں کیا کر سکتا ہوں۔ اچھا خدا حافظ“ — عمران نے اٹھ کر منہ بناتے ہوئے کہا اور واپسی کے لئے مڑنے لگا۔

”کیا مطلب۔ یہ تریا کا ذکر کہاں سے آگیا“ — سر رحمان کے لہجے میں حیرت تھی۔

”شکریہ جناب“ — جاوید شوکت نے اس بار مسرت اور امید کے طے چلے لہجے میں کہا اور تیزی سے واپس دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

”اب تم نے نا جائز سفارش کرنے کی کوشش کی ہے اور وہ بھی میرے سامنے۔ تمہاری یہ جرات“ — سر رحمان کا چہرہ سخت سے سرخ ہو رہا تھا۔ وہ شاید جاوید شوکت کی وجہ سے خاموش تھے۔ لیکن جاوید شوکت کے باہر جاتے ہی وہ پھٹ پڑے۔

”ناجائز سفارش کا کیا مطلب ڈیڈی۔ سفارش تو سفارش ہی ہوتی ہے“ — عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”تم نے اُسے یہ کیوں کہا تھا کہ اگر تم مجھے بھی ثابت ہوئے تب بھی وہ تمہاری سفارش کی وجہ سے اُسے رکھ لے گا“ — سر رحمان نے غراتے ہوئے کہا۔

”مجھے معلوم ہے کہ جاوید شوکت نیکیا ثابت ہو ہی نہیں سکتا۔ وہ غریب ضرور ہے لیکن نیکیا نہیں ہے“ — عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”کیوں نہیں ہو سکتا۔ یہ ڈگریاں تو ذہانت کی دلیل نہیں ہوتیں۔

تمہارے پاس کتنی اعلیٰ ڈگریاں ہیں لیکن تم مکمل طور پر نیکے ہو“ — سر رحمان نے حریفانہ لہجے میں کہا اور عمران کو مسکرا دیا۔

”اچھا میں تو آج تک بھی سمجھتا رہا کہ میں کتا نہیں ہوں لیکن اگر آپ کہہ رہے ہیں تو پھر ماننا ہی پڑے گا“ — عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”ڈیڈی ثریا کی کسی ہسپتال سالگرہ ہے۔ وہ اُسے تحفہ بھیجنا چاہتی ہے“  
 — عمران نے اسی طرح سسے ہوئے لہجے میں کہا جیسے بات کرتے

ہوئے انتہائی خوفزدہ ہو۔

”کیا بکواس ہے۔ تحفہ بھیجنے کے لئے تجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے“  
 — سر رحمان نے سٹہٹاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اگر میں آپ کا اکوٹا لڑکا ہوں آپ سے نہ پوچھے تو اور کس سے پوچھے“  
 — عمران نے جواب دیا۔

”کیا مطلب۔ یہ تم نے کیا بکواس شروع کر دی ہے“

— سر رحمان کو اور زیادہ غصہ آ گیا۔

”ڈیڈی ثریا آپ سے اس لئے اجازت لینا چاہتی کیونکہ وہ مجھے تحفے سمیت بھیجنا چاہتی ہے“  
 — عمران نے اسی طرح سر ہلاتے

ہوئے جواب دیا جیسے اُسے بات کرتے وقت بے حد شرم آ رہی ہو۔

”تمہیں کچھ سمیت بھیجنا چاہتی ہے اپنی ہسپتال کے پاس — اوہ اچھا

اب سمجھا — لیکن اس معاملے میں تجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت پڑتی۔

وہ ہمدردی مال اپنے فیصلے کے سامنے کسی کی بات سنتی ہے۔ اس

سے جا کر پوچھو“ — سر رحمان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

ان کا ٹوڈ بات کو سمجھتے ہی خوش گوار ہو گیا تھا۔ کیونکہ بہر حال عمران ان

کا اکوٹا لڑکا تھا اور لڑکے کی شادی کا ارمان کس باپ کے دل میں

نہیں ہوتا۔ اور ثریا کا مطلب یہی ہو گا کہ اس طرح اس کی ہسپتال

خاندان عمران کو دکھ لے گا۔

”ڈیڈی۔ ثریا چاہتی ہے کہ اماں کی کو پتہ ہی نہ چلے اور بالا بالا ہی

”ڈیڈی۔ میں آیا تو ثریا کا پیغام لے کر تھا۔ لیکن جاوید شوکت درمیان میں ٹپک پڑا۔ مگر آپ تو بات ہی نہیں سنتے“ — عمران نے ہلکے لہجے میں کہا۔

”کیا کہا ہے ثریا نے۔ وہ مجھ سے خود بات نہیں کر سکتی تمہیں درمیان

میں ڈالنے کا کیا مطلب“ — سر رحمان کے لہجے میں حیرت تھی۔

”بات ہی ایسی ہے ڈیڈی کہ وہ ڈرتی ہے کہ آپ ناراض ہو جائیں

گے جب کہ میں نے اُسے یقین دلایا ہے کہ ڈیڈی نہیں چاہے کچھ بھی

بیس میری بات ضرور مان لیں گے“ — عمران نے سر ہلاتے

ہوئے کہا۔

”فیاض تم جاؤ۔ ضرورت ہوتی تو پھر بلا لوں گا“ — سر رحمان

نے لیکھت فیاض کی طرف مڑتے ہوئے کہا اور فیاض خاموشی سے

ٹھا اور پھر تیز قدم اٹھاتا دفتر سے باہر نکل گیا۔

”ہاں اب بتاؤ نجائے تم نے کیا بات کرنی ہے۔ تم تو اتم ہو نہیں

م احساس ہی نہیں ہو سکتا کہ ایسی باتیں یخروں کے سامنے نہیں کی جاتیں۔

اس لئے میں نے فیاض کو بھیج دیا ہے۔ بکواس بھی اب منہ ہی کر کیوں

کھڑے ہو“ — سر رحمان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”پہلے آپ وعدہ کریں کہ بات سن کر آپ ناراض نہ ہوں گے“

— عمران نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ وہ دوبارہ کر کسی پر بیٹھ گیا تھا۔

”شٹ آپ میں بغیر بات سننے وعدہ کیسے کر سکتا ہوں۔ بولو،

در نہ میں خود فون کر کے ثریا سے پوچھ لیتا ہوں“ — سر رحمان کے

غصے کا گراف تیزی سے بلند ہوتا جا رہا تھا۔

سے کیوں پھیرا ہی ہے۔ کیا وجہ؟ — سر رحمان واقعی عمران کی باتوں کے گورکھ دھندے میں بڑی طرح اُلجھ گئے تھے۔

”اس نے ڈیڑی کہ وہ تجھے میں اُسے کا دینا چاہتی ہے۔ اور ثریا کو ڈرا پیونگ آتی نہیں۔ اس نے تجھے تجھے کے ساتھ ہانا ہو گا۔ اور اماں بی کو پتہ چلا تو انہوں نے ثریا کی جان ایک کر دی ہے۔ آپ کو تو معلوم ہے کہ وہ اس قسم کی فضول خرچی کی سوسے سے قابل ہی نہیں اور آپ سے اجازت لینی اس لئے ضروری ہے تاکہ کم کم کارڈیٹر آپ کو بل بھیجے تو آپ اُسے ادائیگی کر دیں“ — عمران نے اب کھل کر بات کرنے سے ہونے کہا۔

”نئی کارڈ اور سالگہ کے تجھے میں، کیا ثریا کا دماغ خراب ہو گیا ہے؟“ — سر رحمان کی آواز میں بے پناہ غصہ تھا۔ ظاہر ہے۔ وہ اتنی بڑی فضول خرچی کے کہاں قابل ہو سکتے تھے۔ وہ تو ویسے بھی رقم کے معاملے میں کج جو شخص ہو رہے تھے۔

”ڈیڑی اس کی ہسپتال بچاری بس میں یونیورسٹی آتی ہے۔ اور بس پر چڑھنے کے لئے بھی اُسے ایک فرلانگ پیدل چلنا پڑتا ہے۔ یہ تمہاری لڑکی ہے۔ ایک بھائی ہے۔ جو میکی چلاتا ہے۔ ویسے وہ خاندان انتہائی غیرت مند ہے۔ اس لئے ثریا کا خیال ہے کہ اس طرح اس خاندان کی مدد ہو جائے گی۔ وہ اس کارڈ میں یونیورسٹی آیا جائے گا۔ اس کی اور اس کا بھائی اُسے میکی کے طور پر چلا لیا کرے گا۔ ویسے ڈیڑی یہ ثریا نجانی اس قدر رحم دل کیوں ہے۔ میں نے تو اُسے بہت کہا ہے کہ اُسے کارڈ دینے کی بجائے کوئی ٹیک وغیرہ دے کر ٹال دو۔

سارا کام ہو جاتے“ — عمران نے کہا۔

”یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کیا تمہارا اور ثریا دونوں کا دماغ خراب ہو گیا ہے؟“ — سر رحمان نے چونک کر کہا۔

”ہو تو سکتا ہے اگر آپ اجازت دے دیں“ — عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”کیا جو اس سے کھل کر بات کرو میرے پاس یہاں دفتر میں اس طرح کی بجواس شے کا وقت نہیں ہوتا“ — سر رحمان نے جھجھکاتے ہوئے ہلچے میں کہا۔

”چلو ٹیک ہے۔ میں دفتر ٹائم کے بعد آ جاؤں گا“ — عمران نے گری سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”بیٹھو اب تم نے بات کوئی دی ہے۔ تو سیدھی طرح بتاؤ کہ کیا مسئلہ ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ تمہاری شادی ثریا کی ہسپتال سے ہو جائے اور تمہاری ماں کو پتہ ہی نہ پلے“ — سر رحمان نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”شادی میری اور ثریا کی ہسپتال کے ساتھ لا حول ولاقوہ۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ڈیڑی“ — عمران نے چونک کر کہا۔

”کیا مطلب بھروسہ تمہیں تجھے دے کہ کیوں بھیجنا چاہتی ہے اور وہ بھی میری اجازت سے“ — سر رحمان اور بھی اُلجھ گئے۔

”وہ خود بھی تو جائے گی۔ اب اس کی جگہ میں تو اس کی ہسپتال کی سالگہ میں تالیاں بجانے سے رہا“ — عمران نے منہ بٹاتے ہوئے کہا۔

”تو جائے۔ میں نے کب روکا ہے۔ لیکن ہاں۔ وہ تمہاری ماں

”اس کے بھائی نے ٹیکسی سی تو چلائی ہے۔ ٹھیک ہے پانچ لاکھ والی ٹھیک ہے۔“ سر رحمان نے عمران کی توقع کے عین مطابق کہا اور پھر جلدی سے انہوں نے چیک پر رقم لکھی اور دستخط کر کے اسے عمران کو پکڑا دیا۔

”بہت بہت شکریہ ڈیڈی۔ میری کار واقعی بہت پرانی ہو گئی تھی سوائے ہارن کے اس کا ہر پڑزہ بچنے لگا تھا۔“ عمران نے چیک جیب میں ڈالتے ہوئے کہا اور پھر اپنی تیزی سے دروازے کی طرف دوڑ پڑا، جیسے اسے خطرہ ہو کہ تیچھے سے سر رحمان اسے گولی مار دیں گے۔ اور واقعی اس کا خدشہ درست تھا۔ سر رحمان کے چہرے پر جو کیفیت نظر آرہی تھی۔ وہ ایسی ہی تھی، بشرطیکہ انہیں کچھ وقت مل جاتا۔

”ہم نے اب ان کا ٹھیکہ تو نہیں لے رکھا لیکن وہ مانتی ہی نہیں۔ بھونے بیٹھ جاتی ہے۔“ عمران نے منہ بنا تے ہوئے کہا اور سر رحمان بے اختیار ہنسا دیتے۔

”وہ تمہاری طرح خود غرض نہیں ہے۔ میری بیٹی واقعی بے حد فیاض ہے۔ ٹھیک ہے۔ تم اسے نئی کار خرید کر دو۔ اور اسے کہو کہ وہ اپنی بیسی کو تحفے میں سے دے، میری طرف سے اجازت ہے۔ اور سنو، میں یہ بل آنے اور بعد میں پے منٹ کرنے کا قائل نہیں ہوں۔ نقد رقم دو اور کار لے لو۔“ سر رحمان نے کہا اور دروازہ کھول کر انہوں نے چیک بک نکالی اور صفحہ کھول کر چیک لکھنے ہی لگے تھے کہ عمران بول پڑا۔

”ڈیڈی۔ کتنے کا چیک دے رہے ہیں آپ۔“ عمران نے کہا۔

”ایک لاکھ کا۔ کیوں۔“ سر رحمان نے چونک کر کہا۔

”ایک لاکھ میں نی کار۔ اوہ ڈیڈی آپ کو ہنگامی کا پتہ ہی نہیں۔ آج کل ایک لاکھ میں تو بیل گاڑی نہیں ملتی۔ نی کار کہاں سے آجائے گی۔“ عمران نے منہ بنا تے ہوئے کہا۔

”تو پھر کتنے کی آتی ہے۔“ سر رحمان نے چونک کر پوچھا۔

”بہت سی سستی سستی کار کی قیمت مارکیٹ میں پانچ لاکھ ہے۔ ویلے میرا خیال ہے۔ ہم دس بارہ لاکھ روپے والی کار تو دیں انہیں تاکہ انہیں بھی پتہ چلے کہ کار ملتی ہے۔“ عمران نے کہا۔

گزر کر ایک خوبصورت سے دروازے پر پہنچ گئے۔ دروازہ شاہ بلوط کا لکڑی کا بنا ہوا تھا اور اس کا ڈیزائن انتہائی خوبصورت تھا۔ وہ اس سرسبز کے صدر کی رہائش گاہ میں موجود تھے اور صدر سے ملنے جا رہے تھے۔ یونیفارم والے نے دروازہ کھولا۔ اور ایک طرف ہسٹ گیا۔ وہ چاروں اندر داخل ہوئے تو وہ ایک خوبصورت اور انتہائی قیمتی فرنیچر سے مزین کمرے میں پہنچ گئے۔ صدر مملکت بذات خود اس کمرے میں موجود تھے۔ وہ اس وقت گھریلو لباس میں تھے لیکن ان کی شخصیت اس لباس میں بے حد نمایاں تھی۔ چاروں نے انتہائی مودبانہانہ میں انہیں سلام کیا اور وہ ایک طرف رکھے صوفے پر بیٹھے ہی گئے تھے کہ صدر مملکت نے آگے بڑھ کر ان سے باقاعدہ مصافحہ کیا اور پھر انہیں ساتھ لے کر اندرونی طرف بنے ہوئے ایک اور کمرے میں آگئے۔ ”میں نے تم سے جو باتیں کرنی ہیں وہ انتہائی اہم ہیں۔ اس لیے میں نے تمہیں دفتر کی بجائے یہاں طلب کیا ہے۔ یہ کمرہ اس قسم کی بات چیت کے لئے مخصوصی طور پر تیار کیا گیا ہے۔ اس نے یہاں اطمینان سے بات ہو سکتی ہے“ — صدر مملکت نے دروازے کے ساتھ لگے ہوتے ایک ٹیبل کو خود ہی پرسیس کرتے ہوئے کہا اور پھر وہ اگر ایک آرام کرسی پر بیٹھ گئے اور انہوں نے وہاں موجود دو صوفوں پر انہیں بیٹھنے کے لئے کہا۔ وہ چاروں دودھ کے صوفوں پر بیٹھنے لگے۔ لیکن صدر کی بات سن کر ان کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک آگئی تھی۔ صدر مملکت نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک تہہ شدہ فائل نکالی اور اسے کھول دیا۔ فائل میں چار صفحات تھے۔

ایک بڑے سے کمرے میں موجود صوفوں پر چار آدمی بیٹھے ہوتے تھے اور سب کے چہروں سے سخت گیری کے آثار نمایاں تھے۔ اس امیر جنسی کال کی کوئی وجہ تو ہوگی فیلر — ایک آدمی نے ساتھ بیٹھے ہوئے دوسرے سے مخاطب ہو کر کہا۔ ”کوئی نہ کوئی مسئلہ ہوگا اب جب تک صورت حال سامنے نہ آئے اس وقت تک کیا کیا جاسکتا ہے“ — دوسرے نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی اور بات ہوتی، دروازہ کھلا اور ایک باوردی آدمی اندر داخل ہوا۔ ”تشریف لے آئیے سر۔ صدر آپ کے منتظر ہیں“ — آنے والے نے آگے بڑھ کر بڑے مودبانہانہ لہجے میں ان چاروں سے مخاطب ہو کر کہا اور وہ چاروں ایک جھٹکے سے کھڑے ہو گئے۔ پھر وہ اس یونیفارم والے کی رہنمائی میں چلتے ہوئے ایک راہداری سے



تفصیلات بھی پڑھ لی ہیں۔ اب سنو جو اہم مشن درپیش ہے، اس کے متعلق چند باتیں۔ تاکہ تمہیں اس مشن کے بارے میں کچھ علم ہو جائے۔ تفصیلی فائلیں تمہیں بعد میں مل جائیں گی۔ — صدر مملکت نے کہا اور وہ چاروں بے ساختہ قدرے آگے کوچھک کر عمر بن گوٹھ ہو گئے۔ ان کے چہروں پر بھی بے پناہ تجسس موجود تھا کیونکہ صدر نے انہیں بلانے اور تعارف کے سلسلے میں جو براہِ راست انداز استعمال کیا تھا، اس نے اس مشن کے بارے میں ان کے تجسس کو اور زیادہ بڑھا دیا تھا۔

”ہمارا یہ مشن انتہائی اہم ہے، ہم نے اس سے دو اہم ترین مقاصد حاصل کرنے ہیں۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس ایک ایسا خوفناک اور حضرت نما ادارہ ہے جس نے پوری دنیا کے یہودیوں کے اہم ترین ان منصوبوں کو جو مسلمانوں یا مسلم ممالک کے خلاف تھے، آج تک مکمل نہیں ہونے دیا۔ پوری دنیا کے یہودیوں نے جن جن منصوبوں پر اربوں کھربوں ڈالر لگاتے وہ سب اس پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ہاتھوں آخر کار تباہی کا شکار ہو گئے اور تجھے اعتراف ہے کہ انہوں نے کئی بار اسرائیل میں گھس کر مہال کی انتہائی موثر اور انتہائی باورسائل تکنیکوں کا نہ صرف خاتمہ کر دیا بلکہ اسرائیل کی معیشت کو بھی بے پناہ نقصان پہنچایا ہے۔ ان کی وجہ سے اب فلسطینی گوریلوں میں بھی اسرائیل کے خلاف انتہائی موثر کارروائیاں کرنے کا حوصلہ پیدا ہو گیا ہے۔ اس لئے اسرائیل کے نقطہ نظر سے اس وقت یہودیوں کی ہر ایک دشمن پاکیشیا سیکرٹ سروس ہے اور خاص طور پر اس گروپ کا لیڈر علی عمران ہے جس کا ذہن اس قدر برق رفتاری سے کام کرتا ہے کہ

ادھر صفحے پر ایک ایک فوٹو لگا ہوا تھا۔ صدر مملکت پہلے صفحے کو پڑھنے لگے۔ پھر انہوں نے عجز سے فوٹو کو دیکھا اور پھر نظریں اٹھا کر ان چاروں کو دیکھا۔ ایک لمبوترے چہرے والے نوجوان پر ان کی نظریں جم گئیں۔ اس صفحے پر اسی نوجوان کا فوٹو چسپاں تھا۔

”تمہارا نام جیسر ہے، اور تم آئی۔ ایس کا منڈور کے چیف ہو۔“ صدر نے اس لمبوترے چہرے والے نوجوان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”یسر سر“۔ نوجوان نے انتہائی مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔ اور صدر مملکت نے سر ہلاتے ہوئے دوسرا صفحہ پلٹا۔ اُسے پڑھنے کے بعد وہ جیسر کے ساتھ بیٹھے ہوئے نوجوان سے مخاطب ہو گئے۔ ”تمہارا نام ڈاش ہے اور تم سب میری سیکشن کے انچارج ہو۔“ صدر مملکت نے کہا۔

”یسر سر“۔ ڈاش نے جواب دیا، اور تیسرا صفحہ پڑھنے کے بعد وہ دوسرے صفحے پر بیٹھے ہوئے نوجوان سے مخاطب ہوئے۔ ”تمہارا نام فیلر ہے اور تم اگلیا لیبارٹری کے سیکوریٹی چیف ہو۔“ صدر نے کہا۔

”یسر سر“۔ فیلر نے مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ ”اور تمہارا نام کرنل اباجر ہے۔ اور تم ڈینرٹ کا منڈور کے چیف“۔ صدر مملکت نے ایک قدرے ادھیڑ عمر لیکن قابل رشک صحت کے مالک آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”یسر سر“۔ کرنل اباجر نے جواب دیا۔ ”او۔ کے تعارف ہو گیا۔ اور میں نے تمہارے بارے میں تمام

لیا تھا۔ ان میں سے ایک سائنس دان کا نام سروا ور ہے، جو اس لیبارٹری کا انچارج ہے۔ دوسرے کا نام ڈاکٹر دوتانی ہے۔ وہ سروا ور کا اسسٹنٹ اور دست راست ہے۔ سروا ور تو اس لیبارٹری سے باہر کسی صورت آتے ہی نہیں۔ البتہ ڈاکٹر دوتانی انتہائی اہم بین الاقوامی سائنس کانگریسوں میں پاکیشیا کی نمائندگی کرتے رہتے ہیں۔ لیبارٹری پر حملہ کے وہاں سے ڈاکٹر دوتانی کو اغوا کرنا تقریباً ناممکن ہے اور پھر وہاں پاکیشیا سیکرٹ سروس بھی موجود ہے۔ ہم ابھی اس بات پر انتہائی اعلیٰ سطح پر غور و فکر کر رہے تھے کہ ہمیں اطلاع ملی کہ انگریزیا میں ایک بین الاقوامی سائنس کانگریس ہو رہی ہے جس میں ڈاکٹر دوتانی کی شرکت کفخرم ہو چکی ہے۔ اس اطلاع کے ملتے ہی ہمارے لئے منصوبہ بندی آسان ہو گئی اور ہم نے یہ پلاننگ کی ہے کہ اس کانفرنس سے ڈاکٹر دوتانی کو اغوا کر کے اگلیا لیبارٹری پہنچا دیا جائے گا۔ جہاں وہ ہمارے لئے اس بوٹنٹ پر ریسرچ کرے گا۔ اس طرح ایک اہم مقصد تو پورا ہو گا۔ لیکن ہمیں اب تک ہونے والے قریبے سے یہ علم ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس ڈاکٹر دوتانی کے اغوا کا کھوج فروغ لگاے گی کیونکہ ڈاکٹر دوتانی پاکیشیا کے لئے انتہائی اہم شخصیت ہے چنانچہ اگر پاکیشیا سیکرٹ سروس ڈاکٹر دوتانی کا کھوج لگاتے ہوئے انگریز کے اس محلہ میں پہنچ گئی جہاں اگلیا لیبارٹری ہے تو پھر انہیں خوفناک ریگستان میں آسانی سے گھیر کر مار دیا جائے گا۔ اس طرح دونوں مقاصد پورے ہو جائیں گے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اصل بات یہ ہے کہ ہم انہیں چاہتے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کو اگلیا لیبارٹری کے بلے

اس کی کارکردگی برباد کرتے آئی ہے۔ تو یوں لگتا ہے جیسے یہ شخص انسان کی بجائے مافوق الفطرت چیز ہو۔ بہر حال اس بارے میں مکمل تفصیلات آپ فائلوں میں پڑھ لیں گے۔ مختصر یہ کہ ہمارے اس مشن کا ایک اہم مقصد پاکیشیا سیکرٹ سروس کا خاتمہ ہے اور دوسرا اہم مشن یہ ہے کہ اگلیا لیبارٹری میں ہم ایک ایسے دفاعی ہتھیار پر ریسرچ کر رہے ہیں جسے ہم نے مستقبل کی موت کا نام دیا ہے یعنی ڈیٹھائنٹ جو اس کو کوٹام ڈی۔ ایف ہے۔ یہ ہتھیار اس قدر اہم ہے کہ ہم نے اسے پوری دنیا کی نظروں سے چھپانے کے لئے انگریز کے انتہائی خوفناک اور وسیع و عریض ریگستان میں انتہائی کثیر رقم خرچ کر کے لیبارٹری قائم کی ہے۔ اس لیبارٹری میں گزشتہ چار سالوں سے ڈی۔ ایف پر ریسرچ جاری ہے۔ اور دنیا بھر کے اہم ترین سائنس دانوں کو یہاں اکٹھا کیا گیا ہے لیکن اب ایک ایسے بوٹنٹ پر آکر ریسرچ رک گئی ہے جس کا کوئی حل کسی بھی سائنس دان کو نہیں مل رہا۔ اس رپورٹ کے بعد ہم نے خفیہ طور پر دنیا کے دوسرے بڑے بڑے سائنس دانوں کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ پاکیشیا کی ایک خفیہ لیبارٹری میں کام کرنے والے دو سائنس دان ڈی۔ ایف۔ ٹو نہیں البتہ اس سے ملتے جلتے ایک فارمولے پر کام کر رہے ہیں۔ وہ فارمولا تو بہر حال ہمیں مطلوب نہیں ہے کیونکہ ہمارے لئے وہ کوئی مسئلہ نہیں۔ ہمارے پاس اس سے لاکھوں گنا زیادہ طاقتور اور سرترج الانر ہتھیار موجود ہیں لیکن اس فارمولے میں بھی وہی بوٹنٹ ریسرچ میں آیا تھا اور اسے ان دونوں سائنس دانوں نے مل جل کر حل کر

تو ایک طرف وہاں کے باشندوں کو بھی نہیں ہے۔ لگژائر کا رقبہ انتہائی وسیع ہے، لیکن یہ پورا ملک خوفناک صحرا پر مبنی ہے۔ ساحل کے ساتھ ساتھ یا ہمسایہ ملک مراکش کی سرحد کے قریب اور اسی طرح لایبیا کے ساتھ آبادیاں اور شہر موجود ہیں۔ لیکن وسطی علاقہ انتہائی خوفناک اور ناقابلِ حیات صحرا ہے۔ خاص طور پر مغربی صحرا کا علاقہ اور مشرقی صحرا کا علاقہ ایسا ہے کہ جہاں ہر وقت انتہائی خوفناک طوفان چلتے رہتے ہیں۔ اس لئے اگر طرف کوئی آبادی نہیں ہے۔ اگلیا البتہ مغربی صحرا کے کنارے پر ایک قدم غلستان ہے جہاں لوگ سستے تھے۔ اس آبادی کو وہاں سے نکالا کروہاں موجود لوگوں کو آباد کر دیا گیا ہے۔ یہ لوگ مذہباً یہودی ہیں لیکن ہیں یہ انہی صحراؤں کے بدو۔ یہ سب لوگ پہلے باجوت میں رہتے تھے۔ انہیں باجوت سے نقل مکانی کر کر اگایا لے جایا گیا ہے۔ چونکہ اس خوفناک صحرا میں ٹڈی دل انڈے دیتا ہے، اس لئے لگژائر وسطی صحراؤں میں اقوام متحدہ کا ٹڈی دل کے خلاف کام کرنے والے ادارے کا کنٹرول ہے اور وہ مسلسل وہاں ٹڈی دل کے انڈوں کی تلاش اور ان پر زہریلی ادویات چھڑکنے کا کام کرتا رہتا ہے۔ اقوام متحدہ کے اس ادارے نے اس مقصد کے لئے اس صحرا میں جگہ جگہ بڑے بڑے اڈے بنائے ہوئے ہیں۔ اور یہ کام پچھ سو سال ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے اس ادارے کے بڑے بڑے بیلی کا پٹر مسلسل اس صحرا میں لگتے جاتے رہتے ہیں، اور انہیں حکومت، لگژائر بھی چیک نہیں کرتی جب ہم نے اگلیا میں لیبارٹری بنانے کا فیصلہ کیا تھا تو ہم نے ایک سال تک مسلسل اپنی کوششیں کیں تو اس سیکشن میں کام کرنے والے لوگوں کے

میں کوئی بینک پڑے۔ کیونکہ جن صلاحیتوں کے وہ لوگ ہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری اسی لیبارٹری کو نقصان پہنچا دیں، چنانچہ طے کیا گیا ہے کہ ہم بھی کوشش کریں کہ انہیں اگلیا لیبارٹری کا علم ہی نہ ہو سکے۔ وہ ڈاکٹر درانی کو تلاش کرنے کے لئے ادھر ادھر تک مارتے پھریں، تاکہ ہمارا یہ ہتھیار تیار ہو جاتے جو ہمارا سب سے اہم مشن ہے، اس لئے یہ طے ہوا ہے کہ ڈاکٹر درانی کے اخراج کے لئے ہم ایسے لوگوں کو سامنے لائیں جن کا کوئی تعلق کسی سیکرٹ ایجنسی سے نہ ہو۔ اس کے لئے ہی فیصلہ ہوا ہے کہ کمانڈوز کو حرکت میں لایا جائے۔ پھر اہم بات ڈاکٹر درانی کو اخراج کے اس طرح اگلیا پہنچانا ہے کہ کسی کو معلوم نہ ہو سکے۔ چنانچہ یہ فیصلہ کیا گیا کہ اس کے لئے اہل وزیں استعمال کی جائیں جو ڈاکٹر درانی کو خفیہ طور پر ایک جیپا سے لے کر شمالی بحر اوقیانوس اور پھر آہستہ جہاز سے لگژائر کے ایک غیر آباد بندرگاہ اور ان پہنچا دیں گے۔ جہاں سے اُسے مخصوص پہیلی کا پٹر کے ذریعے لگژائر کے انتہائی خوفناک صحراؤں مغربی صحرا اور مشرقی صحرا کے درمیان واقع اگلیا لیبارٹری تک پہنچا دیں گے، اس طرح دنیا میں کسی کو بھی معلوم نہ ہو سکے گا کہ ڈاکٹر درانی کون سے لگژائر آیا ہے۔ اور اُسے کہاں پہنچا دیا گیا ہے۔ ”صدر غلستان نے تیز تیز بلجھیں کہا۔

”سر لگژائر بھی تو مسلم ملک ہے۔ ایسا نہ ہو کہ۔۔۔۔۔۔“ دانش نے پہلی بار زبان کھولتے ہوئے کہا۔

”مجھے معلوم ہے کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ لیکن ہم احمق نہیں ہیں۔ یہ لیبارٹری ہم نے سوچ سمجھ کر بنائی ہے۔ اور اس لیبارٹری کا علم لگژائر کے حکام

بارے میں قطعی کوئی علم نہ ہوگا۔ اب مشن کی تفصیل اور اپنے اپنے کاموں کی بابت بھی آپ سن لیں۔ جیسپر ڈاکٹر درانی کو اٹھا کر کے ڈاش کے محلے کرے گا۔ ڈاش اسے آبدوز کے ذریعے الگ آڑ پہنچائے گا۔ وہاں کرنل اباجر موجود ہوگا۔ وہ اسے وصول کر کے لیبارٹری پہنچا کر فیلر کے محلے کرے گا اور فیلر اُسے لیبارٹری کے اندر لے جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی جیسپر اور ڈاش کا کام ختم ہو جائے گا اور صرف کرنل اباجر اور فیلر کا کام رہ جائے گا۔ یعنی اگر سیکرٹ سروس وہاں پہنچتی ہے۔ اب آپ اچھی طرح سمجھ گئے ہیں ساری صورت حال۔ صدر مملکت نے کہا۔

”یس سر۔ آپ قطعاً بے فکر رہیں۔ سب کام مکمل طور پر اوکے ہوگا۔“ ان چاروں نے کہا۔

”او۔ کے اب تم یہاں سے جا کر رہنے ہوٹل میں بٹھرو گے۔ تمہارے کمرے وہاں مخصوص ہیں۔ وہاں اس مشن کا چیف کرنل زیدو آپ سے رابطہ کرے گا۔ کرنل زیدو کبھی بھی سامنے نہ آئے گا۔ آپ کا اس سے رابطہ صرف فون یا مخصوص ٹرانسمیٹروں کے ذریعے رہے گا۔ آپ سب اس کے احکامات کے تابع رہیں گے، جب تک ڈاکٹر درانی کرنل اباجر تک نہیں پہنچ جاتا۔“ صدر مملکت نے کہا اور وہ چاروں اٹھ کھڑے ہوئے۔ صدر مملکت خود بھی اٹھے اور انہوں نے درخانے کے ساتھ لگا ہوا وہ مخصوص ٹین پر سس کیا اور دروازہ کھول دیا۔

”مجھے یقین ہے کہ عظیم اسرائیل کی خاطر آپ لوگ اس مشن کی کامیابی میں اپنی تمام صلاحیتیں صرف کر دیں گے۔“ صدر مملکت نے باری باری ان سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ اور ان چاروں نے جواب

تبادلے کر کے وہاں مستقل طور پر پہنچنے خاص تربیت یافتہ افراد تعینات کرادیئے۔ اس طرح یہ پورا علاقہ درپردہ اسرائیل کے قبضے میں آگیا۔ پھر اسی ادارے کے بڑے بڑے ٹرانسپورٹ ہیلی کاپٹروں کے ذریعے لیبارٹری کی مشینری وہاں پہنچائی گئی۔ آدمی بھیجے گئے اور دو سال کی سروسٹ کوششوں کے بعد یہ لیبارٹری قائم ہوئی۔ اب بھی یہ سیکشن مکمل طور پر ہمارے قبضے میں ہے اور ہم نے اس کے لئے وہاں خصوصی تربیت یافتہ افراد رکھے ہوئے ہیں۔ اس لئے ہمیں وہاں کوئی خطرہ نہیں ہے اس کے باوجود ہم نے اگلیا کے گرد ایک وسیع دائرے میں ریکٹان کے اندر مخصوص خفیہ اڈے تعمیر کئے ہوئے ہیں۔ جہاں ہمارے تربیت یافتہ صحرائی کمانڈوز موجود رہتے ہیں۔ جن کے پاس ہر قسم کا اسلحہ، ٹرانسپورٹ اور سائنسی آلات موجود ہیں۔ یہ کمانڈوز ڈینڈ کمانڈوز کہلاتے ہیں اور ان کا سربراہ کرنل اباجر ہے۔ اس لئے ڈاکٹر درانی کو وہاں لے جانے میں کوئی رکاوٹ پیش نہ آئے گی۔ اب اگر بعض مجال پاکیشیا سیکرٹ سروس کو کسی طرح علم ہو جاتا ہے کہ ڈاکٹر درانی کو اگلیا لیبارٹری لے جایا گیا ہے۔ تو یقیناً وہ لوگ اسے واپس حاصل کرنے کے لئے وہاں جائیں گے۔ تو پھر وہاں کرنل اباجر کا سیکشن حرکت میں آجائے گا اور انہیں وہیں صحرائی ہی ختم کر دے گا۔ اور اگر یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ وہ کرنل اباجر کے سیکشن کو فوج دے کر یا ختم کر کے لیبارٹری میں پہنچ جاتے ہیں تو لیبارٹری کا سیکورٹی چیف فیلر ان کا فائر کر دے گا۔ یہ ہے مشن، اسے خفیہ رکھنے کے لئے میں نے آپ لوگوں کو دفتر کی بجائے یہاں، اٹلیا بھیجے اور سوائے تمہارے، میرے اور چند خاص حکام کے اس خصوصی اہل انتہائی مہم کے

لہجے میں کہا۔

”یس سر“ — دوسری طرف سے کرنل زیرو کی مودبانہ آواز سنائی دی۔

”ہمیں فائنل ہدایت مل چکی ہیں“ — صدر نے کہا۔

”یس سر بل چکی ہیں“ — کرنل زیرو نے جواب دیا۔

”کیا ہدایات ہیں۔ دہراؤ“ — صدر نے کہا۔

”سر فائنل ہدایت یہی ہیں کہ جب ڈاکٹر درانی اٹھا، سو کر سب میری انچارج ڈاش کی تحویل میں چلے جائیں کو کمانڈوز کے انچارج بمبیر اور ان پانچ کمانڈوز کو جو اس مشن میں کام کریں گے، فوری طور پر ہلاک کر دیا جائے۔ پھر جب ڈاش سب میری کے ذریعے ڈاکٹر درانی کو کرنل اباجر کے حوالے کر دے اور کرنل اباجر اسے لے کر چلا جائے تو ڈاش اور اس سب میری کے تمام عملے کو ہلاک کر دیا جائے“ — کرنل زیرو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ہاں یہ انتہائی ضروری ہے۔ کیونکہ انہی لوگوں کے ذریعے یہ خبر پکڑی سیکیورٹ سروس تک پہنچ سکتی ہے ویسے نہیں۔ اور ان کے ہلاک ہو جانے کے بعد اس کا سکوپ قطعی ختم ہو جائے گا۔ سب کام انتہائی احتیاط سے ہونا چاہیے“ — صدر نے تیز لہجے میں کہا۔

”آپ بے فکر رہیں سر۔ بالکل درست کام ہوگا“ — دوسری طرف سے کرنل زیرو نے کہا اور صدر نے او۔ کے کہہ کر ریسیور رکھا اور ایک طویل سانس لیتے ہوئے کرسی کی اونچی نشست سے سر ہٹکا دیا۔

میں عظیم اسرائیل کی قسم کھا کر حلف دیا کہ وہ اس مشن کی خاطر اپنی صلاحیتیں اور اپنی جان دینے سے بھی دریغ نہ کریں گے اور اس کے بعد چاروں کمرے سے باہر نکل گئے۔ ان کے جانے کے بعد صدر مملکت نے دروازہ بند کیا اور ایک بار پھر وہ بیٹن پریس کر کے واپس کمرے میں موجود بڑی سی میز کے قریب پہنچے اور کسی پرہیزگارانہ انداز میں ریسیور اٹھا لیا۔

”یس سر“ — دوسری طرف سے ایک مودبانہ آواز سنائی دی۔

”کرنل زیرو سے بات کرو اسپیشل لائن پر“ — صدر مملکت نے تیز اور تھکاتہ لہجے میں کہا اور ریسیور واپس رکھ دیا۔ کمرے میں انٹر کام کے علاوہ تین رنگوں کے فون تھے۔ ایک سفید رنگ کا جس کا تعلق پینل سیکیورٹی سے تھا، دوسرا سرخ رنگ کا، جو پینل لائن کا فون تھا جس پر ہونے والی گفتگو نہ کہیں سنی جاسکتی تھی اور نہ اُسے چیک کیا جاسکتا تھا چند لمحوں بعد سرخ رنگ کے فون سے مترنم موسیقی کی آواز سنائی دینے لگی۔ صدر نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔

”کرنل زیرو ولول رہا ہوں جناب“ — دوسری طرف سے ایک بھاری گلا تھہاتی مودبانہ آواز سنائی دی۔

”کرنل زیرو۔ چاروں سیکیورٹی کے چیفس کو میں نے بریف کر دیا ہے۔ اور انہیں چیک بھی کر لیا ہے۔ یہ لوگ ٹھیک ہیں صحیح کام کریں گے۔ اب وہ ہوٹل پہنچ جائیں گے۔ اس کے بعد آپ نے ان کا چارج سنبھال لینا ہے۔ غجے ساتھ ساتھ رپورٹ ملتی رہنی چاہیے“ — صدر نے تھکاتہ

”آخر میں ہمارا بھی خاتمہ ضروری ہے کرنل زیرو۔ میں اگلیا لیا ہارٹری کے سلسلہ میں کوئی رسک نہیں لینا چاہتا“۔ صدر مملکت نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور چونک کر انہوں نے آنکھیں کھولیں۔ اور اگے کی طرف ٹھک کر میز کی دروازہ کھولی اور اس میں سے ایک قابل نکال کر میز پر رکھی۔ قابل پر کرنل زیرو اور ٹاپ سیچرٹ کے الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ قابل کھول کر وہ ۱۵۰ سے بڑھتے رہے اور پھر ان کی نظر آخری کاغذ پر جم گئیں۔ یہ کرنل زیرو کے قتل کا اجازت نامہ تھا جو صدر مملکت کی طرف سے اسرائیل کے ایک ایسے مخصوص کیسٹن کو جانا تھا جس کا کام ہی حکومت کے لئے خاص خاص لوگوں کو خفیہ طور پر قتل کرنا تھا۔ ایک لحاظ سے یہ حکومت کا قابل شعبہ تھا اور یہ شعبہ صدر مملکت نے خود قائم کیا تھا اور یہ ہمارا راست ان کے ہی کنٹرول میں تھا۔ اس شعبہ کی مدد سے وہ اپنے سیاسی دشمنوں کو خاموشی سے ٹھکانے لگوا دیا کرتے تھے۔ انہوں نے میز پر موجود قلم دان سے سرخ سیاہی والا پین اٹھایا اور اس اجازت نامے پر دو خط لکھ دیئے۔ ایک لحاظ سے یہ دو خط کر کے انہوں نے کرنل زیرو کی زندگی پر موت کی ہر لگا دی تھی۔ پھر قابل بند کر کے واپس دروازہ پر رکھی اور اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

سمر رحمان اپنے مخصوص کمرے میں بڑی بے چینی کے عالم میں بیٹھ رہے تھے۔ ان کے چہرے پر شدید غصے کے آثار نمایاں تھے۔ یہ غصہ انہیں غمگین پر آ رہا تھا۔ عمران جس طرح ثریا کا نام لے کر ان سے پانچ لاکھ روپے کا چیک لیا تھا۔ وہ ان کے لئے ناقابل برداشت تھا کیونکہ ان کی نظروں میں یہ دھوکہ تھا اور دھوکہ فریب وہ برداشت نہ کر سکتے تھے۔ اگر عمران فوراً ہی ان کے کمرے سے باہر نہ نکل جاتا تو یقیناً وہ اُسے گولی مار دیتے لیکن عمران کے دفتر سے چلے جانے کی وجہ سے وہ ایسا نہ کر سکے۔ لیکن ان کا غصہ اپنی جگہ تھا اور انہوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اس بار عمران کو ایسی سزا دیں گے کہ آئندہ وہ کسی کو دھوکہ دینے کا سوچ بھی نہ سکے گا۔ عمران کے جانے کے بعد انہوں نے کوٹھی فون کیا لیکن معلوم ہوا کہ ثریا لے نیوٹرٹی گئی ہوئی ہے۔ پھر انہوں نے لے نیوٹرٹی فون کر کے ثریا کو بلوا کر بات کی تو ثریا اس سارے واقعے سے لاعلم نکلی۔ اور نہ ہی اس کی کسی پہلی

کی سالگہ تھی۔ ثریا سے بات کرنے تک ان کے ذہن میں خیال تھا کہ ہو سکتا ہے کہ عمران نے آخری فقرہ اپنی عادت سے غجور ہو کر کہہ دیا ہو ورنہ واقعی وہ ثریا کی سہیلی کے لئے کارہ لینے کے لئے چپک لے گیا ہو۔ لیکن ثریا سے بات کرنے کے بعد تو ان کا غصہ پورے عروج پر پہنچ گیا۔ انہوں نے سو پر فیاض کے دفتر سے معلوم کر لیا کہ کہیں عمران ان کے دفتر سے نکل کر اس کے پاس نہ چلا گیا ہو لیکن عمران وہاں سر سے سے گیا ہی نہ تھا۔ فلیٹ پر بھی وہ نہ ملا تھا۔ البتہ انہوں نے سلیمان کو حکم دے دیا تھا کہ جیسے ہی عمران فلیٹ پہنچے وہ اسے فوراً کوٹھی بھیج دے اور اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے سو پر فیاض کو بھی حکم دیا تھا کہ عمران کو تلاش کر کے ان بھی وہ موجود ہے اسے کوٹھی پہنچا دے۔ اور ان کی طبیعت عمران کے حسد و حسد کے وجہ سے اس قدر مکر ہو گئی تھی کہ وہ وقت سے پہلے ہی ترسے اٹھ کر واپس کوٹھی آ گئے تھے اور اس وقت اپنے خاص کمرے میں بیٹھتے ہوئے وہ عمران کا ہی انتظار کر رہے تھے۔ ثریا بھی یونیورسٹی سے واپس آ چکی تھی اور اسے جب معلوم ہوا تھا کہ سر رحمان دفتر سے پہلے کوٹھی آ گئے ہیں تو اسے بے حد تشویش ہوئی تھی کہ کہیں ان کی طبیعت لرز اب نہ ہو۔ وہ انہیں پوچھنے کے لئے ان کے کمرے میں آئی مگر کوئی خاص طرح سر رحمان کو اپنی بیٹی ثریا سے بے حد محبت تھی۔ اسی طرح ثریا جان بھی سر رحمان میں اٹکی ہوئی تھی۔ لیکن چونکہ اس وقت سر رحمان کو راز اب بے حد غصہ آیا ہوا تھا اور ان کے دماغ کی سوئی اس بات پر جی ہوئی تھی کہ عمران کو سخت ترین سزا دی جاتے۔ اس لئے انہوں نے ثریا کو بھی خلاف معمول جبر مک دیا تھا۔ اور ثریا خاموشی سے سر جھکاتے

واپس چلی گئی تھی۔ لیکن انہیں غصے کی وجہ سے یہ اندازہ نہ ہو سکا تھا کہ ثریا کو اس طرح بھڑکنے کا کیا نتیجہ نکلے گا ورنہ وہ اسے اس طرح کبھی نہ بھڑکتے اور انہیں اس بات کا احساس اس وقت ہوا جب دروازہ کھلا اور ثریا اپنی اماں بی کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی۔ ظاہر ہے، ثریا نے جاکر اماں بی کو ساری رپورٹ دینی تھی اور اس کے بعد اماں بی کی آمد ایک لازمی امر تھا۔

”میں اس وقت ذہنی طور پر بہت پریشان ہوں بیگم، اس لئے مجھے ڈسٹرٹ مت کرو اور اپنے کمرے میں جا کر آرام کرو۔“ سر رحمان نے بیگم کو دیکھتے ہی اپنے غصے کو جبراً دبا کر نرم لہجے میں بات کہتے ہوئے کہا۔

”مجھے ثریا نے بتا دیا ہے کہ تم پریشان ہو۔ لیکن میں یہ پوچھنے آئی ہوں کہ پریشانی کیا ہے۔ ثریا نے مجھے بتایا ہے کہ تم نے یونیورسٹی فون کر کے اس سے پوچھا تھا کہ اس کی سہیلی کی سالگہ ہے جس میں اس نے نئی کار تحفے میں دینی ہے۔ بس اس کے بعد تم گھر آ گئے۔ اس کا مطلب تو یہی ہوا کہ تمہاری پریشانی کا تعلق ثریا کی سہیلی کی سالگہ سے ہے۔ لیکن میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ ثریا کی سہیلی یا اس کی سالگہ میں تمہارے پریشان ہونے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔“ اماں بی نے کہا۔ ظاہر ہے وہ اتنی آسانی سے تو واپس جانے والوں میں سے نہیں تھی جب تک ان کی پوری طرح تسلی نہ ہو جاتی۔

”یہ سب تمہارے لاڈلے بھائی کا نتیجہ ہے کہ عمران اب دھوکے باز ہو گیا ہے، اور میں یہ بات قطعی برداشت نہیں کر سکتا۔ میں اسے گولی

مار دول گا۔۔۔ سر رحمان مزید غصہ برداشت نہ کر سکے اس لئے بے اختیار پھٹ پڑے۔

”عمران دھوکے باز ہو گیا ہے۔ کیا مطلب، کیا تم ہوش میں ہو۔“  
عمران کو میں تم سے زیادہ جانتی ہوں آخر وہ میرا بیٹا ہے۔ میں نے اُسے پالا ہے۔ تم نے تو کبھی مڑکھی بھی اُسے نہ دیکھا تھا۔ اُس نے تمہیں کیا پتہ۔ بتاؤ کیا دھوکہ کیا ہے اُس نے۔“ اماں بی کے دلچسپی میں حیرت کے ساتھ ساتھ ہلکا سا غصہ بھی موجود تھا۔ اور جواب میں سر رحمان نے عمران کی آمد سے لے کر اس کا چیک وصول کر کے آخری فقرہ بھی بتا دیا۔

”تو اس میں دھوکہ کہاں سے گھس لیا۔ کیا بیٹے کا باپ سے پیسہ لینا دھوکہ ہوتا ہے۔ یہ تم جو زمینوں کی آمدنی سے بنک بھر رہے جا رہے ہو کیا یہ کسی اور کے لئے اکٹھے کر رہے ہو۔ آخر یہ دولت عمران نہ لے گا تو اور کون لے گا۔ کیا ہوا اگر اس نے پانچ لاکھ روپے لے بھی لئے تو کون سی قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔ تمہیں تو جانتے تھا کہ خود بیٹے کو کوئی اچھی سی کار لے کر دیتے۔ وہ بیانی سی ڈبیا گھسیٹے پھر رہا ہے۔ تمہاری ناک نہیں کٹی اس وقت جب وہ اس کٹارہ سی ڈبیا میں بیٹھا ہے۔“ اماں بی کا پارہ اب عروج پر پہنچ گیا تھا۔

پانچ لاکھ کی بات نہیں ہے بیگم، وہ مجھے سیدھی طرح آکر کہہ دیتا تو میں اُسے پانچ لاکھ دے دیتا۔ لیکن دیکھو اس نے کس طرح دھوکہ لٹائی سے کام لیا کہ خریا کی ہسپتال کی سالگرہ ہے اور خریا کی ہسپتال غریب ہے۔ وہ اُسے تحفے میں کار دینا چاہتی ہے۔ کیا ضرورت تھی اُسے فراڈ کرنے کی۔“

سر رحمان نے بھی غصیلے لہجے میں کہا۔

”یعنی خریا کی ہسپتال کو تو کار تحفے میں دی جا سکتی ہے۔ اس نے کار خریا تمہاری لاڈلی ہے۔ لیکن اپنے بیٹے کو جس دی جا سکتی۔ مجھے معلوم ہے تمہیں اصل غصہ کس بات پر ہے۔ تم تو ہمیشہ بیٹے کے دشمن رہے۔ بیٹے کی جیب میں پانچ لاکھ۔ تم سے برداشت نہیں ہوا ہے۔ میں اپنے بھائی سے منگوا کر دے دوں گی تمہیں پانچ لاکھ۔ پانچ لاکھ کے لئے تمہاری جان نکلی جا رہی ہے۔ بیٹے کو گولی مارنے چلے ہو۔ کہڑوں روپے بنکوں میں پڑے سر رہے ہیں اور پانچ لاکھ روپوں کے لئے اس قدر آفت چار کھی ہے۔ مجھے پتہ ہے کہ اگر وہ اپنے لئے تم سے پانچ لاکھ مانگتا تو تم نے دینے تھے اُسے پانچ لاکھ۔ تم پانچ روپے بھی نہ دیتے اُسے، میں جانتی ہوں تمہاری عادت۔“ اماں بی کا غصہ اور بڑا گیا تھا۔

”پانچ لاکھ کی بات نہیں ہے بیگم۔ تم سمجھتی تو نہیں ہو۔ بس شور مچاؤ ہو۔“ سر رحمان نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ وہ اب جوان بیٹوں کے سامنے بیگم سے زیادہ بات بھی نہ کر سکتے تھے۔ اور ویسے بھی ان کی شروع سے عادت تھی کہ بیگم کے غصے کو نرمی سے برداشت کرتے تھے، کیونکہ بیگم کا مزاج ہی ایسا تھا کہ غصہ ان کی ناک پر دھرا رہتا تھا اور خاص طور پر عمران کے محلے میں۔

”اچھا میں شرم چار رہی ہوں اور تم جو یہ کمرے میں ٹہل رہے ہو۔ بستوں بھر کر رکھا ہوا ہے۔ تم تو درویشوں کی طرح کم بولتے ہو۔“ اماں بی نے تیز لہجے میں کہا۔



”اوصرا تو پہلے یہ بتا کہ تمہیں باپ سے دھوکہ دے کر پیسے مانگے شرم نہ آئی۔ بول کیوں تو نے ثریا کا نام لے کر پیسے لئے، سیدی طرح مانگے ہوئے تمہیں شرم آتی تھی۔ کیا کسی غیر سے مانگنا تھا انہیں۔“

اماں بی نے قریب بٹلا کر اس کا کان پکڑتے ہوئے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

”اماں بی مجھے تو اس ثریا نے کہا تھا کہ اس طرح ڈیڑی سے پانچ لاکھ روپے لے لو۔ آدھے تم رکھ لینا آدھے مجھے دے دینا۔ ویسے اماں بی آپ تو جانتی ہیں ڈیڑی کو مجھے مسلسل پیسے دیتے بہتے ہیں۔ جب بھی مجھے ضرورت ہوتی ہے میں ڈیڑی کو فون کر دیتا ہوں اور ڈیڑی مجھے فیاض کے ہاتھ قلم بھیج دیتے ہیں۔ یہ سب ثریا کی شراوت ہے۔“ عمران نے بڑے موڈ باند لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی ایک نظریں صورت حال کا جائزہ لے لیا۔ اس لئے اس نے جان بوجھ کر سر رحمان صاحب کے متعلق اپنے فخریہ کہے تھے۔

”تمہارا باپ تمہیں رقم دیتے ہی پر اسان تو نہیں کرتا۔ آخر یہ سب کچھ تمہارے ہی کام آتا ہے۔ کیوں ثریا تو بتا تم نے کیوں کہا تھا بھائی سے۔ جب باپ ناراض ہوا تو پھر مسکین بن کر کھڑی تھی۔ بول۔“

اماں بی نے عمران کا کان چھوڑا۔ اور ثریا پر پھٹ پڑیں۔

”میں نے کب کہا تھا۔ مجھے تو معلوم ہی نہیں۔ بھائی جان جھوٹ بول رہے ہیں۔“ ثریا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”اچھا اب تو اتنی ندیدی ہو گئی ہے۔ بے شرم بے حیا کہ بڑے بھائی کو جھوٹا کہہ رہی ہے۔ مجھے پتہ ہے یہ سب تمہارے باپ کا لاڈ ہے۔

”اماں بی آئیے چلیں میں بھائی جان کو کہہ دوں گی وہ واپس کر دیں گے پیسے۔“ ثریا نے جنگ کا گراف اوچھا جاتے دیکھ کر بیچ بچاؤ کرانے کے لئے کہا کیونکہ وہ اپنے باپ کی عادت بھی جانتی تھی کہ ایک حد تک وہ غصہ برداشت کریں گے اس کے بعد انہیں کسی بات کی پرواہ نہ رہے گی اور اماں بی انہیں تو کنٹرول کرنا ہی مشکل ہو جائے گا۔

”کیوں واپس کر دے گا پیسے کیا اس کے باپ کی کمائی نہیں ہے یہ۔“ کا حق نہیں ہے ان پر۔ جذوار جو قم نے اسے پیسے واپس کرنے کے کہے۔ میں تمہاری جان ایک کر دوں گی سمجھی۔ اور تم بھی سُن لو۔ اب تم نے عمران پر اتنے غصے نکالیں تو مجھ سے بڑا کوئی نہ ہوگا۔“ اماں بی انتہائی غصیلے لہجے میں پہلے ثریا سے اور پھر سر رحمان سے مخاطب رہا اور پھر مڑ کر دروازے کی طرف بڑھ گئیں۔ سر رحمان ہونٹ چلاتے نئے خاموش ہو گئے۔ ظاہر ہے اب یہ کم کے عمران کی حمایت میں آجائے بعد وہ اسے سزا دینا تو ایک طرف اس سے غصے سے بول بھی سکتے تھے۔

لیکن ابھی اماں بی دروازے پر پہنچی ہی تھیں کہ دروازے پر عمران آیا۔

”اسلام علیکم اماں بی اور ڈیڑی۔ واہ آج تو اماں بی ڈیڑی کے کمرے نظر آ رہی ہیں۔ کیا ہوا ثریا کی شادی کا سلسلہ ہے۔ لیکن اگر ایسا ہے مجھے کیوں بٹلایا ہے۔ اب ثریا کا نصیب ہی ایسا ہو تو میں کیا کر سکتا ہوں۔“ عمران کی زبان کمرے میں داخل ہوتے ہی روانی سے پکڑی۔

”کیسے اماں بی۔ میں نے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔“  
 عمران نے اماں بی کا ہاتھ پکڑ کر دروازے کی طرف جاتے ہوئے کہا۔  
 ”ضروری بات، کون سی ضروری بات؟“ — اماں بی نے چونک کر پوچھا۔

”آپ چلیں تو یہی اپنے کمرے میں“ — عمران نے کہا اور پھر وہ اماں بی اور ثریا کو لے کر سردر حمان کے کمرے سے باہر آگیا۔  
 ”ہاں اب بتاؤ، کون سی ضروری بات ہے؟“ — اماں بی نے اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ عمران زمین پر ہی اماں بی کے قدموں میں بیٹھ گیا۔

”اماں بی۔ میں نے ثریا کے لئے ایک رشتہ ڈھونڈ لیا ہے۔ بڑا مینڈم آدمی ہے“ — عمران نے ثریا کی طرف دیکھ کر شہزاد بھرے دماغ میں کہا۔ جس کا اماں بی سے جھاڑ کھانے کے بعد منہ بنا ہوا تھا۔

”اوہ کہیں تم بھی باپ کی طرح پاگل تو نہیں ہو گئے۔ ثریا کی زندگی بھی ہو چکی ہے، ہاں تو اپنی بات کر۔ یہ تیرے باپ کو تو فکھ ہی نہیں بس صبح کار میں بیٹھ کر گردن اکٹارتے دفتر چلا جاتا ہے اور شام کو کلب اور رات کو خراٹے لینا شروع کر دیتا ہے۔ بات کرو تو کاٹنے کو دوڑتا ہے“ — اماں بی نے کہا۔

”اماں بی۔ بھائی جان نے تو شادی بھی کر لی ہے۔ آپ خواہ مخواہ اس کی شادی کی فکھ کر رہی ہیں“ — ثریا نے یکھنٹ کہا تو اماں بی اس قدر زور سے اٹھلیں کہ گرتے گرتے پیچیں۔ جب کہ عمران ان کے قدموں

ہزار بار کہا ہے کہ لڑکی کو نہ پڑھاویہ مونی انگریزی۔ لگسا س کے سر پر تو بھوت سوار ہے کہ میری بیٹی انگریزی پڑھے گی۔ اور پڑھاؤ اسے مونی انگریزی، اس کے دیدوں کا پانی ڈھل گیا ہے۔ اب بڑے بھائی پر ازام لگنے لگی ہے۔ بس آج سے اس کا گھر سے نکلنا بند۔ خبردار اگر یہ لگی وہ مونی ورنی کوٹی میں پڑھے۔ اماں بی کا قصہ عروج پہ پہنچ گیا۔  
 ”اماں بی اس نے مجھے انگریزی میں نہ کہا تھا اس نے انگریزی پڑھنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بہر حال البوکو رقم چاہیے۔ دسے دوں گا رقم۔“  
 فی الحال تو میرے پاس نہیں ہے۔ میں نے ایک بیوہ عورت کو دسے دی ہے رقم کیونکہ اس کے پاس مکان نہ تھا۔ میں نے سوچا چلو ویڈی کو اس طرح تو اب تو بٹلے گا۔ کوئی نیکی تو ہوئی ہی چاہیے۔ کیوں اماں بی۔“  
 عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ یہ تم نے بہت اچھا کیا ہے۔ ورنہ مجھے تو ہر وقت یہی فکر رہتی تھی کہ تمہارے باپ کی عاقبت کیا ہوگی۔ دیکھا میرا بیٹا کتنا نیک ہے۔ تمہاری عاقبت کے لئے مجھ ہی سوچنا ہے۔ نہیں تو فکھ ہی نہیں بس انگریزی سوٹ چڑھاتے افسر کرتے رہتے ہو“ — اماں بی عمران کی بات سن کر سب کچھ معمول بھال کر خوش ہو گئیں۔ ان کی عادت تھی کہ نیکی کی بات سننے ہی وہ سارا قصہ بھول جایا کرتی تھیں۔

”کون سی بیوہ کو دیتے ہیں بیسے“ — سردر حمان نے ہونٹ چہلاتے ہوئے کہا۔ ان کے چہرے پر ایک بار پھر شخص کے تاثرات بھرنے لگے تھے۔  
 ”اے ہوگی کوئی بیوہ۔ تم کیوں پوچھ رہے ہو۔ کیا ارادہ ہے؟“ — اماں بی تنک کر لیں اور سردر حمان کے لئے اختیار منہ دوسری طرف کر لیا۔

”اماں بی۔ آپ کی جان تو پہلے ہی نکل چکی ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیا۔ کیا کہہ رہا ہے۔“ اوہ یقیناً تم پر کچھ کسی کا سایہ ہو گیا ہے۔“ ثریا۔ اوہ ثریا کی بیٹی۔“ اماں بی نے کہا اور پھر وہ نذر زور سے اور بیچ بیچ کر ثریا کو آوازیں دینے لگیں۔ ان کا چہرہ ایک بار پھر رنگ بدلا لگا۔

”ارے ارے کیا ہو گیا۔ اماں بی۔ کیا ہوا، میرا مطلب تھا کہ آپ کی جان تو میں ہوں۔“ عمران نے بوکھلائے ہوئے انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ لیکن اماں بی نے ایک نہ سنی۔

”جی اماں بی۔“ ثریا نے کمرے میں آکر گھبراتے ہوئے انداز میں کہا۔ وہ اماں بی کی ہڈیاں انداز میں آوازیں دینے سے گھبرا گئی تھی۔

”جلدی سے میرا ہندو تچلے آؤ جلدی کرو۔ تمہارے بھائی پر پھر سایہ ہو گیا ہے۔ بیہاگلوں جیسی باتیں کر رہا ہے۔ جلدی کرو۔“ اماں بی نے چیخنے ہوئے کہا۔

”اماں بی۔ آپ کو کیا ہو گیا ہے۔“ عمران اماں بی کی بات سن کر ادھر پریشان ہو گیا۔

”خاموش رہو، ورنہ اتنی جوتیاں ماروں گی کہ مویا یہ سایہ بھی چمک کر رہ جاتے گا۔“ اماں بی نے عمران کو چھڑکتے ہوئے کہا اور عمران مجبوراً سر جھکا کر خاموش ہو گیا۔ اُسے احساس ہو گیا تھا کہ اس کی مذاق کرنے کی عادت نے اُسے پھنسا دیا ہے۔ اس نے تو حسب عادت اماں بی سے بھی مذاق کر دیا تھا مگر اب اماں بی اس کے ساتھ جو کرنے والی

میں سر جھکتے اس طرح بیٹھا رہا جیسے واقعی اپنے کئے پر انتہائی شرمندہ ہو گیا۔ ”کیا بک رہی ہے لڑکی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کیوں عمران۔“

اماں بی نے انتہائی غصیلے باجھ میں کہا اور ساتھ ہی انہوں نے عمران کا کان پکڑ لیا۔ غصے کی شدت سے ان کا بوٹھا جسم کانپ رہا تھا۔

”ثریا ٹھیک کہہ رہی ہے اماں بی۔“ عمران نے سر جھکاتے ہوئے جواب دیا اور اماں بی اس طرح جھٹکے سے پیچھے ہٹیں جیسے انہیں انتہائی طاقتور الیکٹرک شاک لگا ہو۔ ان کا چہرہ یکلخت پتھر کی طرح ہو گیا۔

”کیا۔ کیا یہ تم کہہ رہے ہو۔ تم۔“ اماں بی نے بڑی طرح جھکاتے ہوئے کہا اور عمران ان کی حالت دیکھ کر بڑی طرح گھبرا گیا۔

”اماں بی۔ ثریا اپنی یونیورسٹی کی مجھنگی سے زبردستی میری شادی کرانا چاہتی تھی اس لئے میں نے اس سے جان چھڑانے کے لئے جھوٹ بول دیا تھا کہ میری تو شادی ہو گئی ہے۔“ عمران نے تیزیز باجھ میں کہا اور اماں بی کی تیزی سے بگڑتی ہوئی حالت دوبارہ سنبھلنے لگ گئی۔ وہ بے اختیار تیز تیز سانس لینے لگیں۔

”اماں بی۔ یہ بھائی جان پھر جھوٹ۔۔۔۔۔۔“ ثریا نے تیزی سے کہا لیکن جھوٹ کا لفظ ادا کرتے ہی اس کے ذہن میں دوبارہ اماں بی کی پہلے والی جھڑکا منظر ابھر آیا اور اس نے جلدی سے فقرہ ادھورا چھوڑا۔ اور بجھاتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔

”تم نے تو میری جان نکال دی تھی۔“ اماں بی نے غصیلے باجھ میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

چلو اٹھو عمران۔ چلو دفع ہو جاؤ اس جلدی زمانے میں ایسی باتیں کر رہی ہے کوئی سُننے گا تو کیا کہے گا۔“ سر رحمان نے انتہائی غصیلے ہلچے میں کہا اور جھک کر عمران کو بازو سے پکڑا۔ اور ایک جھٹکے سے کھڑا کر دیا۔

”اسے ارے رُک جاؤ۔ میرے بیٹے پر سایہ ہو گیا ہے اور تمہیں پرواہ ہی نہیں۔“ اماں بی نے ایک جھٹکے سے کھڑے ہوئے ہوئے کہا۔

”سایہ اس پر نہیں تم پر ہو گیا ہے سمجھیں۔ یہ دھونی تم اپنی ناک میں دو۔ چلو عمران میرے کمرے میں۔ تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔“ سر رحمان نے کہا اور عمران کو بازو سے پکڑے اس طرح گھسیٹے ہوئے اپنے کمرے کی طرف لے جانے لگے جیسے عمران چھوٹا سا بچہ ہو جو ماں باپ کے جھگڑے میں پھنس کر رہ گیا ہو۔

”میں کہتی ہوں رُک جاؤ۔ چھوڑ دو اسے ورنہ تجھے تمہاری ناک میں بھی دھونی دینی پڑے گی۔“ اماں بی نے غصے سے چیختے ہوئے کہا اور پھر انہوں نے ہاتھ بڑھا کر عمران کا دوسرا بازو پکڑا۔ اور اسے گھسیٹنے لگیں۔

”ڈیڈی آپ چھوڑ دیں ورنہ ہم دونوں کو دھونی یعنی پڑے گی۔“ عمران نے آہستہ سے باپ سے کہا اور سر رحمان عمران کو چھوڑ کر غصے سے بلبلا تے ہوئے اور پیر پختے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

”اماں بی سایہ کہہ رہا ہے کہ اگر دھونی دی تو وہ تریا کو بھی پکڑ لے گا وہ بغیر دھونی کے جانے پر تیار ہے۔“ عمران نے ہنسے ہوئے

ہنسے اس کا اندازہ اُسے اماں بی کے انداز اور ہلچے سے ہو گیا تھا۔ ایک لمحے کے لئے اُسے خیال آیا کہ اُٹھ کر بھاگ کھڑا ہو۔ لیکن پھر اس نے ارادہ بدل دیا۔ ظاہر ہے اماں بی سے بھاگ کر وہ کہاں جاسکتا تھا۔ اور جھگڑنے کا مطلب اماں بی لازماً یہی نکالیں گی کہ سایہ ان سے فرار ہو رہا ہے۔ پھر یہ بچا رہے سارے کے ساتھ جو ہوسو ہو عمران کی دائمی مٹی پلید ہو جاتی تھی۔

اُسی لمحے سر رحمان کمرے میں داخل ہوئے۔ ان کے چہرے پر بھی پریشان کنی کے آثار تھے۔

”کیا ہوا بیگم کیوں اس طرح چیخ رہی ہو۔“ سر رحمان نے پریشان سے ہلچے میں کہا۔

”جلدی آؤ ادھر اس کے بازو پکڑو۔ اس پر کسی طاقتور سارے کا اثر ہو گیا ہے۔ اسے ہر مل کی دھونی دینی پڑے گی۔ اری تریا، تریا کی بچی کہاں مڑتی تو۔“ اماں بی نے انتہائی پریشان سے ہلچے میں کہا۔

”اگلی اماں مگر۔۔۔۔۔“ تریا نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ اس کے ہاتھ میں قدیم زمانے کا بنا ہوا ایک پرانا سا صندوق تھا وہ بھی شاید اماں بی کے اس علاج پر احتجاج کرنا چاہتی تھی۔

”اگر مگر چھوڑ، جلدی کر فضلو سے کہو کہ دیکھتے ہوئے کو کون کی انکھی لے آئے۔ اور تم کھڑے میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو۔ اس کے بازو پکڑو اس نے دھونی کے وقت جھگڑنے کی کوشش کرنی ہے۔“ اماں بی نے صندوق لے کر چیختے ہوئے کہا۔

”کیا تم پاگل ہو گئی ہو۔ ہو نہ دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا۔“

”اماں بی بغیر دھونی کے نہیں جاسکتا۔ آپ دھونی دیں بھائی جان کو“  
 — ثریا نے شرارت بھرے ہلچے میں کہا۔

”اماں بی۔ میری بجائے ثریا کو دے دیں دھونی۔ یہ مستقل یہاں رہتی ہے ایسا نہ ہو کہ سیدہ واپس آئے اور غصے نہ پا کے لے پڑے۔“  
 عمران بھلا کہاں باز رہنے والا تھا۔

”آئے تو یہی پھر دیکھنا میں اس کا کیا شکر کرتی ہوں۔ اس کی جرأت ہے میری بیٹی کو پکڑنے کی۔ ہڈیاں چبا جاؤں گی۔“ اماں بی نے انتہائی غصے سے ہلچے میں کہا۔ ساتھ ہی انہوں نے صندوق کھولا اور پھر بریل کی پوٹلی نکال کر انہوں نے فضلو کی طرف بٹھا دی جو اچھی فرفرش پر رکھ کر مودب کھڑا تھا۔

”فضلو یہ پوٹلی لے جاؤ اور کوٹھی کے چاروں کونوں میں اس کی دھونی دے دو۔ پھر میں دیکھوں گی کیسے آتا ہے۔ جاؤ۔“ اماں بی نے کہا۔  
 ”بہتر بیگم صاحبہ۔“ بوڑھے فضلو نے مودب کو ہاتھ میں لیا اور لگے بڑھ کر اماں بی کے ہاتھ سے پوٹلی لے لی۔

”یہ پڑیا بھی لے جاؤ۔ مگر اسے کوٹوں پر نہ ڈالنا، ورنہ تمہارا دم جو ویلے ہی نکلنے کے لیے جھین رہتا ہے۔ فوراً نکل جائے گا۔“ ثریا نے مٹھی میں پکڑی ہوئی ایک چھوٹی سی پڑیا فضلو کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اور فضلو نے سر ہلا دیا۔

”کیا ہے اس پڑیا میں؟“ اماں بی نے چونک کر پوچھا۔  
 ”یہ بھی دھونی ہے، اماں بی، میری ایک سہیلی کے دادا بڑے کاہل پیر ہیں انہوں نے دی تھی۔“ ثریا نے کہا اور اماں بی نے اثبات میں

ہلچے میں کہا۔

”اوہ ثریا کو۔ خبردار اگر میری بیٹی کی طرف اس نے دیکھا بھی تو اس کی آنکھیں نکال لوں گی۔“ اماں بی کا غصہ اور عروج پتہ پہنچ گیا۔ اُسی لمحے عمران اچھل پڑا۔ اس کے چہرے پر شدید سرت کے آثار ابھرتے۔  
 ”اماں بی۔ وہ بھاگ رہا ہے۔ وہ دیکھیں وہ ادھر۔ وہ نکل گیا دیکھنے سے واہ اماں بی۔ یہ تو دھونی کے نام سے ہی ڈر گیا ہے۔“ عمران نے سرت سے بھر پور ہلچے میں کہا۔ اس کی ادکاری اس قدر بے دماغ تھی کہ اماں بی کو بھی یقین آ گیا۔

”شکر ہے خدا کا۔ اس نے تو بھاگنا ہی تھا۔ اللہ کی کلام پر طبعی ہوتی ہے اس دھونی پر وہ تو کیا اس کا باپ بھی بھاگ جاتا۔“ اماں بی نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔

”باپ۔ بیچارہ تو پہلے ہی ڈر کر بھاگ چکا ہے۔“ عمران پھر مذاق سے باز نہ آسکا تھا۔ اس کا اشارہ سرِ رحمان کی طرف تھا۔  
 ”باپ کس کا باپ۔“ اماں بی نے تو محاورہ نہ کہہ دیا تھا لیکن عمران کی بات پر وہ چونک پڑیں۔

اُسی لمحے ثریا اندر داخل ہوئی۔ اس کے پیچھے بوڑھا فضلو ہاتھوں میں انیسویں پکڑے ہوئے تھا جس میں کوئلے دھبہ رہے تھے۔

”اب ضرورت نہیں رہی وہ سایہ بھاگ گیا ہے۔ لے جاؤ واپس آئے۔“ اماں بی نے ایسے انداز میں کہا جیسے انہیں اپنی دھونی پر بے پناہ فخر کا احساس ہو رہا ہو۔ جس کا نام سن کر ہی سایہ بھاگ گیا تھا۔

سر بلا دیا۔

”اماں بی۔ میں اب جاؤں ڈیڈی کو کوئی ضروری بات کرنی ہے تجھ سے“ — عمران نے بڑے موذبانہ دلچسپی میں کہا۔

”ہاں جاؤ اور سناؤ اب اگر یہ سایہ آئے تو تجھے ضرور بتانا“ —

اماں بی نے ہاتھ میں موجود بیج گھماتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے ٹھیک ہے میں ثریا کے ہاتھ بیج دوں گا اُسے وہ آپ تک پہنچا دے گی“ — عمران نے بڑے موذبانہ دلچسپی میں کہا اور پھر تیزی سے دروازے کی طرف لپک گیا۔ ثریا بھی مسکراتی ہوئی اکس کے پیچھے باہر آگئی۔

”آج مزہ آتا اماں بی دھونی دیتیں تو میں نے بھی سُرخ مرچیں ڈال دینی تھیں ساتھ ہی“ — ثریا نے باہر نکلتے ہی ہنستے ہوئے کہا۔

”اوہ تو یہ سُرخ مرچوں کی پڑیا تھی۔ اچھا اب دیکھنا اپنا شتر پوسے لیک پاؤ مرچوں کی دھونی دلوں گا ہوں نہیں“ — عمران نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا اور ثریا ہنستی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بھاگ گئی اور عمران مسکراتا ہوا سر در حمان کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ سر در حمان کمرے پر خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے چہرے پر ابھی تک متکدر اور کبیدگی کے آثار موجود تھے۔

”ہو گیا تمہارا علاج۔ تمہاری ماں کی اس ضعیف الاعتقاد نے مجھے بے حد پریشان کر رکھا ہے“ — سر در حمان نے عمران کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر چمکتے ہوئے کہا۔

”آپ اللہ کے کلام کو ضعیف الاعتقاد دی کہہ رہے ہیں ڈیڈی۔ اماں بی

نے سُن لیا تو پھر آپ کو بھی دھونی دیتے بغیر پیچھے نہ بیٹیں گی“ — عمران نے کہا اور سر در حمان بے اختیار سُکسا دیتے۔

”اکس کی یہی سادگی اور خلوص تو ہے جس کی وجہ سے کام چل جاتا ہے“ — سر در حمان نے مسکراتے ہوئے کہا اور عمران ہنس پڑا۔

”ڈیڈی آپ کو وہ پانچ لاکھ روپے چاہئیں تو میں دے دوں“ — عمران نے جیب کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔ ”مگر تم تو کہہ رہے تھے کہ تم نے وہ کسی بیوہ کو دے دیئے ہیں مگر خریدنے کے لئے“ — سر در حمان نے چونک کر پوچھا۔

”اوہ ہاں ڈیڈی واقعی مجھے تو یاد ہی نہیں رہا۔ کہیں واقعی کوئی سایہ نہیں چمٹ گیا مجھ سے“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”سنو میں نے تمہیں اکس لئے بلایا تھا کہ اگر واقعی تمہیں رقم کی ضرورت ہو تو میں تمہیں اور دے دوں۔ تمہاری ماں کی اس بات نے مجھے واقعی سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ بینکوں میں یہ دولت آخر کس کے کام آئے گی“ — سر در حمان نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ارے نہیں ڈیڈی۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ مجھے ایسٹو سے اتنے بھاری چیک بل جاتے ہیں کہ میرا گزارہ آسانی سے ہو جاتا ہے۔ آپ ایسا کریں۔

اس دولت سے کوئی ویلفیئر ٹرسٹ بنادیں بس سو پر فی صُن کو اس کا پانچاچ نہ بنائیں“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیوں۔ کیا مطلب کیا فیاضی کی ایمانداری پر یہ تمہیں شک ہے“ — سر در حمان عمران کی بات سُن کر بری طرح چونک پڑے۔

”ارے نہیں ڈیڈی وہ بس ذرا لاپرواہ ہے۔ اس لئے کہہ رہا تھا“

لے تو میں نے تمہیں بلایا تھا کہ تجھے مل کر جانا۔“ سر رحمان نے کہا۔  
 ”ٹھیک ہے ڈیڈی کر لوں گا فون۔ دیا ہوا ادھار مانگ رہے ہوں  
 گے۔ میں نے سوچا تھا بوڑھے کوئی ہیں قبول جائیں گے مگر۔۔۔۔۔۔“  
 عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر تیزی سے کمرے کے دروازے  
 کی طرف مڑ گیا۔

”کیا کیا کہہ رہے ہو۔ تم نے سر داؤر سے ادھار لیا ہے۔ ادھر آؤ“  
 سر رحمان کے باجے میں صفحے کی بوک بچی۔

”ڈیڈی رقم نہیں لی تھی۔ وقت لیا تھا ادھار۔“ عمران نے  
 مسکراتے ہوئے کہا اور تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ لیکن کوٹھی سے  
 باہر جانے کی بجائے وہ تیزی سے ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا،  
 جہاں مین فون موجود تھا۔ باقی ساری کوٹھی میں اس مین فون کی کیمکشنز  
 لگائی گئی تھیں۔ چونکہ عمران سر رحمان کے سامنے سر داؤر کو فون نہ کرنا  
 چاہتا تھا اس لئے وہ ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے فون کے  
 پیچھے لگے ہوئے ایکسٹنشنز کے مین کو آف کیا اور پھر ریسیپٹا تھا کہ تیزی  
 سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

”یس داؤر سپیکنگ۔“ دوسری طرف سے سر داؤر کی آواز  
 سنائی دی۔ باجے بے حد سنجیدہ تھا۔ یہ سر داؤر کے مخصوص نمبر تھے اس  
 لئے اس پر سر داؤر براہ راست بات کیا کرتے تھے، ورنہ دوسرے نمبر  
 پر تو لیا بڑی آہستہ کے ڈیالے بات کرنی پڑتی۔

”آپ کا مقروض بول رہا ہوں جناب۔ لوگ کہتے ہیں ادھار تجھت  
 کی قینچی ہوتی ہے اس لئے تو میں نے آپ سے ادھار لیا تھا کہ آپ قینچی

عمران نے فوراً بات کا رخ موڑتے ہوئے کہا ورنہ وہ اپنے باپ کی عادت  
 جانتا تھا۔ انہیں اگر فیاض پر ذرا سا شک بھی پڑ جاتا تو پھر اس کے خلاف  
 خفیہ انکوائری ضرور شروع ہو جاتی اور اس انکوائری کا جو نتیجہ نکلتا وہ  
 اظہارِ شمس تھا۔ اس لئے عمران بات بدل گیا۔

”اوہ ہاں ٹھیک ہے۔ لاہر واہ تو ضرور ہے۔ او۔ کے میں اس پر  
 غور کروں گا۔“ سر رحمان نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”اب تجھے اجازت ہے ڈیڈی۔“ عمران نے مسکرا کر اٹھتے ہوئے  
 کہا۔ وہ سر رحمان کی عادت جانتا تھا کہ اماں بی کے کہنے پر انہیں خیال  
 و ضرور آیا تھا لیکن ایسا خیال جلدی ہی دھواں بن کر اڑ جاتے گا، اور  
 سر رحمان پھر پہلے جیسے سر رحمان بن جائیں گے۔

”ہاں جاؤ۔“ سر رحمان نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور عمران اٹھ  
 در دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ لیکھوت جیسے سر رحمان کو کوئی بات  
 یاد آگئی ہو۔

”سنو۔“ سر رحمان نے لیکھوت کہا اور عمران ان کی آواز میں  
 رشتہ شک کر ڈک گیا۔

”سر داؤر کا فون آیا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ عمران کو کہنا کہ تجھے  
 درزا فون کرے۔ میں نے ان سے بہت پوچھا کہ کیا بات ہے مگر وہ  
 ال گئے۔“ سر رحمان نے کہا اور عمران سر داؤر کے فون کا نمبر  
 رجسٹرنگ پڑا۔

”کب فون کیا تھا انہوں نے۔“ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔  
 ”اس وقت جب تمہاری ماں تمہیں دھونے دینے کے چکر میں تھی ماں

ان سے براہ راست بات کرنا چاہتا ہوں۔“ سردار نے جواب دیا۔

”سوری سردار۔ یہ نمبر ٹاپ سیکرٹ ہے۔ البتہ میں ایسا کر لیتا ہوں کہ ایکسٹو کو فون کر کے کہہ دیتا ہوں کہ آپ اس سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اگر چاہے گا تو آپ کو خود فون کر لے گا۔“ عمران نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

”اچھا ٹھیک ہے جلدی پیغام دے دو جس قدر دیر ہوگی اتنا ہی مسئلہ ٹیڑھا ہو جائے گا۔“ سردار نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ عمران نے ریسور رکھا اور پھر وہ جھگڑنے کی بجائے اُڑتا ہوا باہر لوہے کے دروازے میں موجود اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔ وہ اگر چاہتا تو وہیں سے فون کر کے سردار سے ایکسٹو کے بارے میں بات کر سکتا تھا لیکن ظاہر ہے یہاں کسی کے من لینے کا خطہ موجود تھا اس لئے کار نے وہ کوٹھی سے نکلا اور تیزی سے دانش منزل کی طرف بڑھ گیا۔

کوٹھنی سے کاٹ دیں گے لیکن آپ کی قینچی شاید پرانی ہو گئی ہے اس لئے قینچت کٹنے کی بجائے شدید ہوتی جا رہی ہے۔“ عمران کی زبان قینچی کی طرح چل رہی تھی۔

”عمران میں اس وقت بے حد پریشان ہوں۔“ دوسری طرف سے سردار کی آواز سنائی دی۔ بالچے میں واقعی شدید پریشانی ٹپک رہی تھی۔

”اوہ کیا ہوا سردار۔ کیا کوئی سائنسی پرابلم ہے۔ لیکن میں نے تو سانس میں صرف ڈگری لی ہے۔ ورنہ تجھے تو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ تھمس پیر کس مخلوق میں ڈالا جائے تو سرخ ہو جاتا ہے۔“ عمران جھلا اٹھی آسانی سے کب باز آنے والا تھا۔

”سنو میں ایکسٹو سے براہ راست بات کرنا چاہتا ہوں۔ سر سلطان صدر مملکت کے ساتھ شوگران کے سرکاری دوسرے پر ہیں۔ اس لئے ان کے ذریعے بات نہیں ہو سکتی۔ اس پر تجھے تمہارا خیال آیا۔ مگر تم فلیٹ پر موجود نہ تھے۔ وہاں سے تمہارے باورچی سلیمان نے بتایا کہ تم سردار حمان کی کوٹھی گئے ہو تے ہو۔ اس لئے میں نے سردار حمان کو فون کیا تھا۔“ سردار کے بالچے میں بے پناہ سنجیدگی تھی اور عمران سردار کی بات سن کر واقعی چونک پڑا۔ اس کی پیشانی پر لکیری اُبھرا آئیں۔ کیونکہ سردار کا ایکسٹو سے بات کرنا ہی بتا رہا تھا کہ اہم ترین مسئلہ ٹھٹس آگیا ہے۔

”اوہ آپ مجھے بتائیں۔ میں ایکسٹو تک آپ کا پیغام پہنچا دوں گا۔“ عمران نے انتہائی سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

”نہیں انتہائی اہم مسئلہ ہے۔ تمہیں ایکسٹو کا نمبر معلوم ہو گا تجھے بتاؤ۔“



”تو سہر، بس ایک معمولی سی رکاوٹ پیدا ہوگئی تھی جسے دور کر دیا گیا۔“  
 کرنل زیر نے جواب دیا اور صدر مملکت چونک پڑے۔  
 ”کیسی رکاوٹ، تفصیل بتاؤ۔“ صدر مملکت کا لہجہ سخت ہو گیا۔  
 ”سہر کوئی پریشانی والی بات نہیں تھی۔ ڈاکٹر درانی کے ساتھ ان کا  
 سیکرٹری بھی تھا جو سائے کی طرح ڈاکٹر درانی کے ساتھ رہتا تھا۔ پہلے تو ہم  
 موقع کی انتظار میں رہے کہ وہ ڈاکٹر درانی سے علیحدہ ہو تو ڈاکٹر درانی کو  
 اغوا کیا جائے، لیکن جب باوجود کوشش کے ایسا موقع نہ آیا تو ہم نے  
 اس کی موجودگی میں ڈاکٹر درانی کو اغوا کر لیا۔ اور اسے گولی مار کر ہلاک کر دیا۔“  
 کرنل زیر نے کہا۔

”اوہ کہاں سے اغوا کیا تم نے ڈاکٹر درانی کو؟“ صدر مملکت  
 نے پوچھا۔

”سہر ڈاکٹر درانی سیکرٹری کے ساتھ ایک کیمپ کے ایک مشہور سائنس دان  
 لارڈ ہربرٹ کی رہائش گاہ پر ان سے ملنے گئے چونکہ لارڈ ہربرٹ کی  
 رہائش گاہ اسی جگہ ہے جہاں اندر گد کا علاقہ ٹھکانا ہے۔ چنانچہ ہم نے  
 ان کی رہائش گاہ کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ جب وہ ان سے مل کر واپس آتے  
 تو ہم نے ویران جگہ پر ان کی کار روک لی۔ ڈاکٹر درانی کو بیہوش کر دیا گیا  
 جب کہ ڈرائیور اور ان کے سیکرٹری کو گولی مار دی گئی اور ڈاکٹر درانی  
 کو وہاں سے لے کر جیسپر اور اس کے کمانڈرز سمیت سیدھے مخصوص پلانٹ  
 پر پہنچے اور انہیں ڈاش کے حوالے کر دیا گیا۔ اس کے بعد آپ کی ہدایت  
 کے مطابق جب جیسپر اور اس کا دستہ دو کاروں میں واپس آ رہا تھا تو ان  
 کاروں کو بموں سے اڑا دیا گیا۔ اس طرح وہ سب ہلاک ہو گئے۔“

ٹیلیفون سے مترجم موسیقی کی آواز اُبھرتے ہی اسرائیل کے صدر جو  
 اپنے مخصوص دفتر میں بیٹھے ایک فائل کے مطالعے میں مصروف تھے چونک  
 پڑے۔ آواز سپیشل لائن فون کی تھی۔ انہوں نے ہاتھ بڑھا کر لیڈر اٹھالیا۔  
 ”یس“ انہوں نے باوقار لہجے میں کہا۔

”سہر کرنل زیر و بول رہا ہوں۔“ دوسری طرف سے کرنل زیر و  
 کی آواز سنائی دی۔

”اوہ بس کرنل زیر و کیا رپورٹ ہے؟“ صدر مملکت کے لہجے میں  
 اشتیاق موجود تھا۔

”سہر کرنل درانی کو اغوا کر کے سب میرین تک پہنچا دیا گیا ہے۔ اس  
 طرح مشن کا پہلا مرحلہ پورا ہو گیا ہے۔“ کرنل زیر نے کہا۔

”گڈ شو۔ کوئی پرابلم تو پیدا نہیں ہوا۔“ صدر مملکت نے ایک  
 طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”پرائم منسٹر کہاں سے۔ وہ تو ایک میاں کے دوسرے پر ہیں۔“  
صدر مملکت نے کہا۔

”یس سر وہیں سے وہ بات کننا چاہتے ہیں۔“ — پی ملے  
نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے کراوات بات۔“ صدر مملکت نے سر ہلاتے ہوئے  
کہا اور چند لمحوں بعد پرائم منسٹر کی آواز ریسور پر گونجی۔

”شومن بول رہا ہوں جناب۔“ پرائم منسٹر کے لہجے میں بے پناہ  
وقار تھا۔

”یس پرائم منسٹر فرمائیے۔“ صدر مملکت نے جواب  
دیتے ہوئے کہا۔

”سر یہاں ایک میاں میں تھے ابھی ابھی رپورٹ ملی ہے کہ دو کاروں  
کو بم سے اڑا دیا گیا ہے اور ان کاروں میں موجود چھ افراد ہلاک ہو گئے  
ہیں۔“ — پرائم منسٹر کے لہجے میں آتشیں موجود تھی۔

”لیکن یہ بات تجھے تانے کا کیا مقصد ہے۔ میں سمجھا نہیں۔“  
صدر مملکت نے حیرت ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

”سر جس آدمی نے بم مائے ہیں وہ پٹر اگیل ہے۔ اور اس نے  
ایکڑہیں پولیس کو بتایا ہے کہ اُسے ان کاروں پر بم مارنے کی ہدایت  
اسرائیلی سفارت خانے کے ملٹری آفیسر کرنل ہیلارڈ نے دی تھی۔ پولیس  
نے اس کی اطلاع اعلیٰ حکام کو دی اور اعلیٰ حکام نے اس سلسلہ میں

مجھ سے رابطہ قائم کیا تاکہ میں کرنل ہیلارڈ کو گرفتار کئے جانے کی اجازت انہیں  
دے دوں۔ وہ مزید گفتیش کرنا چاہتے تھے لیکن میں نے ایسا کرنے سے

کرنل زیرو نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔  
”ہوں۔ گڈ شو ڈاکٹر درانی کی گشدگی کے بارے میں ایکڑہیں حکام کا کیا  
رد عمل ہے۔“ — صدر مملکت نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

”ابھی تک تو انہیں ان کی گشدگی کا ہی علم نہیں ہوا ویسے بھی وہ جو چاہے  
کرتے رہیں انہیں ڈاکٹر درانی کا کوئی کلیوہ نہ مل سکے گا۔“ کرنل  
زیرو نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے، ڈامش جب اس ڈاکٹر درانی کو کرنل اباگر کے حوالے  
کر دے تو پھر فائنل ہدایات پر عمل کر کے تجھے رپورٹ دینا۔“ صدر  
مملکت نے کہا۔

”یس سر۔“ دوسری طرف سے مودبانہ لہجے میں کہا گیا اور  
صدر نے او۔ کے کہہ کر ریسور رکھ دیا۔

”ایک بار ڈاکٹر درانی آگایا پہنچ جاتے پھر میں دیکھوں گا کہ یہ پاکستانیا  
سیکورٹ سروس اسے کیسے تلاش کرتی ہے۔“ — صدر مملکت نے

ریسور رکھ کر بڑبڑاتے ہوئے کہا اور دوبارہ سامنے میز پر کھلی ہوئی فائل  
کی طرف متوجہ ہو گئے لیکن اسی لمحے سفید رنگ کے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

یہ فون دفتر ہی فون تھا۔ پی ملے کے ذریعے بات چیت ہوتی تھی۔ اس  
لئے اس فون کی گھنٹی کا مطلب تھا کہ کوئی سرکاری دفتر ہی معاملہ ہو گا۔

صدر مملکت نے ہاتھ بڑھا کر ریسور اٹھالیا۔

”یس۔“ — صدر مملکت نے سمجھتے لہجے میں کہا۔  
”سر پرائم منسٹر صاحب بات کننا چاہتے ہیں۔“ دوسری طرف

سے ان کے بیانیہ مودبانہ آواز سنائی دی۔

کنٹرل زیر و ابھی ابھی پرائم فیسٹر صاحب کا فون آیا ہے ایک میلے۔  
صدر مملکت نے تیز لہجے میں کہا اور ساتھ ہی انہوں نے ساری تفصیلات  
بھی بتا دیں۔

”مجھے معلوم ہے سر کہ وہ آدمی اپنی حماقت سے بڑا اگیا ہے لیکن سر  
آپ بے فکر ہیں۔ ابھی مجھے اطلاع مل چکی ہے کہ اسے پولیس کی تربیت میں  
ہی گولیوں سے اڑا دیا گیا ہے۔“ کنٹرل زیر نے جواب دیا۔

”کس کے ذریعے یہ کام کرایا ہے۔ میں نے نہیں پہلی ہدایت ہی دی  
تھی کہ تمہارا نام درمیان میں نہیں آنا چاہیے۔ پھر اس آدمی کو تمہارے  
نام کا علم کیسے ہو گیا۔“ صدر مملکت نے انتہائی غصیلے لہجے  
میں کہا۔

”سر وہ آدمی ایک مشہور پیشہ ور قاتل ہے۔ اور یہ کام وہی کر سکتا تھا  
میں نے اس سے رابطہ ایک دوست کی معرفت کیا تھا اور پھر مجھے  
ہی کام ہوا میں نے اپنے اس دوست کا بھی خاتمہ ایک اور گروپ سے  
کر دیا جسے میں نے اس کام کے لئے پہلے ہی ہائر کر رکھا تھا۔ یہ دوسرا  
گروپ مجھے ایک اور ٹولے سے جانتا تھا لیکن یہ لوگ ان کمائنڈوز کو  
اتنی آسانی سے ختم نہ کر سکتے تھے جتنا وہ آدمی کر سکتا تھا۔ اس گروپ کے  
فسے یہ کام بھی تھا کہ وہ اس پیشہ ور قاتل کو بھی ختم کر دیں لیکن وہ فوراً  
ایسا نہ کر سکے اس لئے وہ پولیس کے ہاتھ لگ گیا۔ لیکن ابھی مجھے اطلاع  
مل چکی ہے کہ انہوں نے اپنا کام مکمل کر لیا ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔ مجھ  
پر یا اسرائیل پر کوئی حرف نہیں آئے گا۔“ کنٹرل زیر نے جواب  
دیا اور صدر مملکت کے ہونٹ بیچنے لگے۔

انکار کر دیا اور خود سفیر سے بات کی تو سفیر صاحب نے بتایا کہ کنٹرل ہیلارڈ  
تو ایک ماہ سے رخصت پر گئے ہوتے ہیں لیکن ایک یہیں حکام اس  
رخصت کو تسلیم نہیں کر رہے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ کنٹرل ہیلارڈ لازماً  
سفارت خانے میں چھپے ہوئے ہیں۔ چنانچہ میں نے جھوٹا انہیں سفارت خانے  
کی تلاشی کی اجازت دے دی۔ کنٹرل ہیلارڈ انہیں نہیں مل سکے اور انہوں  
نے مجھ سے معافی مانگ لی ہے۔ لیکن مجھے سفیر صاحب نے ایک خاص  
بات بتائی ہے کہ کنٹرل ہیلارڈ نے رخصت پر جانے سے قبل آپ سے  
سپیشل لاق پر بات کی تھی۔ اور اس گفتگو کا علم اس نے سفیر صاحب کو  
بھی نہ ہونے دیا تھا۔ اس لئے میں نے آپ کو فون کیا ہے۔“ وزیر اعظم  
نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”ہاں اس نے سفیر کے رویے کے بارے میں مجھ سے پرسنل شکایت  
کی تھی لیکن میں نے اسے جھڑک دیا تھا کہ ایسے معاملات وہ میری بجائے  
آپ کے نوٹس میں لائے۔ بس اتنی ہی بات ہوئی تھی۔ اس کے بعد مجھے  
معلوم نہیں ہے کہ اس نے رخصت لی ہے یا نہیں۔“ صدر مملکت  
نے ہونٹ چبالتے ہوئے جواب دیا۔ ان کے چہرے پر البتہ پریشانی کے  
اشارہ نمایاں ہو گئے تھے۔

”ٹھیک ہے سر تعینک یو۔“ دوسری طرف سے کہا گیا اور رابطہ  
ختم ہو گیا۔ صدر مملکت نے جلدی سے ریسپورڈ رکھا اور ایک بار پھر سرخ  
رنگ والے فون کا ریسپورڈ اٹھایا اور تیزی سے نمبر ڈائل کرتے شروع کر دیے  
”میں کنٹرل زیر و سپیکنگ۔“ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف  
سے کنٹرل زیر و کی آواز سنائی دی۔

انہوں نے اس کے قصص تاملوں کو قصص انداز میں کھولا اور اندر سے ایک قائل نکالی اور بریف کیس بند کر کے اُسے دوبارہ دراز میں رکھ دیا۔ یہ قائل وہی تھی جس میں کرنل زیر و کی موت کا اجازت نامہ تھا۔ انہوں نے انٹر کام کا ریسورس اٹھایا اور ایک بین دبا دیا۔

”یس رابرٹ سپیکنگ“ — دوسری طرف سے ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

”رابرٹ سپیکنگ کیس لے کر میرے دفتر آ جاؤ“ — صدر مملکت نے کہا اور ریسورس رکھ دیا۔ رابرٹ ان کا ہلٹی سیکرٹری تھا اور اس خفیہ سپیکنگ کے اور ان کے درمیان رابطے کا کام بھی نبھاتا تھا۔ جسے وہ یہ اجازت نامہ بھیجنے جانتے تھے۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک لمبا ٹنگا آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چپڑے کا مستطیل کیس تھا۔ اس نے فوجی انداز میں سیوٹ کرنے کے بعد موڈ بانہ انداز میں وہ کیس صدر مملکت کے سامنے رکھ دیا۔ صدر مملکت نے کیس کھولا اور قائل اس میں رکھ کر انہوں نے کیس کا نام ایک قصص بین سے بند کر دیا۔ اب یہ کیس سولے اس خفیہ سپیکنگ کے انچارج کے اور کوئی نہ کھول سکتا تھا۔

”اے سپیشل برانچ پیچھا دو“ — صدر مملکت نے کیس دوبارہ ہلٹی سیکرٹری کے حوالے کرتے ہوئے کہا اور اس نے سر ہلاتے ہوئے وہ کیس اٹھایا اور سلام کر کے تیز قدم اٹھاتا واپس مڑ گیا۔

پھر تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک وہ مختلف فائلوں کے مطالعے میں مصروف رہا کہ سرخ رنگ کے فون کی گھنٹی بج اٹھی اور انہوں نے جو تک کر پہلے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کو دیکھا، پھر ہاتھ بڑھا کر ریسورس اٹھایا۔

”فاش کی طرف سے کوئی اطلاع“ — صدر مملکت نے پوچھا۔

”اچھی سب میسجمن، بحر اوقیانوس میں ہے اور تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے۔ میرا ڈاٹشس سے مسلسل رابطہ ہے۔ زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹے میں وہ کرنل ابگر والے پرائنٹ تک پہنچ جائیگا۔ کیونکہ میرے کہنے پر ڈاٹش نے سب سے جدید اور تیز رفتار اہدوز کا انتخاب اس شخص کے لئے کیا ہے“ — کرنل زیر نے جواب دیا۔

”تم نے فاش کے سلسلے میں کیا پروگرام بنایا ہے“ — صدر مملکت نے پوچھا۔

”سر اہدوز میں میرا ایک خاص آدمی اہدوز کے سب کچھ بچا کے واپس میں موجود ہے۔ جیسے ہی ڈاکٹر درانی کو کرنل ابگر کے حوالے کیا جائے گا اور اہدوز واپس روانہ ہوگی میرا آدمی فاش اور اہدوز کے سارے عملے کو ہلاک کر دے گا۔ وہ خود اہدوز کا بہترین کپتان رہا ہے۔ راستے میں ان کی لاشوں کو سمندر میں پھینک دیا جائے گا اور اہدوز جب واپس پہنچے گی تو میرے اس آدمی کو قتل کرنے کے لئے اس مار گروپ کے آدمی موجود ہوں گے“ — کرنل زیر نے جواب دیا۔

”او۔ کے یہ سارا کام مکمل ہوتے ہی تجھے فوراً رپورٹ دینا“ — صدر مملکت نے سخت لہجے میں کہا۔

”یس سر“ — دوسری طرف سے کہا گیا اور صدر مملکت نے ریسورس رکھ دیا۔ چند لمحوں تک وہ خاموش بیٹھ رہے۔ پھر انہوں نے میز کی بجلی دراز نمولی اور اس میں سے اپنا وہ بریف کیس نکالا جو ہر وقت ان کے ساتھ رہتا تھا اور جس میں انتہائی اہم کاغذات موجود رہتے تھے۔

”یس سر انتظامات مکمل ہیں۔ فائنل کال کا انتظار ہے۔“  
دوسری طرف سے کہا گیا۔

”او۔ کے۔“ صدر مملکت نے کہا اور ایک طویل سانس لیتے ہوئے ریسید رکھ دیا۔ انہیں معلوم تھا کہ او۔ کے کا مطلب ہی فائنل کال ہے اور اب کرنل ہیلارڈ کا خاتمہ یقینی ہے۔ پھر تقریباً دس منٹ بعد اسی سرخ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ صدر مملکت نے ہاتھ بڑھا کر ریسید اٹھالیا۔

”یس۔“ صدر مملکت نے تیز بلجے میں کہا۔

”جے۔ ڈے مشن انز اور۔“ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ اور صدر مملکت نے سکرانے ہوئے ریسید رکھ دیا۔ اس کٹھن ترین مشن کا آخری مرحلہ بھی بخوبی سرا انجام دیا جا چکا تھا۔ کرنل ہیلارڈ ہلاک ہو چکا تھا اور اب کوئی بھی اس بات کا کھوج نہ نکال سکتا تھا کہ اصل صورت حال کیا تھی۔ یہ سارا مشن انہوں نے اپنے ہلٹری سیکیورٹی کی مدد سے خود سرا انجام دیا تھا حتیٰ کہ وزیر اعظم کو بھی انہوں نے اس کی ہمانہ لگنے دی تھی کہ کوئی جان کا قحط نظر نہیں تھا کہ وزیر اعظم سیاسی اٹھی ہیں اس لئے ان کے ذریعے بھی بات لیک ہو سکتی ہے چوتھے وہ صدر مملکت ہونے کے ساتھ ساتھ وزارت دفاع اور افواج اسرائیل کے سپریم کمانڈر بھی تھے اس لئے دفاعی لیبارٹریوں اور اس میں ہونے والے تمام کاموں کا علم انہیں براہ راست رہتا تھا اور اسرائیل کی سول حکومت ان سے لاعلم رہتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ یہ سارا آپریشن انہوں نے خود سرا انجام دیا تھا اور اب وہ لوری طرح مطمئن تھے کہ اب پاکیشیا

”کرنل زیر و سپیکنگ سر۔“ دوسری طرف سے کرنل زیر و کی آواز سنائی دی۔

”یس کیا رپورٹ ہے۔“ صدر مملکت نے سپاٹ بلجے میں پوچھا۔

”وٹری سر ڈاکٹر مدانی کرنل اباگے کے حوالے کر دیا گیا ہے اور آپدوز واپس بھی پہنچ گئی ہے۔ میرے خاص آدمی نے پلاننگ کے مطابق ٹاش اور سب میرین کے سارے عملے کا خاتمہ بھی کر دیا ہے اور سرگروپ نے بھی میرے آدمی کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اس کی لاش بھی سمندر میں پھینک دی گئی ہے۔ اس طرح سر یہ مشن مکمل ہو چکا ہے۔“ کرنل زیر و نے جواب دیا۔

”ویری گڈ کرنل زیر و تمہاری کارکردگی واقعی بہترین رہی ہے۔ تمہیں اس شاندار کارکردگی کا تمہاری توقع سے بھی بڑا انعام دیا جائے گا۔ تمہیں میری دوسری کال تک وہیں رہو گے۔“ صدر مملکت نے شکراتے ہوئے کہا۔

”تھینک یو سر۔“ دوسری طرف سے کرنل زیر و کی مسرت سے بھرپور آواز سنائی دی اور صدر مملکت نے ہاتھ بڑھا کر کریدل دیا اور پھر تیزی سے خبر فائل کرنے شروع کر دیئے۔

”یس جے۔ ڈے۔“ رابطہ قائم ہوتے ہی ایک بھاری آواز سنائی دی۔

”فائل پہنچ گئی ہے۔“ صدر مملکت نے اپنا نام لئے بغیر کہا۔

سیکڑٹ سروس لاکھ ٹیکریں مارے، ڈاکٹر درانی کا کھنچ نہ لگا سکے گی۔ میسر پر موجود فائلیں انہوں نے ٹرے میں رکھیں اور پھر دراز سے اپنی مخصوص بریف کیس نکال کر وہ دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ تاکہ اب وہ اپنی رہائش گاہ پر جا کر آرام کر سکیں۔

”خیر میت عمران صاحب آپ کچھ پریٹ ان نظر آ رہے ہیں“  
عمران کے دانش منزل کے آپریشن روم میں داخل ہوتے ہی بلیک زیرو نے کہا۔

”سردار اور کو نہ جانے کیوں ایکسٹو سے بات کرنے کی ضرورت آپرٹی ہے۔ کوئی اہم مسئلہ ہی ہو سکتا ہے“ — عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا اور پھر میز پر موجود ریسپور اٹھانے اور سردار کے مخصوص جبر ڈائل کرنے تک اس نے مختصر فغلوں میں سردار کے ساتھ ہوتے والی بات چیت کے متعلق بتا دیا اور بلیک زیرو کی فراخ پیشانی پر بھی گفتگو کی لکیریں ابھیر آئیں۔

”خاد سپیکنگ“ — رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے سردار کی آواز سنائی دی۔

”ایکسٹو“ — عمران نے ایکسٹو کے مخصوص بلجے میں کہا۔

کے ساتھ ایک عرصہ کے ایک معروف سائنس دان کے ساتھ ملاقات کر کے واپس آکر رہے تھے۔ انکار کرنے والوں کی تعداد چھ تھی۔ انہوں نے ڈاکٹر اور ڈاکٹر درانی کے سیکرٹری کو گولی مار دی۔ اور ڈاکٹر درانی کے سر پر بھی ضرب لگا کر انہیں بے ہوش کر دیا۔ سیکرٹری راحت مسعود گولی لگ جانے کے باوجود زندہ رہے اور انہیں بے ہوشی کے عالم میں ہسپتال پہنچا دیا گیا۔ وہاں انہیں تھوڑے سے وقفے کے لئے ہوش آیا تو انہوں نے وہاں موجود ایک پاکیشیا کے ڈاکٹر کی معرفت فون پر مجھ سے براہ راست بات کی اور مجھے انہوں نے بتایا کہ انکار کرنے والوں میں سے ایک کے ساتھ جدوجہد کے وقت ان کا ہاتھ اس آدمی کی بیلٹ پر پڑا تو بیلٹ کے ساتھ زخمی رہے لہذا ہوا ایک بیج ان کے ہاتھ میں آ گیا۔ اس کے بعد انہیں گولی لادی گئی اور زمین پر گر کر ترپے لگے اور فوری طور پر بے ہوش نہ ہوتے تھے۔ جلد اور ان کے سامنے ڈاکٹر درانی کو اٹھا کر ایک کار میں ڈال کر فرار ہو گئے۔ سائنس دان راحت مسعود گولی لگنے کی وجہ سے ترپے سب تو وہ بیج ان کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اس کے بعد وہ بے ہوش ہو گئے۔ ادھاب انہیں ہسپتال میں ہوش آیا ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ اس بیج پر بیج بولوں کی مخصوص ستارہ بنا ہوا تھا ادھاب کے گرد آہنی۔ ایسے کمانڈوز کے الفاظ درج تھے۔ یہ ساری بات حجت بھی انہوں نے بڑی مشکل سے ایک ایک کر کے اور پھر وہ بے ہوش ہو گئے۔ اس کے بعد اس بے ہوشی کے عالم میں ان کا انتقال ہو گیا۔ میں نے اس اطلاع کے ملنے کے بعد براہ راست ایکریا میں موجود پاکیشیائی سفیر سے بات کی تو وہ اس سارے واقعے سے ہی لاعلم تھے۔ بہر حال

”اوہ سر، میں آپ سے بات کرنے کے لئے بے حد پریشان تھا۔ لیکن آپ کا بلکہ راست نمبر مجھے معلوم نہ تھا۔ سر سلطان ملک سے باہر تھے اس لئے مجبوراً عمران کو تلاش کرنا پڑا۔“ سردار نے جلدی جلدی بولنا شروع کر دیا اور عمران کی پیشانی پر اور زیادہ لکیریں اُبھر آئیں کیونکہ سر اور جیسے آدمی کا اس انداز میں بات کرنا ان کی شدید ترین پریشانی کا منظر تھا اور نہ سردار انتہائی مقمل مزاج آدمی تھے۔

”سوری سردار۔ آپ کو پریشانی ہوئی بہر حال فرمائیے۔“  
ران نے ان کی بات کاٹتے ہوئے نرم لہجے میں کہا۔ وہ سردار کی نوعیت اور ملک کے لئے ان کی اہمیت کو اچھی طرح سمجھتا تھا اس لئے اس نے ایک سو کی عام حلاوت کے خلاف نرم لہجے میں بات کی تھی، ورنہ سردار کی جگہ کوئی اور شخصیت ہوتی تو یقیناً عمران اُسے بطور ایک سو اس در طولیں تھمید پر جھاڑ دیتا۔

”چیف صاحب۔ آپ کو معلوم ہی ہو گا کہ ڈاکٹر درانی ہمارے ملک کا انتہائی اہم ترین سائنس دان ہیں۔ اور لیبارٹری میں وہ میرے دست بستہ ہیں۔ آج کل ہم دونوں ملک کے مفاد کے لئے ایک انتہائی ہم دفاعی فارمولے پر تیسری کر رہے ہیں۔ ایکریا میں دو روز پہلے سائنس دانوں کی سائنس کا نفرنس منعقد ہوئی جس میں پاکیشیائی نمائندگی اٹھوڑانی نے کی۔ پہلے بھی وہی پاکیشیائی نمائندگی کرتے رہتے ہیں لیکن نفرنس سے ایک روز پہلے ڈاکٹر درانی کو اس وقت چند نقاب لاشوں نے جبراً انکار کیا جب وہ اپنے سیکرٹری سائنس دان راحت مسعود

نے جواب دیا۔

”جس فارمولے پر آجکل ڈاکٹر درانی کام کر رہے تھے۔ کیا وہ فارمولا ان کی ہی ریسرچ تھی“ — عمران نے ایک لمحہ خاموش رہنے کے بعد پوچھا۔

”اوہ نہیں سروہ فارمولا غالصٹا میری ریسرچ پر مبنی ہے۔ ڈاکٹر درانی اس کی تفصیلات سے قطعی لاعلم ہیں۔ وہ صرف اس فارمولے میں میری معاونت کر رہے تھے۔ الہ کے بغیر مجی یہ فارمولا مکمل ہو جاتے گا۔ لیکن ڈاکٹر درانی کی اہمیت اس فارمولے سے ہزار گنا زیادہ ہے۔ وہ ہمارے ملک کے ایسے سائنس دانوں میں شامل ہیں جن پر پورا پاکستان فخر کر سکتا ہے“ — سردار نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے سردار! آپ نے بہت اچھا کیا کہ تجھے براہ راست اطلاع کر دی۔ میں ڈاکٹر درانی کی اہمیت کالجی طرح سمجھتا ہوں۔ اور آپ بے فکر رہیں۔ میں نے یہ کہیں اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور اب ڈاکٹر درانی کو واپس پاکستان لائے کے لئے پوری کوشش کر رہا ہوں۔“

عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”بہت بہت شکریہ سب تجھے مکمل اطمینان ہو گیا ہے کہ ڈاکٹر درانی براہمد ہو جائیں گے کیونکہ پاکستانی سائنس کی سرباوی میں آنے کے بعد ایسا ادارہ بن چکی ہے جس پر ملک کا بوجھ بڑھ سکتا ہے اس طرح اندھا اعتقاد رکھتا ہے جس طرح روز روشن پر“ —

سردار نے بڑے غلوں سے لہجے میں کہا۔

”آپ کا بے حد شکریہ سردار، آپ کے یہ الفاظ میرے لئے

انہوں نے اس کی انتہائی کا وعدہ کیا۔ میں نے وزارت دفاع کے سیکرٹری کو بھی مطلع کیا ہے اور ابھی ابھی ان کا فون آیا ہے کہ ایک ریاضی ڈاکٹر صفائی کے اخراجات والوں کا کھوج لگا دیا گیا تھا لیکن جب ایک شخص پولیس ان کی گرفتاری کے لئے گئی تو جس فلیٹ پر وہ موجود تھے۔ اس فلیٹ کو ہم مارکر اڑا دیا گیا ہے اور اس فلیٹ سے صرف اتنی لاشوں کے باریک ٹکڑے ہی مل سکے ہیں اور کوئی شہادت نہیں مل سکی۔ جن کاروں پر ڈاکٹر درانی کو اخراجات کیا گیا وہ ایک پبلک پارکنگ سے چوری ہوئی تھیں اور ایک ویران سڑک پر انہیں بھی ہم مارکر تباہ کر دیا گیا ہے۔ اب مزید تفتیش کی جا رہی ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ اب اگر ہمیں پولیس کی تفتیش مزید جاری نہ رہ سکے گی بلکہ اس تفتیش کا راستہ روک دیا گیا ہے۔ اس لئے میں نے سوچا کہ آپ کو کال کر کے غصیلات بتا دوں۔ ڈاکٹر صفائی کی فوری بازیابی پاکستان کے لئے انتہائی اہم ہے۔“

سردار نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا اور سردار وادعیات سن کر عمران کی آنکھیں پھٹی چلی گئیں۔

”کیا ڈاکٹر درانی کے پاس کوئی اہم فارمولا تھا“ — عمران نے پوچھا۔

”نہیں انہوں نے وہاں ایک ریسرچ پیپر پڑھنا تھا۔ جس کی کسی بھی ملک کے لئے کوئی اہمیت نہ تھی اور وہ فارمولا بھی سیکرٹری کے بیگ میں تھا جو براہمد ہو چکا ہے، اخراجات والوں نے اس بیگ اور اس میں موجود ریسرچ پیپر کو دیکھا تاکہ انہیں اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر درانی کا اخراجات اور مقصد کے لئے کیا گیا ہے“ — سردار



مشرور کر دیئے۔ بلیک زیرو نمبر داخل ہوتے دیکھ کر سمجھ گیا تھا کہ عمران ایک کیا کال کر رہا ہے۔

”یس گرین لینڈ ہاؤس“ — دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز ابھری۔

”پاکیشیا سے پرنس آف ڈھمپ بول رہا ہوں۔ برنسکو سے بات کراؤ“ — عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”یس ہولڈر آن کریں“ — دوسری طرف سے جواب دیا گیا اور پھر چند لمحوں بعد ہی ریسپور پر ایک بھاری سی آواز ابھری۔

”ہیلو برنسکو بول رہا ہوں“ — بولنے والے کا لہجہ خاصا گرفت تھا۔ ”برنسکو میں پرنس آف ڈھمپ بول رہا ہوں۔ کیا آئی۔ ایس کمانڈوز میں تمہارا کوئی دوست موجود ہے؟“ — عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”آئی۔ ایس کمانڈوز — ہاں کیوں؟“ — برنسکو نے ایک لمحہ خاموش رہنے کے بعد چونک کر کہا۔

”جتنے فوری طور پر چند صدقہ معلومات چاہتیں۔ معاوضہ تمہاری مرضی کا ہو گا“ — عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”کیا معلومات۔ تفصیل بتاؤ“ — دوسری طرف سے برنسکو نے چونک کر پوچھا۔

”آئی۔ ایس کمانڈوز نے ایکریما میں پاکیشیا کے ایک سائنس دان ڈاکٹر درانی کو اغوا کیا ہے جو وہاں ایک بین الاقوامی سائنس کانفرنس میں شرکت کے لئے گئے ہوئے تھے۔ ان کی تعداد پچھتھی۔ انہوں نے

قابل اختیار ہیں بہر حال آپ بے فکر رہیں انشا اللہ ہم ڈاکٹر درانی کو زندہ کرنے میں کامیاب رہیں گے۔ اگر جتنے مزید آپ سے بات چیت کی ضرورت پڑی تو میرا نمائندہ علی عمران آپ سے مل لے گا۔ شکریہ“ — عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ریسپور دکھ دیا۔

”ڈاکٹر درانی کا اغوا کس نے کیا ہو گا“ — بلیک زیرو نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں پوچھا کیونکہ لاؤڈر پر وہ عمران اور سردار کے درمیان ہونے والی بات چیت سنی رہا تھا۔

”آئی۔ ایس کمانڈوز نے۔ اور آئی۔ ایس کمانڈوز کو ڈنام ہے اسرائیل کے سپر کمانڈوز کا۔ سیکرٹری راحت مسعود نے واقعی انتہائی اہم ترین شہادت، بہم پہنچا دی ہے ورنہ ہم یقیناً منکرین مار تے رہ جاتے“ — عمران نے ہونٹ بیچتے ہوئے کہا۔

”تو اس کا مطلب ہے کہ ڈاکٹر درانی کو اسرائیل پہنچا دیا گیا ہے“ — بلیک زیرو نے کہا۔

”ایکریما اور اسرائیل کے درمیان کافی فاصلہ ہے اس لئے ڈاکٹر درانی کو اتنی جلدی وہاں نہیں پہنچایا جاسکتا۔ اور پھر جو بلائنگ کی گئی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی بہت بڑی سازش کی گئی ہے ڈاکٹر درانی کو اغوا کرنے کے لئے۔ ورنہ اسرائیل اتنی آسانی سے اپنے سپر کمانڈوز کو خود ہم مار کر ہلاک نہ کر دیتا“ — عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا اور بلیک زیرو نے بھی اثبات میں سر ہلا دیا۔

عمران چند لمحے آنکھیں بند کر کے خاموش بیٹھا رہا۔ پھر اس نے چونک کر سر اٹھایا اور ٹیلیفون کا ریسپور اٹھا کر اس نے تیزی سے نمبر داخل کرنے

تمہارا بے حد لحاظ کرتا ہوں اس لئے صرف ایسا کہہ رہا ہوں۔ برنسکو جس کام کو لکھتے ہیں لے لے۔ اس کے بعد ناکامی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔  
— برنسکو نے تلخ لہجے میں کہا۔  
”او۔ کے۔“ — عمران نے جواب دیا اور ساتھ ہی اس نے پیشین فون نمبر بھی بتادیا۔

”ٹھیک ہے ایک گھنٹے بعد کال کروں گا۔“ — دوسری طرف سے برنسکو نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ عمران نے ایک طویل سانس سیتے ہوئے ریسور رکھا اور پھر میز پر موجود ایک سپیڈ کو اپنی طرف گھسیٹ کر اس نے اس پر ایک مخصوص نمبر اور بینک کا نام لکھا اور بلیک زیرہ کی طرف بڑھادیا۔

”ایکریما میں اپنے فادر ایجنٹ کو کہہ دو کہ اس کا ونٹ نمبر میں دس لاکھ ڈالر جمع کرادے۔“ — عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا اور بلیک زیرہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اور پھر کاغذ لے کر اس نے ٹیلی فون کا ریسور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ عمران اٹھ کر اندر لا تیریری کی طرف بڑھ گیا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد ہی اس کی ملبی ہوئی۔ اس دوران بلیک زیرہ نے سپیشل فون کو آن کر دیا تھا۔ تاکہ برنسکو کال کرے تو وہ ریسور ہو سکے۔

”یہ برنسکو پہلی بار سامنے آیا ہے عمران صاحب کون ہے یہ۔“ — بلیک زیرہ نے عمران سے غافل ہو کر کہا۔  
”اے تم ہر قسم کی معلومات کا انسائیکلو پیڈیا سمجھ لو۔ بہت بڑی تنظیم ہے اس کی لیکن کام خفیہ طور پر کرتا ہے اور انتہائی اعلیٰ پیمانے پر۔ معاوضہ

ڈاکٹر درانی کے سیکرٹری اور کار کے ڈرائیور کو گولی مار دی۔ اس کے بعد ایک عین پولیس نے انکوائری کی تو اس نے معلوم کر لیا کہ انہیں کن لوگوں نے اغوا کیا ہے۔ مگر جب وہ چھابہ مارنے اس فلیٹ پر گئے جہاں یہ لوگ موجود تھے تو اس فلیٹ کو بم مار کر اڑا دیا گیا۔ اس طرح یہ کلیو ختم ہو گیا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے فوری طور پر یہ معلومات جمیا کر دو کہ ڈاکٹر درانی کو اغوا کر کے کہاں لے جایا گیا ہے۔“ — عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”اوہ مجھے اس کیس کے بارے میں تو علم ہے لیکن اغوا کرنے والے کئی۔ ایس کمنڈوز کیسے ہو گئے جب کہ ان کی شناخت ہی نہیں ہو سکی۔“ — برنسکو نے تیز لہجے میں کہا۔

”تم اس بات کو چھوڑو۔ میرے پاس اس بارے میں مصدقہ اطلاع موجود ہے۔“ — عمران نے سوختا لہجے میں کہا۔  
”ٹھیک ہے۔ اگر تم جیسا شخص اسے مصدقہ کہہ رہا ہے تو یقیناً یہ مصدقہ ہی ہوگی۔ بہر حال مجھے کچھ وقت چاہیئے۔ زیادہ نہیں صرف ایک گھنٹہ اور معاوضہ دس لاکھ ڈالر ہوگا۔“ — برنسکو نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے دس لاکھ ڈالر تمہارے اکاؤنٹ میں جمع ہو جائیں گے۔ میں تمہیں فون نمبر بتاتا ہوں۔ اس پر مجھے کال کر لینا۔ لیکن میں ناکامی کی بات ہرگز نہ سنوں گا سمجھے۔“ — عمران کا لہجہ کڑخت تھا۔

”برنسکو کے بارے میں ایسے الفاظ آئندہ مت کہنا پرنس۔ میں

منتقل ہو چکا ہے۔“ — عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔  
 ”ہاں ورنہ تو میں تمہیں کال ہی نہ کرتا۔ بہر حال میں لو۔ ڈاکٹر درانی کو آئی۔ ایس کمانڈوز کے ایک گروپ نے اغوا کیا جس کی رہنمائی آئی۔ ایس کمانڈوز کا چیف جیسے خود کر رہا تھا۔ ڈاکٹر درانی کو اغوا کرنے کے بعد اُسے ایک تیز رفتار پہیلی کا پیڑ کے ذریعے ایک میمیا کی ریاست آئی ٹاش کے ویران ساحل پر پہنچایا گیا جہاں اُسے ایک آبدوز میں منتقل کر دیا گیا۔ اور یہ پورا گروپ واپس آیا۔ اور ابھی یہ لوگ فلیٹ میں موجود تھے کہ فلیٹ کو بم مار کر اڑا دیا گیا۔ پورا گروپ مع جیسے کے فلیٹ سمیت ختم ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر درانی کو جس آبدوز میں منتقل کیا گیا ہے اس کا تعلق بھی اسرائیل سے ہے اور اس آبدوز پر اسرائیل کے جنگی سب میرین سیکیورٹی کے چیف ٹاش کو بھی دیکھا گیا ہے۔“ — برنسکو نے اس طرح تفصیل بتائی شروع کر دی جیسے وہ ساتھ ساتھ رہا ہو اور میز کی دوسری طرف بیٹھا ہوا بلیک زبرد برنسکو کی اس قدر برق رفتار کارکردگی پر واقعی شدید حیران نظر آ رہا تھا۔  
 ”ڈاکٹر درانی کو کہاں لے جایا گیا ہے اور ان کے اغوا کا مقصد۔“ — عمران نے پوچھا۔

”سوری پرس، تم نے صرف اتنا کہا تھا کہ ڈاکٹر درانی کو اغوا کرنے کے کہاں لے جایا گیا ہے اور میں نے تمہیں بتا دیا ہے۔“ — برنسکو نے روکے، لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔  
 ”کہاں سے مراد منزل مقصود ہو تو یہ ہے برنسکو۔ کم از کم تم میرے شخص کو اس طرح گھٹائیں نہیں دکھانا چاہیے۔“ — عمران کا لہجہ یکسویت تلخ

بھی اپنی مرضی کا لیتا ہے۔ لیکن اس کے ہاتھ اس معاملے میں اس قدر لمبے ہیں کہ اگر وہ چاہے تو صدر ایمریکا کے ذاتی بٹوے میں موجود کاغذ کی تفصیلات حاصل کر لے۔ لیکن اس کی تنظیم کا دائرہ کار صرف یورپ اور ایمریکا تک محدود ہے۔ اس نے چند اصول سمجھ لئے ہیں۔ کوئی دستاویز حاصل نہیں کرے گا۔ کوئی ایسا راز حاصل نہیں کرے گا جس کا تعلق کسی بھی ملک کے دفاع سے ہو۔ یاد و مالک کے درمیان کوئی خفیہ معاہدہ ہو۔ باقی جس قسم کی معلومات چاہے اس سے مل سکتی ہیں لیکن صرف خاص میدان کی حد تک۔ اور میں بطور پرس آف ڈھمپ گرین لینڈ یا دس کا نمبر ہوں۔ یہ معاملہ ایسا تھا کہ مجھے جو بڑا برنسکو سے بات کرنی پڑی اور اُسے دس لاکھ ڈالر ادا کرنے پڑے۔ یہ کوئی جو معلومات اس نے مہیا کرنی ہیں اُسے اپنے طور پر حاصل کرنے کے لئے ہمیں بے حد طویل وقت صرف کرنا پڑتا اور اس کیس میں اصل مسئلہ وقت کا ہے۔“ — عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا اور بلیک زبرد نے سر ہلادیا۔

تھوڑی دیر بعد سپیشل فون کی گھنٹی بج اٹھی اور عمران نے ہاتھ بڑھا کر ریسور اٹھا لیا۔

”یس پرس آف ڈھمپ سپیکنگ“ — عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”برنسکو بول رہا ہوں۔“ — دوسری طرف سے برنسکو کی بھاری آواز سنائی دی۔

”تم نے چیک کر لیا ہے برنسکو۔ تمہارا معاوضہ تمہارے اکاؤنٹ میں

ضرور ہو چکے اور تم یقین کرو کہ اس خفیہ رپورٹ کو حاصل کرنے کے لئے مجھے فوری طور پر دو لاکھ ڈالر ادا کرنے پڑے تھے۔ اب تم سمجھ گئے ہو گے کہ میں نے پانچ لاکھ ڈالر مزید کیوں طلب کئے تھے۔ میں چونکہ عارضہ اپنی مرضی کا یقینا ہوں اسی لئے معلومات کے لئے خرچہ بھی اسی حساب سے کرتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ برس کو آج تک کسی کام میں ناکام نہیں رہا۔ مزید یہ بھی بتا دوں کہ اس ابدوز کا سارا عمل اور اسرائیل کے سب میرین سیکشن کا انچارج فوری کے وقت غائب ہو چکے تھے اور غالی ابدوز ساحل پر ترقی ہوئی ایک ریجین حکام کو ملی ہے۔“ — برس کو نے جواب دیا۔

”ہو نہ ہو ٹھیک باتیں کر رہے ہو۔ اس بارے میں کوئی اور بات جو تم قبول گئے ہو، یا جسے تم نے غیر اہم سمجھ کر نہ بتایا ہو۔“ — عمران نے بے شکا بھرتے ہوئے کہا۔

”ہاں ایک بات ہے، وہ یہ کہ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ آئی۔ ایس کمانڈر کچیف میسر، سب میرین سیکشن کچیف ڈائن اور دو اور آدمی جنہیں میرے آدمی نہ جانتے تھے اس واقعے سے پہلے اسرائیل کے صدر سے ان کی رہائش گاہ پر انتہائی خفیہ طور پر ملے تھے اور ایک ریجین حکام نے اسرائیلی سفارت خانے کے ملٹری آفیشی کرنل ہیلارڈ پر گروپ چیف ہونے کا شک کیا تھا لیکن معلوم ہوا کہ کرنل ہیلارڈ ایک ماہ کی رخصت پر ایک میاں سے باہر گیا ہوا ہے۔ لیکن مجھے معلوم ہے کہ کرنل ہیلارڈ یہیں ایک میاں سے موجود تھا وہ ہوٹل رمزے کے ایک کمرے میں موجود تھا۔ لیکن پھر وہاں سے اس کی لاش دستیاب ہوئی ہے۔ یہ باتیں اس لئے بتا رہا ہوں کہ ہو سکتا ہے

ہو گیا۔  
”میں کمرشل بنیادوں پر کام کرتا ہوں پرنس آف ڈسکمپ۔ اس لئے منزل مقصود وہی ہے جو میں نے بتائی ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ایک گھنٹے میں یہ معلومات حاصل کرنے پر مجھے فوری طور پر آٹھ لاکھ ڈالر خرچ کرنے پڑے ہیں۔“ — برس کو نے روکے الجھے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”او۔ کے مزید معاوضہ بتاؤ۔ لیکن اس بار منزل مقصود کی بات کر رہا ہوں۔ جہاں آخر کار ڈاکٹر ودانی کو لے جا کر رکھا گیا ہے۔“ — عمران نے ہونٹ میچتے ہوئے کہا۔

”پانچ لاکھ ڈالر ہوں گے ایک بات، دوسری بات یہ کہ جہاں ابدوز نے ڈاکٹر ودانی کو پہنچایا ہے۔ وہ اسی جگہ ہے جس کے بعد میں کوئی معلومات حاصل نہیں کر سکتا۔ اس لئے میں صرف وہ جگہ بتا سکتا ہوں اگر تمہیں منظور ہو تو ٹھیک ہے۔ ورنہ سواری۔“ — برس کو نے جواب دیا۔  
”او۔ کے پہنچ جائیں گے ہمارے اکاؤنٹ میں پانچ لاکھ ڈالر۔ بولو۔“

عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔  
”ابدوز نے ڈاکٹر ودانی کو الگزار کے ساحل پر اس جگہ اتارا ہے جہاں قریب ہی اقوام متحدہ کے ٹڈی دل کے خلاف کام کرنے والے ادارے کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ اس بات کا مجھے اس طرح معلوم ہوا کہ ایک میاں کے تصویبی سیارے نے اس ابدوز کی نقل و حرکت کی خفیہ رپورٹ اپنے مرکز کو دی۔ جہاں سے میں نے اس رپورٹ کی تفصیلات معلوم کیں۔ کیونکہ اس کے بغیر اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ اور مجھے معلوم تھا کہ تم یہ بات

یہ تمہارے کام آجائیں۔“ — برسکونے جواب دیا۔  
 ”ٹھیک ہے پانچ لاکھ ڈالر بیچ جائیں گے تمہارے اکاؤنٹ میں۔“  
 عمران نے کہا اور ریسور رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر اب گہری پریشانی  
 کے آثار نمایاں تھے۔ بلیک زیرو بھی سمجھ گیا تھا کہ معاملہ انتہائی گھمبیر ہو چکا  
 ہے اس لئے وہ بھی خاموش بیٹھا ہوا تھا۔  
 ”اسی اکاؤنٹ میں پانچ لاکھ ڈالر اور جمع کرا دو بلیک زیرو۔“  
 عمران نے کہا اور بلیک زیرو نے سر ہلاتے ہوئے دوسرے ٹیلیفون کا  
 ریسور اٹھالیا۔

”میں دوبارہ لاسٹیری میں جا رہا ہوں تم الیا کرو کہ ٹیم کو الرٹ کر دو۔  
 کہ وہ مشن کے لئے تیار رہیں۔“ — عمران نے تیز بلجے میں کہا اور  
 قدم بٹھاتا اندرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

ڈیزرٹ کمانڈو کے چیف کرنل اباگر نے اگلیا کے نخلستان سے  
 کچھ دور بہت کر ریت کے اندر ایک خفیہ مرکز بنایا ہوا تھا۔ یہ خفیہ مرکز  
 کے نیچے بنے ہوئے ایک کافی بڑے وسیع اڈے پر مشتمل تھا۔ نخلستان سے  
 خصوصی پائپول کے ذریعے یہاں پانی لانے کا انتظام کیا گیا تھا۔ اور اس مرا  
 کو جسے ڈیزرٹ کمانڈو کا ہیڈ کوارٹر کہا جاتا تھا میں دنیا کی ہر چیز موجود  
 خصوصاً اسلحے سے بھرے ہوئے سکورڈ۔ انتہائی قیمتی سائنسی مشینز کے  
 علاوہ یہاں مختلف بڑے بڑے ہال غامگوں میں ڈیزرٹ کمانڈو کے  
 کئی موبائل دستے مستقل طور پر رہتے تھے۔ یہاں خصوصی ساخت کے  
 انتہائی طاقتور انجنوں والے ایسے پہلی کا پڑ بھی موجود تھے جو صحرائی طوفانوں  
 کا آسانی سے مقابلہ کر سکتے تھے۔ یہاں جہازوں کی مدد سے بجلی پیدا کی  
 جاتی تھی اور اس پورے مرکز کو ایرکٹڈ لائٹنگ کر دیا گیا تھا حالانکہ اوپر کا  
 درجہ حرارت دن کے وقت اکس قدر ہوتا تھا کہ انسانی برداشت سے

نے جو پلاننگ کی تھی وہ اس کے نزدیک انتہائی حیرت انگیز تھی اور وہ اپنا  
ذہانت سے اس کی وجہ بھی سمجھ گیا تھا کہ یہ سائنس دان پاکیشیا کا ہے ا  
صدر اسرائیل پاکیشیا سیکرٹ سروس سے انتہائی خوفزدہ ہیں اس لئے  
کرنل اباجر نے اپنے طور پر پاکیشیا سیکرٹ سروس سے متعلق تفصیلات حاصل  
کیں اور ان تفصیلات کے بعد اسے احساس ہوا کہ اسرائیل کے صدر کا  
خوف اپنی جگہ درست تھا۔ اس سروس نے اب تک جس قدر  
غیر العقول کارنامے سرانجام دیئے تھے اس کے بعد تھی بھی یہی تھا کہ پاکیشیا  
کے سائنس دان کو اغوا کرنے کا منصوبہ ایسے ہی بنایا جائے۔ اس کے ساتھ  
ساتھ اس کی چھٹی جس نے اسے بتا دیا تھا کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس  
اس قدر خفیہ منصوبے کے باوجود آگیا منور ہونے لگی ہے اور صدر مملکت نے  
مشن کی تفصیلات بتاتے وقت خاص طور پر کہا تھا کہ اگر پاکیشیا سیکرٹ  
سروس الگزار کے صحرائیں پہنچ جاتے تو پھر اس کے خاتمے کا مشن کرنل اباجر  
کو سرانجام دینا تھا۔ چنانچہ اس نے یہاں پہنچتے ہی خصوصی انتظامات کر کے  
تھے تاکہ اسے ہیڈ کوارٹر میں بیٹھے بیٹھے پورے الگزار کے حالات کا علم ہوتا  
ہوتا رہے۔ ویسے کرنل اباجر کے دل میں شدید خواہش موجود تھی کہ کاش کسی  
طرح پاکیشیا سیکرٹ سروس یہاں پہنچ جاتے تاکہ وہ انہیں ختم کر کے  
اپنے ریکارڈ میں اس کا راز نامے کا اضافہ کر سکے۔ اُسے یقین تھا کہ اس کا  
یہ کارنامہ صدر مملکت کے نزدیک انتہائی شاندار کارنامہ ہوگا اور اس سے  
اس کی بے پناہ ترقی کا راستہ کھل جائے گا اور ہو سکتا تھا کہ وہ اسرائیل کی کسی  
سیکرٹ ایجنسی کا سربراہ بن جائے۔

اس وقت وہ ہیڈ کوارٹر میں اپنے خاص کمرے میں ایک آرام فرمی

باہر ہو جاتا تھا۔ لیکن ہیڈ کوارٹر میں بیٹھے ہوتے ہوں محسوس ہوتا تھا جیسے کسی  
برفانی مقام پر آدمی پہنچ گیا ہو۔ جب سے ڈاکٹر دانی کو آگیا لیبارٹری  
میں منتقل کیا گیا تھا، کرنل اباجر نے اپنی پیکنگ کا دائرہ بے حد وسیع کر دیا  
تھا۔ اس نے الگزار کے تمام بڑے سرحدی شہروں اور خاص طور پر  
دانا حکومت میں اپنے آدمی تعینات کر دیئے تھے جو ہر آنے والے  
اجنبی کی باقاعدہ نگرانی کرتے اور شک کی صورت میں مخصوص ٹرانسمیٹروں  
پر رپورٹ کرنل اباجر کو پہنچاتے تھے۔ اور کرنل اباجر سے زیادہ مشکوک  
سمجھائے گئے اسے اڑائیں کا حکم دیتا تھا حالانکہ اس پورے سیکشن میں اسرائیل کے  
ہی آدمی کام کرتے تھے لیکن کرنل اباجر بے حد غلط طبیعت کا آدمی تھا اس  
لئے اس نے ان پر مزید چیک رکھنے کے لئے اپنے خاص آدمی بھیجے تھے۔ اس  
کے ساتھ ساتھ اس نے یہ احکامات بھی دے دیئے تھے کہ آگیا لیبارٹری  
کو جانے والی ہر سپلائی پہلے اس کے آدمیوں تک پہنچانی جائے اور پھر اُسے  
اچھی طرح چیک کرنے کے بعد وہ اُسے خود لیبارٹری تک پہنچاتا تھا۔ صدر  
مملکت سے ملنے کے بعد اُسے پاکیشیا سیکرٹ سروس سے خصوصی دلچسپی  
پیدا ہو گئی تھی جس کی تعریف نہ صرف اسرائیلی صدر نے کی تھی بلکہ اس  
نے محسوس کیا تھا کہ اسرائیل کے صدر پاکیشیا سیکرٹ سروس سے لاشعوری  
طور پر انتہائی خوفزدہ بھی ہیں، اس لئے انہوں نے اس قدر خفیہ منصوبہ  
بنایا ہے۔ حالانکہ ایک سائنس دان کو اغوا کر کے کسی لیبارٹری تک پہنچا  
دینا اس کے نزدیک قطعی ایک غیر اہم سامسہ تھا۔ شاید اس سے پہلے  
لاکھوں نہیں تو ہزاروں سائنس دان اغوا ہو کر لیبارٹریوں تک پہنچے ہوں گے  
لیکن ایک سائنسدان کے لئے اسرائیل جیسے انتہائی طاقتور ملک کے صدر

جواب دیتے ہوئے کہا۔

”چیف مراٹک کے شہر ٹورت سے تندوف آنے والی بس پر چار لڑکیاں بیٹھیں یہاں آئے ہیں۔ ان کے پاس ایسا سامان موجود ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ صحرائیں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ ان میں سے ایک عورت اور تین مرد ہیں۔ وہ یہاں کے ایک درمیلے قسم کے ہوٹل پر ٹھہرے ہیں۔ اور“ — عتقنی دن لے کہا۔

”کیا وہ میک اپ میں ہیں اور“ — کرنل نے تیز لہجے میں کہا۔  
”بظاہر تو نہیں لگتا۔ چیف ویسے آپ حکم دیں تو انہیں پیک کیا جائے اور“ — دوسری طرف سے کہا گیا۔

”ایسا کرو ان کے لیڈر کو اغوا کرو اور اس کا میک اپ بھی چیک کرو اور یہ بھی پوچھو کہ وہ صحرائیں کہاں جانا چاہتے ہیں۔ اگر عام سے لوگ ہوں تو چھوڑ دینا ورنہ گولیوں سے اڑا دینا۔ اور“ — کرنل ابابگر نے کہا۔

”یس چیف اور“ — دوسری طرف سے کہا گیا اور کرنل ابابگر نے اور اینڈ آئل کہہ کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

عتقنی ڈیر بعد ایک بار پھر ٹرانسمیٹر جاگ اٹھا۔ اور کرنل ابابگر نے دیکھا کہ اس بار کال الگ انٹر کے دارالحکومت سے کی جا رہی تھی۔ اس نے جلدی سے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

”ہیلو ڈی۔ آر۔ ایس ٹو کالنگ اور“ — ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔ یہ اس کے خاص اسٹینٹ میجر مارک کی آواز تھی۔ میجر مارک انتہائی ہوشیار اور تیز ذہن کا نوجوان تھا۔ اس نے کرنل ابابگر نے اسے الگ انٹر

پر نیم دراز تھا۔ اس کمرے کو وہ آپریشن روم کہتا تھا۔ کیونکہ یہاں ہیڈ کوارٹر میں موجود تمام مشینری کا کنٹرول بھی موجود تھا اور سونگ سنٹر بھی کمرہ تھا۔ اس کی کرسی کے سامنے میسنز پر ایک مستطیل مگر خاصی طویل مشین موجود تھی جو اس وقت بند پڑی تھی۔ یہ ایمرجنسی کنٹرولنگ مشین تھی۔ ساتھ ہی ایک وسیع رینج کا خصوصی ٹرانسمیٹر بھی موجود تھا جس سے وہ اپنے خاص آدمیوں کی کالیں وصول کرتا تھا۔ روٹین کی کالیں ایک اور کمرے میں وصول ہوتی تھیں جہاں سے فرن پڑے رپورٹ دی جاتی تھی۔ اس ہیڈ کوارٹر میں اس نے باقاعدہ فون ایچینج لگا رکھا تھا۔ کرنل ابابگر آرام کرسی پر نیم دراز پاکدیا سیکرٹ سروس اور اس کے لیڈر عمران کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ کئی بار اس کا دل چاہتا تھا کہ وہ کسی طرح پاکدیا سیکرٹ سروس کو خود اطلاع دے دے کہ ڈاکٹر درانی یہاں موجود ہے تاکہ وہ لوگ یہاں آجائیں اور ان کا فائدہ کر سکے لیکن چونکہ یہ بات ملک کے مفاد سے فدااری کے مصداق تھی اس لئے اس نے ہر بار یہ ارادہ ترک کر دیا تھا۔ ابھی وہ بیٹھا سوچ رہا تھا کہ پاس پڑے ہوئے ٹرانسمیٹر کی مخصوص آواز سنائی دی اور کرنل ابابگر چونک پڑا۔ اس نے غور سے ٹرانسمیٹر پر موجود فریکوئنسی ڈائل کو دیکھا اور اس کی پیشانی پر ہلکی سی سلٹیں بڑھ گئیں کیونکہ مخصوص ڈائل بتا رہا تھا کہ کال مراٹک کے سرحدی شہر تندوف سے کی جا رہی تھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

”ہیلو ہیلو ڈی۔ آر۔ ایس بھرتی دن کالنگ اور“ — ٹرانسمیٹر سے ایک تیز آواز سنائی دی۔

”یس چیف فرام ہیڈ کوارٹر اور“ — کرنل ابابگر نے بھی تیز لہجے میں

لیکن خیال رکھنا یہ انتہائی خطرناک ترین لوگ ہیں۔ اس لئے پوری ہوشیاری سے کام کرنا ہوگا اور غصے مسلسل رپورٹ دیتے رہنا۔ — کرنل ابگر نے کہا۔

”ٹھیک ہے ہاس آپ بے فکر رہیں، کام انتہائی ہوشیاری سے ہو گا اور۔“ — میجر مارک نے جواب دیا۔

”سنو تم میں سے کسی نے ان کے سامنے نہیں آنا ورتہ اگر انہیں معمولی سا بھی شک پڑ گیا تو ہو سکتا ہے یہ لوگ تمہارے ذریعے یہاں کے بارے میں ساری تفصیلات حاصل کر لیں۔ اس بات کا خاص خیال رکھنا۔ اور۔“ — کرنل ابگر نے تیز لہجے میں کہا۔

”آپ قطعی بے فکر رہیں۔ میں انتظام ایسا کروں گا کہ ان کے فرشتوں کو بھی علم نہ ہو سکے گا۔ اور۔“ — دوسری طرف سے میجر مارک نے کہا۔

اور کرنل ابگر نے اور اینڈ آل کہہ کر رابطہ ختم کر دیا۔ اس کے چہرے پر شدید مسرت کے آثار اُبھر آئے تھے جیسے اُسے بہت بڑی دولت مل جانے کی خوشخبری میجر مارک نے دی ہو۔ اُسے مکمل اعتماد تھا کہ وہ انہیں صحرائیں جہاں بھی چاہے گا گھیر کر ان کا خاتمہ آسانی سے کر دے گا۔ اس طرح اس کی زندگی میں ترقی کی سبے پناہ راہیں خود بخود کھل جائیں گی۔

کے دارالحکومت میں تعینات کیا تھا۔ کیونکہ اُسے یقین تھا کہ اگر پاکشیا سیکرٹ سروس والے آتے تو لازماً وہ دارالحکومت پہلے آئیں گے۔ اس کے بعد وہ محرمات میں داخل ہوں گے۔

”یس چیف انٹلنگ ٹیم کو اور۔“ — کرنل ابگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”چیف، منظوری دینے پہلے ایک چارٹرڈ جہاز کے ذریعے ایک گروپ پہنچا ہے۔ اس گروپ میں تین افراد ہیں۔ تینوں پاکشیا میں ہیں۔ یہ جہاز پاکشیا سے ہی چارٹرڈ کیا گیا ہے اور براہ راست یہاں پہنچا ہے۔ اور۔“ — میجر مارک نے کہا۔

”اوہ دیر ہی گڈ۔ یہی لوگ یقیناً ہمارے مطلوبہ لوگ ہوں گے۔ ان کے حلیے تفصیل سے بتاؤ۔ اور۔“ — کرنل نے مسرت سے بھرپور لہجے میں کہا اور پھر میجر مارک نے ان کے لیڈر کا علیہ بتانا شروع کر دیا۔

”بس بس ٹھیک ہے۔ یہی آدمی علی عمران ہے۔ پاکشیا سیکرٹ سروس کا سب سے خطرناک آدمی۔ اب یہ بات یقینی ہو گئی ہے کہ یہی ہمارا مطلوبہ گروپ ہے اور۔“ — کرنل ابگر نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”پھر ہاس انہیں اڑا دوں گویوں سے۔“ — میجر مارک نے کہا۔

”ارے نہیں، میں تو ان کے انتظار میں ہوں۔ میں انہیں بحرناک موت مارنا چاہتا ہوں۔ تم نے بس اتنا کرنا ہے کہ ان کی انتہائی ہوشیاری سے نمٹائی کرنی ہے۔ یہ کیا کرتے ہیں۔ کہاں جاتے ہیں۔ ان کی پلاننگ کیا ہے



میں بھی دو بار صرف مختلف ملکوں کے ایئر پورٹس سے وہ صرف تیل لینے کے لئے آتا تھا جب کہ وہ طیارے کے اندر ہی موجود رہے تھے۔  
عمران اس سارے سفر کے دوران ایک موٹی سی کتاب کے مطالعے میں مسلسل مصروف رہا تھا اور یہ کتاب اس وقت ختم ہوئی تھی جب طیارہ انگلنڈ کے دارالحکومت کے بین الاقوامی ایئر پورٹ پر آتا تھا پھر وہاں سے وہ ٹیکسی کے ذریعے اس ہوٹل میں پہنچ گئے اور عمران انہیں کمرے میں رکھنے کا کہہ کر واپس چلا گیا تھا۔ وہ اصل چہروں میں تھے اور ان کے کاغذات بھی ان کے اصل ناموں سے ہی تھے۔

”عمران کی سنجیدگی بتا رہی ہے کہ اس بار کوئی انتہائی اہم مشن جلد پیش ہے۔“ جوہان نے کمرے کا سکوت توڑتے ہوئے کہا۔  
”اور مشن بھی شاید میرا کے اندر ہے۔“ خاور نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

”ظاہر ہے انگلنڈ میں سوائے خوفناک صحراؤں کے اور کیا ہے۔“ جوہان نے کہا۔

”لیکن عمران اس بار صرف ہم دونوں کے ساتھ لے آیا ہے حالانکہ انتہائی اہم شہنشاہیہ عام طور پر صفر، تنویر، کیپٹن شکیل اس کے ساتھ جاتے رہتے ہیں۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ اس بار انہیں کیوں نظر انداز کیا گیا ہے۔“ خاور نے کہا۔

”ہو سکتا ہے وہ اس مشن کے کبھی اور حصے میں کام کر رہے ہوں۔ ابھی تو ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ دراصل مشن ہے کیا۔“ جوہان نے جواب دیا اور خاور نے سر ہلادیا۔

انگلنڈ کے دارالحکومت کے ایک جدید اور خوبصورت ہوٹل کے کمرے میں اس وقت جوہان اور خاور بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ تھوڑی دیر پہلے عمران کے ساتھ ایک چارٹرڈ طیارے کے ذریعے یہاں پہنچے تھے یہاں پہنچنے کے بعد عمران انہیں کمرے میں رکھنے کا کہہ کر خود باہر چلا گیا تھا۔ اس لئے وہ دونوں اس وقت اس کمرے میں موجود تھے۔ جوہان دونوں کے نام ہی بگ تھا۔ عمران نے اپنے لئے علیحدہ کمرہ بگ کر لیا تھا۔ راستے میں عمران ضرورت سے زیادہ سنجیدہ رہا تھا۔ اس نے ان دونوں نے اس سے کوئی بات نہ کی تھی۔ ویسے انہیں قطعاً اس مشن کے بارے میں معلوم نہ تھا۔ جس کے لئے وہ اس صحرائی ملک میں آئے تھے، بس اچانک ایکسٹونے انہیں کال کیا اور پھر انہیں ایئر پورٹ پر پہنچنے کا حکم دے دیا۔ جہاں عمران پہلے سے موجود تھا۔ ان کے وہاں پہنچتے ہی عمران انہیں لے کر ایک جیٹ طیارے کی طرف بڑھ گیا جو فوراً ہی پرواز کر گیا۔ اور راستے

”بڑی مشکل سے مانا تھا کہا ماجیف۔ بڑی منتیں کرنی پڑی تھیں۔“  
عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”کیوں کیا ہم سیکرٹ سروس کے ممبر نہیں ہیں۔“ جوبان اور  
خاور دونوں کے منہ بن گئے۔

”اُس نے تو وہ مان نہ رہا تھا کہتا تھا جوبان اور خاور سیکرٹ  
سروس کے بڑے اہم ممبر ہیں۔ میں انہیں اس طرح ضائع نہیں کر  
سکتا۔ لیکن دیکھ لو آخر کار میں نے اُسے مٹوا ہی لیا۔“ عمران نے  
بڑے فخریہ لہجے میں کہا۔

”کیا مطلب ضائع کا کیا مطلب۔“ دونوں ہی چونک کر  
ایک آواز بولے۔

”ضائع کا ایک ہی مطلب ہوتا ہے یعنی قتل۔ بس یوں سمجھو تمہاری  
طویل رخصت آخر کار منظور ہو گئی۔“ عمران نے سنجیدہ ہوتے  
ہوئے کہا۔

”آپ کا مطلب ہے یہ مشن ایسا ہے جس میں ہماری موت یقینی ہے“  
اس بار جوبان نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ارے یہ بات نہیں۔ یا رتم تو خواہ خواہ اتنی ہولناک باتیں کرنے  
لگے ہو۔ پردیس میں تجھے ڈر لگنے لگ گیا ہے۔“ عمران نے  
اس طرح بہم کر کہا جیسے بچے کوئی ڈراؤنی کہانی سُن کر ڈر جاتے ہیں۔

”تو پھر آپ کا مطلب کیا تھا۔“ جوبان نے اُبھے ہوئے لہجے  
میں کہا۔

”مطلب ہے کہ تمہاری موت کی وجہ سے یہ مشن مکمل ہو گا۔“

پھر بات گئے تک عمران کی واپسی ہوئی۔ وہ خاماٹھا ہوا نظر آ  
رہا تھا۔

”تم پور تو نہیں ہو گئے کمرے میں بیٹھے بیٹھے۔“ عمران نے ان کی  
شکلوں پر موجود ریت کے آثار دیکھتے ہی مسکرا کر کہا۔

”اگر آپ نے اتنی ہی دیر لگائی تھی تو کم از کم ہمیں کمرے تک حدود  
رہنے کے احکامات تو نہ دے جاتے۔ تجھے تو ایسے لگ رہا تھا جیسے کسی  
نے ہمیں نظر بند کر دیا ہو۔“ جوبان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ پھر کوئی ماہر ڈاکٹر کو دکھانا پڑے گا۔“ عمران نے مُنہ  
بناتے ہوئے کہا۔

”ڈاکٹر کو کیا مطلب۔“ جوبان عمران کی بات پر بے اختیار  
چونک پڑا۔

”بھئی جس کی نظر ہی بند ہو جائے اس بیچارے کو ظاہر ہے پہلے ڈاکٹر  
کو دکھانا پڑے گا اور اگر ڈاکٹر کچھ نہ کر سکا تو پھر سفید چھڑی اس کے ماتھے پر  
دبی جائے گی۔ جیسے ایک بات ہے۔ کمائی بڑی زوردار ہوگی۔ یہاں الگزار  
کے لوگ بڑے رحم دل ہیں دل کھول کر میتے میں خیرات۔“ عمران  
کی زبان یقینی کی طرح چل رہی تھی۔

”شکریہ آپ پر چھایا ہوا سنجیدگی کا موڈ تو ختم ہوا۔“ جوبان  
نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب ہم دونوں ہی سوچ سوچ کر حیران ہو رہے تھے کہ  
اس بار آپ صفدر، کبیش، شکیل، تنویر اور جولیائی بجلے ہم دونوں کو  
ساتھ کیوں لے آئے ہیں۔“ خاور نے یکجہت بات کرتے ہوئے کہا۔

دوم سروں والوں کو ایک ڈنر کمرے میں بچانے کا آرڈر دیا اور ریسورسنگ کمرہ  
"عمران صاحب آپ بات گول کر گئے" مشن والی — چوہان نے  
ریسورسنگ کمرے ہوئے کہا۔

"جب پیٹ میں بھوک سے بل پڑ رہا ہے ہوں تو سارے پکور اور  
مستطیل خود بخود گول ہو جاتے ہیں" — عمران نے کہا اور وہ دونوں  
ایک بار پھر کھلکھلا کر ہنس پڑے۔  
حقوڑی دیر بعد ویٹر شمالی دھکیلتا ہوا اندر آیا۔ اور اس نے کھا  
میز پر چرچن دیا۔

"ذرا پیشیں صاف ہو جانے دو پھر تمہیں بھی اخلاقاً آفر کروں گا  
کھانے کی" — عمران نے کہا اور کھانے پر کس طرح ٹوٹ پڑا  
جیسے واقعی صدیوں سے بھوکا ہو اور وہ دونوں بے اختیار مسکرائے۔  
"الحمد للہ اب ہوئی ناں بات۔ فیہ پیٹ جلدی بھر گیا ہے ورنہ  
میں سوچ رہا تھا کہ تمہارا چارہ میری بھوک بھی مٹا سکے گا یا نہیں" —  
عمران نے فاش بیسن پر ہاتھ دھو کر واپس آتے ہوئے کہا۔  
"تو آپ ہمیں کھانا چاہتے تھے" — چوہان نے ہنستے ہوئے  
کہا۔

"بیس" تو کیا یہ کوئی نئی دس ہے۔ واہ اچھا نام ہے۔  
عمران نے کہا اور وہ دونوں کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ اسی لمحہ دروازہ کھلا  
اور ویٹر اندر داخل ہوا۔ وہ برتن اٹھانے آیا تھا۔

"یہاں کے لوگ بھی عجیب ہیں۔ سارا ملک صحرا پر مبنی ہے۔ اور  
ان میں سے کوئی بھی صحرائی کو مڑی کو نہیں جانتا" — عمران نے ویٹر

عمران نے بڑے انداز سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اوہ اس کا مطلب ہے آپ ہمیں اپنے ساتھ بطور چارہ لے  
کر آتے ہیں" — اس بار چوہان کے ہالچے میں کڑھکی تھی۔

"چارہ اور تم، ارے کیوں مجھے اپنے چیف سے جو تیاں کھلوانی ہیں،  
بھائی تم سیکرٹ سروس کے معزز ممبر ہو۔ تمہیں چارہ کون بنا سکتا ہے۔  
البتہ یہ دوسری بات ہے کہ مجھ جیسا کرسے کا آدمی ایک چیک کی خاطر  
چارے میں تبدیل ہو جاتے" — عمران نے کہا اور اس بار خاور  
کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"عمران صاحب۔ ہم اپنے ملک کی خاطر مرنے کے لئے بھی تیار ہیں۔  
آپ بے فکر ہیں۔ اور جو آپ کا شش ہو وہ پورا کریں" — خاور  
نے بڑے اعتماد سے ہلچے میں کہا۔

"اچھا تو پھر اجازت ہے" — عمران نے بڑے سنجیدہ ہالچے  
میں کہا۔

"بالکل عمران صاحب" — خاور نے سر ہلاتے ہوئے کہا جبکہ  
چوہان ہونٹ پیچھے خاموش بیٹھا ہوا تھا۔

"شکریہ۔ بڑی نذر مل کی بھوک لگی ہوئی تھی اور جیب میں پیسہ نہ تھا۔  
میں نے سوچا کہ آپ کے کمرے سے فون کر کے منگوا لوں کھانا۔ تم دونوں  
بل کر بل ادا کر رہی دو گے" — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور  
اس بار چوہان اور خاور دونوں بے اختیار ہنس پڑے۔

"اوہ تو آپ نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا۔ اوہ ٹھہریے میں منگواتا  
ہوں" — چوہان نے مسکراتے ہوئے کہا اور ریسورسنگ کمرہ اس نے

عجاب دیتے ہوئے کہا۔ شاید اس سے پہلے کسی گاہک نے ایسا سوال نہ کیا تھا اس لئے وہ لوکھلا گیا تھا۔  
 ”اس میں ڈیزرٹ فاکس بھی ہوتی ہے۔ میں اُسے دیکھنا چاہتا ہوں۔  
 سنا ہے اس کی ڈوم بڑی خوبصورت ہوتی ہے“ — عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے ملوادیاتا ہوں“ — دوسری طرف سے آپریٹر نے اس بار سنجیدہ لہجے میں کہا اور عمران کی آنکھیں حیرت سے پھیلنے لگیں۔ چند لمحوں بعد ملک کی آواز سنائی دی اور پھر ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔  
 ”یس کا کٹیل کلب کون صاحب میں“ — بولنے والے کا لہجہ بید کر خست تھا اور عمران کی آنکھوں پر اختیار اپنے حلقوں میں اس طرح گھومتے لگیں جیسے آنکھوں کی بجائے سرچ لائٹیں ہوں۔

”ڈیزرٹ فاکس سے ملاقات ہو سکتی ہے۔ میرے پاس ان کے ایک دوست کی ٹپ موجود ہے۔ ایک بیباک کے لارڈ ہرکلز“ — عمران نے اتھلی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”سوری۔ اس تاہم کا کوئی آدمی یہاں موجود نہیں ہے“ — دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رالپٹ ختم ہو گیا۔ عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ریسپورر رکھ دیا۔

”عجیب گورکھ دھندہ ہے۔ ڈوم ملتی ہے تو لومڑی نہیں ملتی۔ لومڑی ملتی ہے تو ڈوم خائب ہو جاتی ہے“ — عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا لیکن اس سے پہلے کہ اس کا فخر ختم ہوتا، ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔ اور عمران نے چونک کر ٹیلیفون کی طرف دیکھا اور پھر ہاتھ بٹھا کر ریسپورر اٹھالیا۔

کے جانے کے بعد منہ بند تے ہوئے کہا۔  
 ”یہ صحرانی لومڑی کوئی خاص شخصیت ہے“ — خاور نے پوچھا۔  
 ”ہاں۔ جب سے یہاں آتے ہیں۔ میں اس لومڑی کی تلاش میں مارا مارا پھرتا رہا ہوں۔ بارہا۔“ — توجہ خائف، ہوشوں اور کھول میں اسے تلاش کرتا، مگر کوئی جاننا ہی نہیں۔  
 ”عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔  
 ”یہاں چڑیا گھر نہیں ہے“ — خاور نے اچانک کہا اور عمران کو کھلکا کر ہنس پڑا۔

”بہت خوب، خوبصورت بات کہ ہے تم نے۔ سنا تو یہی تھا کہ یہاں چڑیا گھر ہوٹل کے کمرے میں بنایا جاتا ہے۔ لیکن یہاں لومڑی کی بجائے بیٹھے رکھے جاتے ہیں شاید“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ظاہر ہے چوٹ خاور اور جوہان پر تھی۔ اور اس بار وہ دونوں بھی کھلکا کر ہنس پڑے۔

”صحرانی علاقوں میں بیٹھے نہیں ہوتے عمران صاحب“ — جوہان نے کہا۔

”اس نے تو چڑیا گھر میں رکھے جاتے ہیں“ — عمران نے جواب دیا اور وہ دونوں ایک بار پھر کھلکا کر ہنس پڑے۔ عمران نے ہاتھ بٹھا کر فون کا ریسپورر اٹھا لیا۔

”یس ایجنٹ“ — دوسری طرف سے آپریٹر کی آواز سنائی دی۔  
 ”آپریٹر صاحب یہاں کوئی چڑیا گھر ہیرا مطلب ہے۔ رُف ہے“ — عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”زواں ہے۔ مگر۔۔۔۔۔“ آپریٹر نے لوکھلا تے ہوئے لہجے میں

”یس“ — عمران نے کہا۔

”ڈراما کلب کمرہ نمبر چار ڈی۔ ایف آپ کا منتظر ہے۔ حوالہ دی ٹپ والا“ — دوسری طرف سے کسی نے گمبیر ایجنے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

”اوہ اس کا مطلب ہے اس بار سالم لومٹری بل گئی ڈھمیت“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

”ہم بھی ساتھ چلیں عمران صاحب۔ صبح سے کمرے میں بیٹھے بیٹھے تھک گئے ہیں“ — پھلان اور خادہ دونوں نے کہا۔

”ہاں آجاؤ۔ ہو سکتا ہے تم نے بھی میری طرح صحرائی لومٹری نہ دیکھی ہو۔ چلو ایک ٹکٹ میں تینوں دیکھ لیں گے“ — عمران نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا اور وہ دونوں مسکراتے ہوئے کرسیوں سے اٹھے اور عمران کے پیچھے دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

”ہو نہ ہو تو یہ لوگ ڈیزرٹ فاکس سے بنا چاہتے ہیں“ — ایک چھوٹی سی مشین کے سامنے بیٹھے ہوئے لمبے ترنگے نوجوان نے ہنکا ہوا بھرتے ہوئے کہا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

”ٹونی میرے ساتھ آؤ“ — اس لمبے ترنگے نوجوان نے ایک طرف کھڑے گینڈے نما جسم رکھنے والے آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”یس میجر“ — اسی گینڈے نما آدمی نے کہا اور پھر اس میجر کے پیچھے چلتا ہوا وہ کمرے سے باہر راہداری میں آ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ دونوں سیاہ رنگ کی کار میں بیٹھے تیزی سے دائیں طرف جانے والی سڑک پر آگے بڑھے جا رہے تھے۔ کار کا سٹیرنگ اس میجر کے ہاتھ میں تھا، جب کہ ٹونی ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ کار مختلف سڑکوں سے گزرتے کے بعد ایک تین منزلہ رہائشی بلانڈ کے گیٹ میں داخل ہوئی اور ایک طرف بنی ہوئی پارکنگ میں جا کر ٹک گئی۔ میجر کے نیچے اترتے ہی ٹونی

چھپانا چاہتے ہو تو پھر میرے ساتھی کی طرف غور سے دیکھ لو۔ یہ انسانی ہڈیاں توڑنے کا ماہر ہے۔ میجر نے انتہائی کرحش والے لہجے میں کہا۔  
”تہیں اسکارڈ کا کوڈ کس نے بتایا ہے۔“ بوڑھے نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔

”جس نے مجھے بتایا ہو، بہر حال غلط نہیں ہے۔ بلور قم چاہیے یا۔۔۔“  
میجر نے انتہائی کرحش والے لہجے میں کہا۔

”یہ کتنے فوٹ ہیں۔“ بوڑھے نے کہا۔

”ایک ہزار ڈالریں۔“ میجر نے کہا۔

”کافی ہیں۔ لاؤ غصے دو۔“ بوڑھے نے کہا اور میجر نے نوٹوں کی

گڈی اس کی طرف بڑھادی۔

”ڈیزنٹ فاکس دارالحکومت کا سب سے بااثر آدمی ہے۔ اس کا

اصل نام عثمان جامیری ہے، لیکن اس کا اصل نام کوئی نہیں جانتا اور

وہ بے حد خفیہ رہتا ہے۔ اور اس کا اثر یہاں اس قدر ہے کہ چاہے تم

لاکھ ڈیزنٹ فاکس پوچھتے رہو، کسی نے یہ نہیں کہنا کہ وہ جانتا ہے۔

اس کے ہانٹے کے لئے مخصوص کوڈ میں جو وہ اکثر تبدیل کرتا رہتا ہے ویسے

یہاں آدھے سے زیادہ کلب اس کی ملکیت ہیں۔ کبھی زمانے میں وہ صحرائی

لومڑیوں کا کاروبار کرتا تھا اور مشہور شکاری تھا۔ پھر غلے نے اچانک اس

کے پاس اس قدر کثیر دولت کہاں سے آگئی کہ وہ دارالحکومت کا سب

سے امیر آدمی بن گیا ہے۔ ویسے وہ کیا دھندہ کرتا ہے آج تک کسی کو بھی

اس بات کی خبر نہیں ہو سکی۔ البتہ اتنا معلوم ہے کہ اس کے پاس انتہائی

خونفاک لوگوں کا لہرا گروہ موجود ہے۔ جو اس کی ہانٹ کے ایک اشارے

میں نیچے اُتر آیا۔ اور تھوڑی دیر بعد وہ سیرٹھیاں چمٹے ہوئے دوسری منزل

کے ایک کمرے کے دروازے پر پہنچ گئے جس پر انتہائی ڈان کے نام

کی پلٹ لگی ہوئی تھی۔ میجر نے ہاتھ اٹھا کر دستک دی۔

”کون ہے۔“ اندر سے ایک بلند ذرا آواز سنی دی۔

”کیا مسٹر اسکارڈ یہیں رہتے ہیں۔“ میجر نے کہا اور دوسرے لمحے

دروازہ کھل گیا۔ دروازے پر ایک لومڑا کھڑا ہوا تھا۔

”آ جاؤ اندر۔“ بوڑھے نے ان دونوں کو غور سے دیکھ کر ایک

طرف اشارے ہوئے کہا اور وہ دونوں اندر داخل ہو گئے۔ یہ ایک خاصا

صاف ستھرا کمرہ تھا۔ ایک طرف بستر تھا جب کہ اس کے ساتھ چاکریاں

اور ایک میز موجود تھی۔

”بیٹھو پہلے اپنا تعارف کرا دو۔“ بوڑھے نے کرسیوں کی طرف

اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”تعارف وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اسکارڈ کا حال ہی کافی ہے“

۔۔۔ میجر نے کرسی پر بیٹھے بغیر جواب دیتے ہوئے کہا۔

”او۔ کے بلو کیا چاہتے ہو۔“ بوڑھے نے اثبات میں سر ہلاتے

ہوئے کہا۔

”ڈیزنٹ فاکس کون ہے مکمل تفصیل بتاؤ۔“ میجر نے کہا اور

ساتھ ہی اس نے جیب سے نوٹوں کی ایک گڈی نکال لی۔

”ڈیزنٹ فاکس یعنی صحرائی لومڑی۔ کیا مطلب میں سمجھا نہیں۔“

بوڑھے نے چونک کر کہا۔ اس کے ہاتھ میں ہلکی سی حیرت تھی۔

”اگر نوٹ کم ہیں تو ادھر بھی مل سکتے ہیں ڈان، لیکن اگر تم ہم سے معلومات

گئے۔ میجر نے غراتے ہوئے کہا۔

”تم فکر نہ کرو میں جو کچھ کہہ رہا ہوں درست کہہ رہا ہوں۔ سنو، اس کی حیرت جس کا نام بلقیس ہے۔ وہ ابایان کالونی کی کوئی نیا رہائشی ہے۔ ڈیڑھ فاکس اگر دارالحکومت میں ہو تو ملازمت کو کسی نہ کسی وقت اس کے پاس ضرور چلتا ہے۔“ لوٹھے نے کہا۔

”شکریہ تم فکر نہ کرو۔ ہمارا نام بھی سامنے نہ آئے گا اور اب تم بھی ہمارے متعلق سب کچھ بھول جاؤ۔“ میجر نے کہا اور تیزی سے دروازے کی طرف مڑ گیا۔ ٹوٹی بھی خاموشی سے اس کے پیچھے چل پڑا۔ اور تھوڑی دیر بعد ان کی کار ایک ہارچر سڑک پر دوڑ رہی تھی۔

”میجر پڑھو کتا سے یہ اطلاع تو لی ہی تھی کہ عمران اور اس کے ساتھی اس سے ملنے ڈراسن کلب گئے ہیں۔ ہم سیدھے وہاں نہ چلے گئے۔“ ٹوٹی نے کہا۔

”نہیں۔ چیف کا حکم ہے۔ ان لوگوں کو بالکل شبہ نہیں ہونا چاہیے۔ میرا مقصد صرف اتنا معلوم کرنا ہے کہ یہ لوگ اس سے کیوں ہٹ چکے ہیں۔ انہوں نے سارا دن اُسے ڈھونڈنا ہے۔ بہر حال اس کی کوئی خاص وجہ ہوگی۔ ہمیں اس لئے ساتھ لیا ہے۔ کہ اگر یہ آدمی رقص پر زبان نہ کھولت تو پھر کس سے زبردستی کرتی پڑتی۔ اور اب اس ڈیڑھ فاکس کی زبان بھی تم نے کھلوانی ہے۔“ میجر نے کہا۔

”ٹھیک ہے میجر، آپ بے فکر ہیں وہ طوطے کی طرح بولے گا۔“ ٹوٹی نے غمزے سے کہا اور میجر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

پہلے سے دارالحکومت میں قتل عام کر سکتا ہے۔ اور ستوں میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں۔ اس لئے مجھے معلوم ہے کہ تمہارے اس گیند سے غما ساقی کا تشدد برحاشت نہ کر سکوں گا۔ اس لئے میں نے تمہیں بتا دیا ہے لیکن اگر ڈیڑھ فاکس کو یہ معلوم ہو گیا کہ میں نے تمہیں اس کے متعلق کچھ معلومات جمایا کی ہیں تو وہ ہرگز یہ لحاظ نہ کرے گا کہ کبھی میں اس کا ساقی شکاری رہا ہوں۔“ لوٹھے نے کہا۔

”کیا وہ بھی تمہاری طرح بوڑھا آدمی ہے۔“ میجر نے چونک کر پوچھا۔

”نہیں میری اور اس کی عمروں کے درمیان بیس سال کا فرق ہے۔ اس وقت اوجھڑ کر تھا جب کہ وہ نوجوان تھا۔ وہ کمال کا نشانیہ بازی بھی ہے اور صحران میں جا کر اس کی کوئی خاص صلاحیتیں اُبھر آتی تھیں۔ اُسے میلوں اور سولہ میلوں کی خوشبو آجاتی تھی۔ مجھے تو اس نے بطور ساقی ساتھ رکھا ہوا تھا۔“ لوٹھے نے خواب دیا۔

”اگر میں اس سے ملنا چاہوں تو کہاں مل سکتا ہوں۔ فکر نہ کرو تمہارا دم درمیان میں نہ آئے گا۔“ میجر نے نرم لہجے میں کہا۔

”اس کا خاص ٹھکانہ ڈراسن کلب ہے۔ لیکن وہاں کوئی اس کا نام جانے کا بھی نہیں۔ اگر تم اس سے واقعی ملنا چاہتے ہو تو پھر ایسا کرو کہ مجھے ایک ہزار ڈالر ادو۔ میں تمہیں ایک خاص ٹپ دے دیتا ہوں۔“ لوٹھے نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور میجر نے جب سے ایک اور گلی

چلی۔

”یہ سُن لو اگر تم نے ہمیں دھوکہ دینے کی تو تم پٹال میں بھی نہ چپ سکو

پھر تقریباً آدھے گھنٹے تک مختلف سرنگوں سے گزرنے کے بعد وہ ایمایاں  
کالونی میں داخل ہو گئے۔ یہ خاصی بڑی کالونی تھی۔ اس میں بڑی بڑی  
کوٹھیاں تھیں۔ جو ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر تھیں۔ جلد ہی انہوں  
نے کوٹھی نمبر بارہ مارک کر لی اور میجر نے کار ایک سائیڈ پر روکی  
اور نیچے اتر آیا۔

”ہم نے اس کوٹھی کے اندر گھس کر اس کا انتظار کرتا ہے۔“  
میجر نے کہا اور ٹوٹی نے سر ہلا دیا۔

عمران چوہان اور خلو کے ساتھ میٹھی میں بیٹھ کر ڈر اسن کلب پہنچ گیا۔  
کلب وسیع رقبے میں پھیلی ہوئی ایک خوبصورت عمارت تھی۔ درمیان میں  
ایک بڑا ہال تھا جب کہ دو در سائیڈوں میں کمرے بنے ہوئے تھے۔ عمران  
اندر داخل ہوا۔ اور پھر اس نے ویٹر سے کمرہ نمبر چار کے بارے میں معلوم  
کیا۔ کمرہ نمبر چار ایک سائیڈ پر بنا ہوا تھا۔ اس کے سامنے برآمدے پر  
دو لمبے ٹرنکے آدھی کھڑے تھے۔ ان کے چپروں سے ہی حسوس ہوتا تھا کہ  
وہ زیر زمین دنیا کے افراد ہیں۔ دونوں کے ہاتھ میٹھوں میں تھے اور وہ  
بڑی کڑی نظروں سے عمران اور اس کے ساتھیوں کو قریب آتا ہوا دیکھ  
رہے تھے۔

”اسلام علیکم یا اخی اوہ سوری یا انیان، یہی جمع ہوتی ہے ناں اخی  
کی۔ پلیز ناراض نہ ہوں۔ میری گرامر شروع سے ہی کمزور ہے۔ میں نے تو بڑی  
کوشش کی تھی کہ گرامر کو طاقت کے انجکشن لگو اؤں تاکہ ذرا مٹی تازی ہو



"اور تو تم آتے ہو۔" اس آدمی نے انتہائی حیرت سے انکھیر پھیلاتے ہوئے عمران کو دیکھا جیسے اُسے یقین نہ آ رہا ہو کہ باس اس مسخرے اور احمق سے ملنے کے لئے اندر بیٹھا ہے۔

"میں کیا نہیں مسٹر چوٹی مار بلا گیا ہوں۔ میرے خیال میں تمہاری گڑا جھ سے زیادہ کمزور ہے۔ ویسے یہ گڑا عمر والی کمزوری کچھ بین الاقوامی لگتی ہے۔" عمران نے سکراتے ہوئے کہا لیکن اس آدمی نے جواب دینے کی بجائے دوسری جیب سے ایک چھوٹا سا آلہ نکالا اور اس کی سائبرہ پر لگا ہوا بین دبایا۔

"باس بین آدمی ہیں۔ تینوں ایشیائی ہیں۔ ان کا لیڈر انتہائی احمقانہ سی باتیں کر رہا ہے۔ ویسے اس نے حوالے درست دیے ہیں۔" اس آدمی نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"حوالے درست ہیں تو اندر بھیج دو۔" اس آلے سے ایک بھاری گونجدار آواز سنائی دی۔

"یس باس۔" اس آدمی نے کہا اور بین دبا کر آگے دوبارہ بین میں رکھا اور پھر دروازے کی طرف مڑ گیا۔ اس نے دروازے کی ٹائیز کے ایک کونے میں مخصوص انداز میں پیر مارا تو دروازہ بے آواز اور خود کار طریقے سے کھلتا گیا۔

"جاؤ۔" اس آدمی نے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا اور عمران سر ہلاتا اندر داخل ہو گیا۔ چوٹان اور خادو جو اب تک خاموش کھڑے تھے اس کے پیچھے اندر چل دیئے۔ اندر ایک چوٹی سی لامدادی تھی جس میں سُرخ رنگ کا فالین چھا ہوا تھا۔ لامدادی کے اختتام پر ایک دروازہ تھا

جاتے لیکن خبانے کس مٹی کی بنی ہوئی ہے۔ کمزوری بڑھتی جا رہی ہے۔" عمران نے قریب پہنچتے ہی جو بلانا شروع کیا تو بغیر وقفہ دینے بولنا ہی گیب۔

"وعلیکم السلام اور یہاں سے فوراً دفع ہو جاؤ سمجھے۔ ورنہ۔"

ان میں سے ایک نے انتہائی کجفہ، الجھ میں کہا۔

"ورنہ کے بعد خالی جگہ چھپے پڑ کر فی پڑے گی۔ بھی لے تو میں نے پہلے بتا دیا تھا کہ میری گڑا عمر کمزور ہے۔ خالی جگہ پڑ کرنے والے سوال میں مجھے غیر ضرور ملتے تھے لیکن زبرد کیونکہ جہاں لکھنا ہوتا تھا احمق میں ہاں عقل مند لکھ دیتا تھا۔ اور جہاں عقل مندی کی بات ہوتی تھی وہاں میں ناقت لکھ دیتا تھا بالکل تمہاری طرح۔" عمران نے اس طرح سر ہلاتے ہوئے جواب دیا جیسے کوئی انتہائی دلچسپ واقعہ سن رہا ہو۔

"ہوں تو تمہاری موت آگئی ہے۔" ان میں سے ایک نے فراتے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے اس نے بجلی کی سی تیزی سے ہاتھ اہر نکالا۔ اس کے ہاتھ میں بھاری ریلوار تھا۔

"آگئی ہے۔ مبارک ہو۔ بڑی حسرت تھی کہ کوئی آتے لیکن ہر بار میا کے الفاظ ہی سننے کو ملتے تھے۔ شکر ہے اب آگئی کے الفاظ تو سُنے۔ یہاں بھی اور شکر کو ملتے ہوں گے۔ میری طرف سے اپنا منہ بھر لینا۔ ویسے اپنے اس ڈی۔ ایف کو کہہ دو کہ لاڈ ہر کڑ ویسے نام سے دہر لکھیں گے خاندان کا لگتا ہے لیکن ہے کسی چٹری مار کے خاندان کا۔ ایک ایک سبلی اس طرح باہر ابھری ہوئی ہے کہ بچے آسانی سے گھٹی سیکھ سکتے ہیں۔" عمران کی زبان ایک بار پھر پہلے کی طرح چل پڑی۔

تعارف کرتے ہوئے کہا اور ڈیزرٹ فاکس نے چوہان اور خاور سے  
بھی مصافحہ کیا لیکن اس کے انداز میں گرم جوشی کا عنصر قطعاً مفقود تھا۔  
یوں لگ رہا تھا جیسے وہ مجبوراً کوئی ناپسندیدہ رسم نبھانا ہو۔

”تشریف رکھیں اور مجھے بتائیں کہ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں  
لیکن یہ خیال رکھیں کہ میرا وقت بے حد قیمتی ہے۔“ ڈیزرٹ فاکس  
نے صوفوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اُسی طرح غیر جذباتی لہجے میں کہا  
اور خود بھی دوبارہ صوفے پر بیٹھ گیا۔

”فی منٹ کے سب سے بتائیں“ — عمران نے انتہائی سنجیدہ  
لہجے میں کہا۔

”فی منٹ کے حساب سے کیا مطلب“ — ڈیزرٹ فاکس نے چونک  
کر پوچھا۔ اس کے پتھریلے چہرے پر پہلی بار حیرت کے تاثرات نمودار ہوئے  
تھے۔

”فی منٹ سے مطلب ہے ایک منٹ کا جو ریٹ ہو وہ بتا دیں تاکہ  
میں حساب لگا لوں کہ آپ کا میں کتنا وقت خرید سکتا ہوں۔ لیکن جہانوں  
کے لئے خصوصی رعایت ہونی چاہیے۔“ عمران کا لہجہ اسی طرح  
سنجیدہ تھا۔

”جو ہنہ۔ تو تم میرا مذاق اڑانا ہے۔ جو۔ گڈ شو، آج بڑے عرصے کے  
بعد میں نے لکھی بات کبھی کے منہ سے سنی ہے۔ مجھے اچھی لگ رہی ہے،  
اس لئے معاف کیا، ورنہ تمہاری لاش کو پھینک دینے کا موقع بھی نہ ملتا“  
— ڈیزرٹ فاکس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”معاف کیجیے، آپ کی لاش بھی میری طرح کھردر ہے۔ لاش پھینکا

جیسے ہی عمران اور اس کے ساتھی اس دروازے کے قریب پہنچے دروازہ  
خود بخود کھل گیا۔

دروازہ کھولنے والا ایک لمبا تر لنگا لہجوان تھا جو ایک طرف ہٹ  
گیا۔ اس کے کاندھے سے نشین گن لٹک رہی تھی اور اس نے خاکی رنگ  
کی یونیفارم پہنی ہوئی تھی۔ دونوں سائیڈوں پر بوسٹر تھے۔ جن میں  
بھاری رولوں کے دستے نظر آ رہے تھے اور عمران سر ہلاتا اندر داخل  
ہوا۔ یہ ایک خاصا کٹا دہ کمرہ تھا جو ڈرائنگ روم کے انداز میں سجایا  
تھا۔ فرش پر قیمتی اور دبیز ایسانی قالین بچھا ہوا تھا۔ قیمتی اور شاندار صوفے  
رکھے ہوئے تھے۔ ایک طرف علیحدہ رکھی ہوئی صوفے کی کرسی پر ایک  
ادھیر ٹھکرا دی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے جسم پر انتہائی قیمتی سوٹ تھا۔ سر  
کے بالوں میں کہیں کہیں سے سفیدی جھلک رہی تھی۔ اس کے چہرے پر  
خاصی دہشت اور سختی تھی۔ پیشانی چوڑی اور آنکھوں میں تیز چمک تھی۔ عمران  
اور اس کے ساتھیوں کے اندر داخل ہوتے ہی وہ صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا۔  
اس کا قد خاصا نکلتا ہوا اور جسم پھیرہ تھا۔

”مجھے ڈیزرٹ فاکس کہتے ہیں۔ اور میں لارڈ ہرکلیڈ کی طرف سے مجھے  
ہوتے جہانوں کو خوش آمدید کہتا ہوں“ — اس نے مصافحہ کے  
لئے سب سے آگے موجود عمران کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ لیکن اس  
کی آواز اور چہرے پر کسی قسم کی کوئی جذباتیت نہ تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے  
کوئی ردیوٹ بول رہا ہو۔

”شکریہ میرا نام علی عمران ہے۔ اور یہ میرے ساتھی ہیں چوہان اور  
خاور“ — عمران نے مصافحہ کرتے ہوئے ایٹا اور ایٹنے ساتھیوں کا

”بزرگ کہتے ہیں قصہ پینا اچھی بات ہوتی ہے۔ اور میرے ساتھ  
جنوری یہ ہے کہ میرے سامنے بیٹھ کر کسی کو قصہ ہی نہیں آتا۔ جو وہ مجھے  
پینے کے لئے دے۔ جس سے ملتا ہوں وہ مسکانا اور ہنستا شروع کر  
دیتا ہے۔ چلو آج تم ہی پلا دو۔“ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔  
”ٹھیک ہے۔ تجھے بھی لارڈ ہرکلز کی طرح معذرت ہی کرنی پڑے گی۔“  
ڈیزرٹ فاکس نے اس بار باقاعدہ ہنستے ہوئے کہا۔ وہ اب  
پہلے کی نسبت خاصا تبدیل نظر آ رہا تھا۔ اس کے چہرے اور انداز پر چھپا  
ہوا کڑھکی اور سنجیدگی کا خول ٹوٹ گیا تھا۔

”اب کیا کیا جائے لارڈ ہرکلز کی معذرت بھی قبول کرنی پڑی تھی،  
اس نے تمہاری کی معذرت بھی قبول، ویسے یہ بتا دوں کہ لارڈ ہرکلز صراحتی  
لوٹریوں کے شکار میں میرا شاگرد رہا ہے۔“ عمران نے کہا اور  
اس بار ڈیزرٹ فاکس بے اختیار اچھل پڑا۔

”کیا کہہ رہے ہو۔ لارڈ ہرکلز اور تمہارا شاگرد، اس کا شکار میں اتنا  
تجربہ ہو گا۔ جتنی تمہاری عمر بھی نہ ہوگی۔ سو تجھے جھوٹ سے شدید نفرت  
ہے۔“ ڈیزرٹ فاکس کا ہجو ایک بار پھر سخت ہو گیا۔  
”تہیں صرف شدید ہوگی، تجھے شدید ترین ہے۔ اچھا تم بتاؤ کہ  
مثیالی دھاریوں والی ند دلو مڑی اگر ایک ٹیلے کے نیچے چھپ جاتے تو  
اُسے تلاش کرنے کا کیا طریقہ ہے۔“ عمران نے کہا۔

”مثیالی دھاریوں والی ند دلو مڑی، اوہ نہیں وہ کی صورت بھی نہیں  
مل سکتی۔ کیونکہ وہ ریت کے اندر سوراخ کر کے بہت دُور تک نکل جاتی  
ہے اور اس کا اندازہ ایسا ہوتا ہے کہ اوپر سے ریت میں معمولی سی حرکت

نہیں کرتی۔ اور جب تک وہ پھرتی رہے تب تک اُسے لاش نہیں کہا  
جاسکتا۔“ عمران نے سر ہلاتے ہوئے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔  
”ہو نہ ہو غصے تیز آتی ہو۔ لیکن صرف پانچ منٹ اور دے سکتا ہوں۔  
اس کے بعد میں نے یہاں سے چلا جانا ہے۔“ ڈیزرٹ فاکس  
نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔  
”دیں۔“ بس ہم ملٹ جو مل جاتے وہی خفیہت ہے۔“  
عمران نے کہا۔

”کیا مطلب۔“ ڈیزرٹ فاکس ایک بار پھر چونک پڑا۔  
”پانچ منٹ۔“ عمران نے مصمم سے لہجے میں جواب دیا۔ اور  
ڈیزرٹ فاکس ایک لمحے تک غور سے عمران کو دیکھتا رہا پھر نکلوت  
مسکرا دیا۔

”تم واقعی دلچسپ آدمی ہو۔ خصوصیت انداز میں باتیں کرتے ہو۔  
او۔ کے، اب لو کو کیلینا پسند کرو گے۔“ ڈیزرٹ فاکس نے  
مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کے انداز سے ایسے خوش ہو رہا تھا جیسے اس  
نے اپنے ذہن پر سے کوئی بوجھ ہٹا دیا ہو۔  
”لارڈ ہرکلز نے بھی بڑا امراد کیا تھا لیکن پھر معذرت کر لی۔ اس  
نے تم بھی پہلے سوچ لو۔ ایسا نہ ہو کہ پھر معذرت کرنی پڑے۔“ عمران  
نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ یہاں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ تم فکر نہ کرو جینا چاہو گے مل جاتے  
گا۔“ ڈیزرٹ فاکس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اب وہ  
بڑی دلچسپ نظروں سے عمران کو دیکھ رہا تھا۔

چھپے اس کے شمال میں پانچ سو گز دور وہ لومڑی دوبارہ ریت سے باہر نکلتی ہے۔ کیونکہ اس لومڑی کی فطرت ہے کہ وہ ہمیشہ ریت میں سفر کرتے وقت شمال کی طرف اپنا منہ رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس لومڑی کو میگنٹ فاکس بھی کہا جاتا ہے کیونکہ متناہیس کا رخ ہمیشہ شمال کی طرف ہوتا ہے۔ اور لومڑی چاہے کتنی بھی طاقتور ہو۔ اُسے پانچ سو گز بعد سانس لینے کے لئے باہر آنا پڑتا ہے۔ اس کے پھوپھڑوں کا حجم قدرتی طور پر اتنا ہی ہوتا ہے کہ اس سے زیادہ ہوا اس کے پھوپھڑوں میں سما ہی نہیں سکتی۔

عمران نے بڑے المیہ منان سے بات کرتے ہوئے کہا اور ڈیزرٹ فاکس کی ہتھکین جرت سے بچنے کے قریب ہو گئیں۔

”اوہ اوہ تم درست کہہ رہے ہو۔ بالکل درست کہہ رہے ہو۔ تجربے نے مجھے بہت بعد میں یہ بات سکھائی تھی۔ لیکن کم از کم میں اس کا اس نکلنے میں سائنسی تجزیہ نہیں کر سکا تھا۔ ویری گڈ۔ اوہ ویری گڈ۔ اب مجھے یقین آگیا ہے کہ تم قطعی منفر و شخصیت ہو۔“ ڈیزرٹ فاکس کے لہجے میں اس بار بے تکلفانہ پن کے ساتھ ساتھ تحقیر کے جذبات بھی نمایاں تھے۔

”تمہارا اچھا خاصا نام ہے عثمان جا میری پھر یہ ڈیزرٹ فاکس کیوں رکھ لیا ہے نام۔ لومڑیوں کے شکاری کو خود تو لومڑی نہیں بن جانا چاہیے۔“

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ تو تم میرا اصل نام بھی جانتے ہو۔ حالانکہ لاڈلہ رکڑ کو بھی میرے اصل نام کا علم نہیں ہے۔ وہ مجھے نیری عوفیت جا میری سے جانتے ہیں۔“

ڈیزرٹ فاکس کے چہرے پر اب جرت کے شدید ترین آثار نمایاں ہو گئے تھے۔

مجی نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ تو جیسے ہی نظر آئے ہلکے چپکنے میں اس پر فائز کر دیا جاتا ہے ورنہ وہ دوبارہ نظر نہیں آتی۔“ ڈیزرٹ فاکس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اب اس کے چہرے پر اتنا تنہائی و دلچسپی کے آثار نظر نہ آنے لگے تھے۔

”تم بھی دس کلو مٹھائی اور بیس گز کی پگڑی منگواؤ۔ تمہارے لئے رعایت ہے کیونکہ تم لاڈلہ رکڑ کے شاگرد ہو۔ اور لاڈلہ رکڑ میرا شاگرد ہے۔“ عمران نے کہا۔

”دس کلو مٹھائی اور بیس گز کی پگڑی کیا مطلب۔“ ڈیزرٹ فاکس نے اُچھے ہوئے ہاتھ میں کہا۔

”تمہارے ہاں شاگرد بنانے کے لئے یہ دونوں چیزیں استاد کی خدمت میں پیش کرنا ضروری ہوتی ہیں۔“ عمران نے جواب دیا۔

”دیکھئے مسٹر عمران آپ پلیز ایسی باتیں مجھ سے نہ کریں تو یہ آپ کے حق میں بہتر ہوگا۔ یہ بات درست ہے کہ لاڈلہ رکڑ ہلکا شکاری ہے میرے استاد رہے ہیں اور میں نے کئی سال تک ان کی شاگردی میں شکار کھیلا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ میں لاڈلہ رکڑ کی بے حد عزت کرتا ہوں اور آپ سے ملاقات بھی صرف لاڈلہ رکڑ کا نام درمیان میں آنے سے ہو رہی ہے ورنہ شاید آپ ساری عمر بھی کوشش کرتے تو مجھے ٹریس نہ کر سکتے۔ بہر حال آپ ان باتوں کو سنئے دیتے اور مجھے بتائیے کہ آپ مجھ سے کیوں ملنا چاہتے تھے۔“ ڈیزرٹ فاکس یکلخت اتہائی سمجھہ ہو گیا تھا۔

”آئی مجی کجوسی اچھی نہیں ہوتی۔ چلو میں دس کلو مٹھائی اور بیس گز پگڑی لاڈلہ رکڑ سے وصول کروں گا۔ بہر حال اتنا بتا دوں کہ جس ٹیلے کے پیچھے یہ لومڑی

”جھے تو یہ بھی معلوم ہے کہ تمہیں صحرائے صحرا میں مسکرا کھیلنے ہوتے ایک قدیم اور ریت میں دبے ہوئے کندر سے کافی بڑا خزانہ ملا تھا۔ جس کی مالیت کروڑوں پونڈ کی تھی۔ اور تب سے تم نے شکار کھینچو دیا ہے۔ اور تب سے تم نے صحرائے صحرا میں مزید خزانوں کی تلاش کے لئے ایک سائنسی خفیہ ہیڈ کوارٹر بنایا ہوا ہے اور تمہارا زیادہ وقت اسی ہیڈ کوارٹر میں ہی گذرتا ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اب شاید میں حیرت سے مر جاؤں گا۔ تم کیا چیز ہو تم نے مجھے واقعی پاگل کر دیا ہے۔“ عثمان جا میری کی حالت واقعی دیکھنے والی ہو گئی تھی۔ ”اب تو میرا خیال ہے تمہیں دس کلومیٹریں دور گزری پگڑی پیش کرنے پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور عثمان جا میری کھٹکلا کر ہنس پڑا۔

”واقعی مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن میں تم سے وہ علم سیکھنا چاہتا ہوں۔ جس کی مدد سے تم نے ان باتوں کو کھوج نکالا ہے۔“ عثمان جا میری نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور عمران مسکرا دیا۔ دوسرے لمحے اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اور ایک لفافہ نکال کر عثمان جا میری کی طرف بٹھا دیا۔

”لو اسے پڑھ لو۔ تمہیں اس علم کا خود ہی پتہ چل جائے گا۔“ عمران نے کہا اور عثمان جا میری نے حیرت بھرے انداز میں لفافہ عمران کے ہاتھوں سے لیا۔ اور پھر اسے کھولنے لگا۔ لفافے میں ایک ٹائپ شدہ کاغذ تھا۔ اس کے چہرے پر تجسس تھا۔ خالی لفافہ اس نے ایک طرف دکھا۔ اور پھر کاغذ کھول کر اسے پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔ جیسے جیسے وہ

کاغذ پڑھتا جا رہا تھا اس کے چہرے کا رنگ تیزی سے بدلتا جا رہا تھا۔ ”ہو نہ ہو تو یہ بات ہے۔ ان یہودی کتوں کی یہ جرات کہ وہ الگزار کے صحرا میں مسلمانوں کے خاتے کے لئے لیبارٹری بنائیں اور اس میں ایسا ہتھیار تیار کریں جس سے مسلمانوں کے مقدس مقامات کو لغو باللہ نقصان پہنچے۔ میں ان یہودی کتوں کا خون بنی جاؤں گا۔ میں ان کی لاشوں کو بھی دنیا کے لئے عبرت کا نمونہ بنا دوں گا۔“ عثمان جا میری کا چہرہ غصے کی شدت سے تھما اٹھا تھا اور انکھوں سے غصے اور نفرت کی چنگاریاں سی نکلتی لگی تھیں۔

”یہ یہودی صحرائی لومڑیاں ہیں عثمان جا میری۔ اور ان کا شکار کھیلنے کے لئے مجھے تمہاری ضرورت ہے۔“ عمران نے خشک ہلچے میں کہا۔ ”میں دل و جان سے آپ کے ساتھ ہوں جناب۔ آپ میرے مقدس روحانی باپ کا خط لے رہے ہیں اور انہوں نے آپ کی جس قدر تعریف کی ہے۔ اس کے بعد مجھ پر یہ فرض ہو گیا ہے کہ میں آپ کی دل و جان سے عزت کروں۔ آج سے آپ مجھے اپنا خادم سمجھیں۔ انتہائی حقیر خادم میرے لئے ہر وہ شخص قابل احترام ہے جو یہودیوں کے خلاف کام کرتا ہے۔ اور مقدس روحانی باپ نے لکھا ہے کہ آپ نے پوری دنیا کے یہودیوں کو اس قدر نقصان پہنچایا ہے کہ پوری دنیا کے یہودی آپ کو دشمن فہم ایک سمجھتے ہیں۔ بہت خوب میں آپ کی عظمت کو سلام ترنا ہوں۔“ خط پڑھنے کے بعد عثمان جا میری کا رویہ اس قدر بدل گیا تھا کہ وہ پہلے والا ڈیزرٹ فاکس ناک ہی نہ رہا تھا۔ اس کا بوجھ بھی باغضاب ہو گیا تھا۔ ”شکریہ عثمان جا میری۔ تمہارا جذبہ قابل قدر ہے۔ لیکن تم یہ غلامِ ظلم

تاثرات ابھر آتے۔

”او۔ کے اب میری بات غور سے سُننا۔ میں نے بہت عجاگ دھڑک کر کے یہ معلوم کیا ہے کہ اسرائیل نے صحرا کے اندر کسی جگہ خفیہ لیبارٹری بنائی ہوئی ہے۔ زیر زمین لیبارٹری اور اس کے اندر وہ کسی انتہائی خوفناک ہتھیار کی تیاری میں مصروف ہے۔ انہوں نے پاکستان کے ایک سائنس دان کو بھی انکار کے یہاں پہنچا دیا ہے۔ میں اس لیبارٹری کا عمل و قوع تلاش کرنا چاہتا ہوں۔ تم چونکہ اس صحرا کے کیڑے ہو۔ اس لئے مجھے تم سے رابطہ قائم کرنا پڑا ہے۔ کیونکہ اگر میں نے اپنے طور پر کوشش کرنا شروع کر دی تو شاید مجھے کئی سال لگ جائیں۔ میرے پاس دو مہینے پوائنٹس ہیں۔ ان پوائنٹس کی مدد سے میں نے اس مقام کو تلاش کرنا ہے۔“ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”مجھے بتائیے وہ پوائنٹس“ عثمان جاویری نے انتہائی شکیانہ بھرے لہجے میں کہا۔

”ایک پوائنٹ تو یہ ہے کہ بین الاقوامی ادارہ جو کہ بڑی دلی کے خلاف کام کرتا ہے اس کے اس سیکشن پر جس کا تعلق انکار کے صحرا سے ہے۔ تمام لوگ یہودی ہیں۔ آج سے چار پانچ سال پہلے بہت بڑے سہیلے پر اس سیکشن میں تبادلے کئے گئے تھے اور میری تحقیقات کے مطابق سب باقاعدہ منصوبے کے تحت ہوا۔ اس کے علاوہ ایسے شواہد بھی ملے ہیں کہ اس سیکشن کے ٹرانسپورٹ سہیلے کا پرٹوں کے ذریعے بڑے بڑے کنٹینر صحرا میں پہنچائے گئے ہیں جن میں قیمتی مشینری بھی ہو سکتی ہے۔ اس لئے بین الاقوامی سیکشن کے ذریعے اس لیبارٹری کے لئے مشینری اور سامان سہیلے پہنچایا گیا

کا چکر رہنے دو۔ مجھے تکلفات سے شدید الجھن ہوتی ہے۔ بس تم مجھے صرف اپنا دوست بنالو۔ یہی کافی ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔  
”یہ میرے لئے انتہائی عزت کی بات ہے۔ عمران صاحب اب بتائیں کہ آپ کیا چاہتے ہیں اور میں کیا خدمت کر سکتا ہوں مکمل کر بتائیں۔“ عثمان جاویری نے مسکراتے ہوئے کہا۔  
”مگر تمہارا وقت تو بہت قیمتی ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں معافی چاہتا ہوں اب مجھے کیا معلوم تھا کہ میں دنیا کی عظیم ترین شخصیت سے مل رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ آئندہ مجھے شرمندہ نہ کریں گے۔“ عثمان جاویری نے قدرے شرمندہ لہجے میں کہا۔  
”یہ جگہ بات چیت کے لئے محفوظ ہے۔“ اچانک عمران نے سنجیدہ ہوتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں بالکل۔“ مہریتے میں اس لحاظ کو باہر بھیج دیتا ہوں۔“ عثمان نے چونک کر کہا اور پھر اس نے ہاتھ کے اشارے سے دروازے کے قریب کھڑے ہوئے نوجوان کو باہر جانے کے لئے کہا اور نوجوان تیزی سے دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔

”کیا یہ لحاظ بااعمال ہے۔“ عمران نے ہونٹ چبلاتے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ بات چیت کے دوران اُسے پشت پر کھڑے اس نوجوان کا خیال ہی نہ رہا ہو۔

”اوہ اس کی آپ فکر نہ کریں۔ یہ گونگا بھی ہے اور بھرہ بھی۔“ عثمان جاویری نے مسکراتے ہوئے کہا اور عمران کے چہرے پر اطمینان کے

انتہائی خوفناک طوفانی صحرا پہیلے ہوئے ہیں جنہیں مغربی اور مشرقی صحرا کہا جاتا ہے  
ان صحراؤں میں ہر وقت خوفناک طوفان چلتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگلیا  
بستی میں صرف وہی لوگ رہ سکتے ہیں جو انتہائی جنگاں ہوں۔ حالانکہ پورے  
صحرا میں یہ فاصلہ سستی ہے جہاں پانی کے چاروٹھے ہیں۔ انتہائی ٹھنڈے اور  
میٹھے پانی کے۔ عثمان جامیری نے کہا۔  
”اوہ۔ یہ پلانٹ واقعی قابلِ غور ہے۔ مگر کیا یہی ایک پلانٹ ہے“  
عمران نے کہا۔

”نہیں آج سے چار پانچ سال پہلے میں ایک خصوصی مشن پر وہاں سے گزرا  
تھا اور میں نے وہاں وہ باتیں دیکھی تھیں جنہیں اس وقت تو میں نے نظر انداز  
کر دیا تھا لیکن اب مجھے ان کا خیال آ رہا ہے۔ ایک قویہ کہ میں نے دو برس  
بڑے ٹرانسپورٹ ہیلی کاپٹر اس بستی کے قریب کھڑے دیکھے تھے۔ دوسری  
بات یہ کہ وہاں کا سردار میرا دوست تھا۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ وہ اب  
پہاں سے ہجرت کر کے کسی اور نخلستان میں جا رہے ہیں کیونکہ ان چاروں  
چشموں کا پانی بچانک کھا رہا ہو گیا ہے اور پینے کے قابل نہیں رہا۔ اور وہ چند  
دنوں میں ہی ہمیشہ کے لئے اگلیا کو چھوڑ دیں گے۔ اور تیسرا اور آخری پوائنٹ  
یہ ہے کہ اپنے مشن کی تکمیل کے بعد جب میں دوبارہ وہاں سے گزرا تو میں  
یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہاں کی پہلی آبادی تو ہجرت کر گئی تھی مگر وہاں باجوئی  
قافلے پہنچ رہے تھے۔ باجوئی اس سے پہلے صحرا سے آئے تھے کہ میں نے یہ سنا تھا  
وہ انتہائی جنگاں لوگ ہیں۔ لیکن میں مذہباً یہودی۔ وہ مجھے جانتے تھے  
اور میں انہیں جانتا تھا۔ چنانچہ جب میں نے ان سے یہاں آنے کی وجہ پوچھی  
تو انہوں نے بتایا کہ ان کے سردار کو خواب میں ایک ایسے نئے عالم ہو گیا

ہے۔ اب یہ پہلی کا پٹر جہاں زیادہ اترتے رہتے ہیں۔ اس جگہ کے قریب  
بھی کہیں ایسا بڑی ہوگی اور دوسرا پلانٹ یہ ہے کہ جس جگہ یہ ایسا بڑی  
ہوگی وہاں قریب کوئی نخلستان ضرور ہوگا۔ کیونکہ اس قسم کی ایسا بڑیوں میں  
پانی کا بے تحاشا استعمال ہوتا ہے اور لازماً یہ آبادی یہودی ہوگی کیونکہ یہودی  
کبھی بھی صورتِ مسلمانہ پر اعتماد نہیں کر سکتے۔ اگر اس آبادی کی اکثریت مسلمان  
پر مشتمل ہوتی تو لازماً اب تک ایسا بڑی اور کچھ نہیں تو کم از کم انگلنڈ کے حکام  
لی نظروں میں ضرور آ جاتی۔ یہ بھی مجھے معلوم ہے کہ انگلنڈ کے صحراؤں میں ایسی  
آبادیاں موجود ہیں جو صدیوں سے مذہباً یہودی ہیں۔ لیکن میں وہ مقامی باشندے  
وہ عام لباس یا اطوار سے کوئی بھی نہیں پہچان سکتا کہ یہ یہودی ہے یا مسلمان۔  
اس لئے میں تمہارے پاس آیا ہوں کہ تم اس پورے صحرا کو سب سے زیادہ  
باتے ہو۔ تم ان پلانٹس کی رو سے اگر کوئی ایسا مقام بتا سکتے ہو۔ تو بتا دو اس  
کے بعد اس ایسا بڑی کو تباہ کرنا اور اپنے سائنس دان کو حاصل کرنا میرا کام  
ہوگا۔“ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے ذرا مجھے سوچنے دیں۔“ عثمان جامیری نے کہا اور  
موصیٰ کی نشست سے سرٹکا کر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ چند لمحوں بعد اس  
نے چونک کر آنکھیں کھولیں۔

”بالکل ایسا ہی ہوگا۔ اوہ واقعی ایسا ہوگا۔ یہ ایسا بڑی اگلیا بستی کے  
زیب ہی ہوگی۔“ عثمان جامیری نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔  
”اگلیا بستی کہاں ہے۔ مجھے نقشے میں تو اس نام کی کوئی بستی نظر نہیں  
آتی۔“ عمران نے چونک کر کہا۔

”یہ ایک چھوٹی سی بستی ہے کیونکہ اس کے دونوں اطراف میں دنیا کے

ایک ملازم ٹرے میں سرخ رنگ کے مشروبات کے گلاس رکھے ہوئے ساتھ آیا تھا۔ اور ایک ایک گلاس عمران۔ چوہان اور خلو نے لیا۔ ایک عثمان جامیری نے خود لے لیا۔ اور ملازم کے جانے کے بعد عثمان جامیری نے نقشہ کھول کر میز پر بچھایا اور سب اس نقشے پر جھک گئے۔

جس سے کھارے پانی کو میٹھا بنایا جاسکتا ہے۔ اور چونکہ اگلیا کے چشموں کا پانی کھار ہو گیا تھا اور اگلیا کے لوگ اسے چھوڑ رہے تھے اس لئے انہوں نے اگلیا والوں سے اپنے غمستان کا تبادلہ کر لیا ہے۔ اگلیا والے باجوت چلے گئے ہیں جب کہ وہ باجوت سے یہاں آگئے ہیں کیونکہ یہاں چارپٹے ہیں اور باجوت میں ایک چپڑہ بہر حال تجھے چونکہ جلدی تھی اس لئے میں وہاں نہ لڑکا کہ میرے سکول کو واقعی انہوں نے کھارے پانی کو میٹھا کر لیا تھا یا نہیں۔ میں چلا آیا اور اس کے بعد میں آج تک تو دھڑ نہیں جاسکا لیکن تجھے اس بات کا بہر حال علم ہے کہ باجوتی لوگ اب تک اگلیا میں موجود ہیں۔ اس کا مطلب تو یہی ہو سکتا ہے کہ واقعی انہوں نے کھارے پانی کو میٹھا بنانے کا نسخہ جان لیا ہے ورنہ پانی کے بغیر وہ وہاں ایک دن بھی نہیں رہ سکتے۔ اور اب آپ کے بات کرنے پر مجھے احساس ہو رہا ہے کہ جسے میں عام واقعات سمجھا تھا یہ عام واقعات نہیں ہیں بلکہ ایسا خاص طور پر پلاننگ کے تحت وہاں کیا گیا ہوگا۔ عثمان جامیری نے کہا۔

”اوہ ویری گڈ عثمان جامیری۔ تم پر میری محنت رائیگاں نہیں گئی تم نے واقعی صحیح تجزیہ کیا ہے۔ یہ لیبارٹری یقیناً اگلیا کے کہیں قریب موجود ہوگی۔ اب تم نقشہ منگو آؤ اور تجھے بتاؤ کہ یہ اگلیا کہاں واقع ہے۔“ عمران نے شکر ادا کرتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں میں تیز چمک ابھر آئی تھی۔ اور عثمان جامیری خود اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کی واپسی کچھ دیر بعد ہوئی۔ اور اس بار اس کے پیچھے



ہوئے جب وہ اوپر والی منزل پر پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ اوپر والی منزل میں صرف سامان موجود تھا۔ آدمی کوئی نہ تھا۔

”میرے خیال میں ہمیں رات تک یہاں چھپا رہنے چاہئے۔ کیونکہ کبھی ملازمین کی کافی تعداد نیچے موجود ہے اور مجھے وہ ڈیزرٹ فاکس کس وقت آئے۔“ میجر مارک نے کہا اللہ ٹوٹی نے سر ہلا دیا اور پھر وہ دونوں ایک ایسے کمرے میں چھپ کر بیٹھ گئے جہاں سے کوٹھی کا پھانک اور وسیع لان کو آسانی سے دیکھا جاسکتا تھا۔ نیچے لان میں چار پانچ آدمی آتے جاتے دکھائی دیے لیکن پھر جیسے جیسے رات گزرتی گئی۔ کوٹھی میں بھی خاموشی طاری ہوتی گئی۔ وہ دونوں اس کمرے میں بیٹھے بیٹھے بری طرح ٹھک گئے۔ لیکن اس دوران نہ ہی کوئی نظر آیا اور نہ باہر گیا اللہ نہ ہی باہر لان میں کسی عورت کی شکل نظر آئی۔

”ہمیں اس پورے نے ہمیں یہ قوف تو نہیں بنایا۔“ میجر مارک نے سرگوشی کے انداز میں ٹوٹی سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کے چہرے پر اس وقت شدید ترین اکتاہٹ کے آثار نظر آرہے تھے۔

”ہو سکتا ہے باس اس نے سوچا ہو کہ کوئی الحال انہیں ٹال دو بعد میں دیکھا جائے گا۔“ ٹوٹی نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔ مگر پھر اس سے پہلے کہ میجر کچھ کہتا، پھانک کے باہر سے مارن کی مخصوص آواز تین بار سنائی دی اور وہ دونوں چونک پڑے۔ پھر انہوں نے ایک لمبے ٹنگے آدمی کو دوڑ کر پھانک کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔ اس کے کانہ سے شبنم گن ٹنگ لائی تھی۔ اس نے جا کر پہلے پھانک کی چھوٹی کھڑکی کھولی اور باہر نکل گیا۔ چند لمحوں بعد وہ واپس آیا اور اس نے پھانک کھول دیا۔ دوسرے لمحے سیاہ رنگ کی ایک لمبی سی کارجس کے شیشے کھڑکتے اندر داخل ہوتی اور

کوٹھی کی دیواریں زیادہ اونچی نہ تھیں اس لئے میجر مارک اور ٹوٹی دونوں آسانی سے کوٹھی کی کھنچی دیوار چاند کر پائیں باغ میں چھپ گئے۔ جب انہیں یقین ہو گیا کہ کوٹھی میں کتے وغیرہ نہیں ہیں تو وہ دونوں آہستہ آہستہ عمارت کی کھنچی دیوار کی طرف بڑھنے لگے۔ کوٹھی کے سامنے والے حصے میں مختلف افراد کے بولنے اور چلنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ اس لئے انہوں نے کھنچی دیوار میں موجود موٹے موٹے ہاتھوں کے ذریعے اوپر چھت پر پہنچنے کا فیصلہ کیا اور پھر میجر مارک نے ٹوٹی کو پہلے اوپر جانے کا اشارہ کیا اور خود وہ جیب سے ریلو اورنگل کر کر انتہائی محتاط انداز میں اوپر اوپر اڑھارہ جاتے ہوئے لگا۔ ٹوٹی باوجود بھاری جسم رکھنے کے خاصا پھر تیز آدمی تھا اس لئے وہ کسی بندر کی طرح چند ہی لمحوں میں پائپ پر چڑھ کر چھت پر پہنچ چکا تھا۔ پھر وہ دونوں اس طرف کو بڑھ گئے جہاں ایک کمرہ بنا ہوا تھا اور سیڑھیاں اس کمرے سے نیچے جاتی دکھائی دے رہی تھیں۔ عمارت دو منزلہ تھی۔ اس لئے سیڑھیاں اترتے

منٹ گزارنے پڑے۔ میجر مارک نے کہا اور برآمدے میں چلتا ہوا وہ درمیانی ماہداری میں آگیا جس میں تین کمروں کے دروازے موجود تھے۔ اندر سے ایک دروازہ کھلا ہوا تھا اور اس میں سے روشنی نکل کر باہر لڑکی میں پڑی تھی۔ وہ دونوں آگے بڑھے اور میجر مارک کے لبوں پر مسکرائے دوڑ گئی کیونکہ اس خوبصورت انداز میں سجے ہوئے کمرے کے ایک صوفے پر قدرے نکلتے ہوئے قد لیکن پھر یہ سجے جسم والا ادھیڑ عمر آدمی پہلو کے بل پڑا ہوا تھا۔ اس کے جسم پر انتہائی قیمتی سوٹ تھا جبکہ اس کے ساتھ ہی فرش پر ایک خوبصورت عورت جس کے جسم پر بھی قیمتی لباس تھا بے ہوش پڑی تھی اور اس کے سامنے فرش پر ایک گلاس ٹوٹا پڑا تھا جب کہ صوفے کی سائیڈ پر موجود تھالی پر ایک بوتل پڑی ہوئی تھی جس میں سنہرے رنگ کا خول آدھے سے زیادہ بھرا ہوا تھا۔ بوتل کا ڈمکن پٹا ہوا تھا۔

”ٹوٹی جاو اور اس کو مٹی میں جتنے افراد بھی پڑے ہوں ان سب کو گولیوں سے اڑا دو اور کہیں سے کوئی رسی بھی اٹھالانا“ میجر مارک نے کہا اور ٹوٹی سر ہلاتا ہوا واپس دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ میجر مارک گھوم کر بڑی فائراے نظروں سے کمرے میں موجود سامان کا جائزہ لینے میں مصروف ہو گیا۔ پھر تقریباً پندرہ منٹ بعد ٹوٹی واپس آیا۔ ”چھ مرد اور دو ملازمہ نما عورتیں تھیں انہیں ختم کر آیا ہوں“ ٹوٹی نے کہا۔ اس بار اس کے کاںدھے سے بھی مشین گن ٹنگ رہی تھی۔ اور ہاتھ میں تانکوں کی رسی کا ایک بنڈل موجود تھا۔

”ٹھیک ہے۔ اب ان دونوں کے ہاتھ تھب پر کر کے باندھ دو اور

سیدی آگے پورچ کی طرف بڑھ کر ان کی نظروں سے غائب ہو گئی۔ اس مشین گن بردار نے چاکلک بند کیا اور وہ بھی واپس عمارت کی طرف رٹھتا ہوا ان کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

”یہ لازماً وہی ڈیزرٹ فاکس ہے“ میجر مارک نے کہا اور پھر اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک چوٹا سا پستول باہر نکال لیا۔ جس کی تال چبٹی سی تھی۔

”اب مزید انتظار تجھ سے نہیں ہو سکتا“ میجر مارک نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے پیشے کی کھڑکی کا پٹ کھول کر ہاتھ کو باہر نکالا۔ اور ہاتھ میں موجود اس چبٹی تال والے پستول کا نوچ اندر کی طرف کر کے اس نے ٹریگر دبا دیا۔ بلکی سی چٹ کی آواز ابھری اور میجر مارک نے پستول واپس اپنی اندرونی جیب میں رکھ لیا اور ہاتھ میں بندھی ہوئی گھڑی کے ڈائل پر اس کی نظر پڑی۔ ”جسم نکلیں۔ پورے تین منٹ بعد وہ ایک جھٹکے سے کھڑا ہو گیا۔

”آؤ ٹوٹی اب نیچے موجود ہر شخص لے ہوش ہو چکا ہو گا“ میجر مارک نے کہا اور ٹوٹی بھی سر ہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ البتہ احتیاطاً ان دونوں نے جیب سے ساٹنسرنگے ریلویر نکال لے تھے۔ سیرٹھیاں اتر کر وہ جب نیچے پہنچے تو دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اور سامنے برآمدے میں ہی دو آدمی بیٹھے میڑھے انداز میں گھھڑی بنے پڑے تھے۔ ان کے کاںدھوں سے لشکی ہوئی مشین گنیں ان کے جسموں کے نیچے دی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔

”گنیں کا اثر باقی نہ ہو“ ٹوٹی نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”نہیں اس کا اثر تین منٹ رہتا ہے۔ اس لئے مجھے اور یہی تین

”تو یہ ہے وہ ڈیزنٹ فاکس جس سے ملنے کے لئے عمران بے چین تھا“  
 — میجر مارک نے غور سے اس ادھیڑ عمر آدمی کی شکل دیکھتے ہوئے  
 کہا۔ اور دوسرے لمحے وہ چونک پڑا کیونکہ اس آدمی کے جسم میں اُسے  
 حرکت کا احساس ہوا تھا۔ وہ خاموش بیٹھا اُسے دیکھتا رہا۔ چند لمحوں بعد  
 اس ادھیڑ عمر کی آنکھیں ایک پتھکے سے کھل گئیں۔ اُسی لمحے اس کے ساتھ  
 بیٹھی ہوئی عورت کے جسم میں بھی حرکت نمودار ہونے لگی۔ ادھیڑ عمر آنکھیں  
 کھول کر چند لمحے تو غلی غالی نظروں سے سامنے بیٹھے ہوئے میجر مارک کو  
 دیکھتا رہا پھر آہستہ آہستہ اس کی آنکھوں میں شعور کی چمک ابھر آئی اور  
 وہ چونک کر سیدھا ہو گیا۔ اُسی لمحے وہ عورت بھی کراہتی ہوئی ہوش میں آگئی  
 ادھیڑ عمر نے پوری طرح ہوش میں آنے ہی اٹھنے کی کوشش کی لیکن پھر وہ  
 ایک پتھکے سے دوبارہ صوفے پر بیٹھ گیا۔ اسی لمحے عورت کے منہ سے ہلکی  
 سی جرح نکلی اور وہ اٹھنے کی کوشش کرتی ہوئی پہلو کے بل گر پڑی۔ ادھیڑ  
 عمر کے چہرے پر یکھنٹ سختی اور دشمنی ابھر آئی۔  
 ”کون ہو تم“ — ادھیڑ عمر نے غراتے ہوئے کہا۔

”میرا نام مارک ہے۔ میرے عثمان جاہیری عرف ڈیزنٹ فاکس“  
 میجر مارک نے انتہائی مطمئن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔  
 ”کیا کہہ رہے ہو کون ڈیزنٹ فاکس اور کون عثمان جاہیری“  
 اس ادھیڑ عمر نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اس طرح اپنے آپ کو چھپانے سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور  
 یہ بھی سن لو کہ یہاں موجود تمہارے تمام ساتھی ختم ہو چکے ہیں اور باہر اب  
 میرے آدمی میرے دوسرے رہے ہیں۔ اور یہ بھی سن لو کہ مجھے تم سے نہ کوئی دشمنی

ہے۔ بھران دونوں کو اٹھا کر صوفے پر بٹھا دو“ — میجر مارک نے سامنے  
 والے صوفے پر اطمینان سے بیٹھتے ہوئے کہا اور کوئی اس کے حکم کی تعمیل  
 میں مصروف ہو گیا۔ توڑی دیر بعد وہ دونوں مرد اور عورت بندے ہوئے  
 ایک دوسرے کے ہالے کا صوفے پر بیٹھے ہوئے تھے لیکن ان کی گردنیں  
 لٹکی ہوئی تھیں۔

”تم باہر جا کر پہرہ دو ہو سکتے ہو کوئی اچانک آہلے انہیں دے  
 گھنٹے بعد خود خود ہوش آجائے گا“ — میجر مارک نے کہا۔ اور کوئی سر  
 ہلاتا ہوا باہر چلا گیا۔ میجر مارک صوفے سے اٹھا اور پھر اس نے اس ادھیڑ  
 عمر آدمی کے لباس کی تلاشی لینی شروع کر دی۔ چند لمحوں بعد اس نے جیبوں سے  
 نکلنے والا سامان سائیڈ پر موجود میز پر رکھ دیا۔ اس میں ایک ریلیوور۔ ایک  
 کی دنگ۔ ایک بٹہ اور ایک کاغذ کی لمبی سی پٹی موجود تھی جسے چار بار تہہ  
 کیا گیا تھا۔ میجر مارک نے بٹہ کھولا تو اس میں بڑے بڑے نوٹوں کی ایک  
 گڈی موجود تھی اس کے علاوہ ایک کچھ نہ تھا۔ پھر اس نے کاغذ کی وہ پٹی کھولی  
 اور دوسرے لمحے وہ چونک پڑا۔ اس پٹی پر نمبر وار ایک نمودرج تھے جن میں  
 سب سے پہلے ایک خصوصی ساخت کے پہلی کا پٹر کا نام لکھا ہوا تھا۔ اس  
 کے علاوہ شارٹ ریج اور لانگ ریج کے ٹرانسمیٹر۔ جدید بموں اور  
 دوسرے اسلحے سے یہ ہزست بھری ہوئی تھی۔ میجر مارک نے ہزست دیکھی  
 اور پھر اُسے جیب میں ڈال لیا۔ اس کے بعد اس نے اس ادھیڑ عمر کی  
 کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی اتاری اور اُسے غور سے دیکھنے لگا۔ پھر اس کے لہل  
 پر مسکراہٹ رہنگ اٹھی۔ کیونکہ گھڑی میں ٹرانسمیٹر موجود تھا۔ اس نے گھڑی  
 بھی میز پر رکھ دی۔

بے شک کر لو لیکن یہ یاد رکھنا کہ میں نے بہر حال یہ باتیں معلوم کر کے ہی یہاں سے جانا ہے۔ اب اس کے لئے چاہے تمہاری نظروں کے سامنے تمہاری اس خوبصورت بیوی کی عزت پامال ہو جائے یا تمہارے اپنے جسم کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں یا تمہارے جسم کا ایک ایک ریشہ الگ ہو جائے۔ ان سب باتوں کا انحصار تم پر ہے۔ میجر مارک نے انتہائی ٹھنڈے دلچسپی میں کہا۔

”ٹھیک ہے میں بتا دیتا ہوں۔ وہ مجھ سے ملے تھے اور انہوں نے مجھ سے پوچھا تھا کہ کیا میں صحرا میں کوئی ایسی جگہ جانا ہوں جہاں کوئی غلط بیگاری قائم کی گئی ہو۔ لارڈ ہرکوز شکار میں میرا استاد رہا ہے۔ وہ اس کی سفارش لے آئے تھے لیکن مجھے تو خود صحرا میں گئے طویل عرصہ ہو گیا ہے۔ اس لئے مجھے ان لیبارٹروں وغیرہ کے متعلق کیا علم ہو سکتا ہے۔ اس لئے میں نے انہیں یہی جواب دیا کہ مجھے علم نہیں ہے اور وہ واپس چلے گئے۔ عثمان جاگیری نے تیز تیز دلچسپی میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”عثمان جاگیری صاحب۔ تم شاید مجھے اتنی سا آدنی سمجھ رہے ہو۔ اس لئے پہلے تو یہ خیال ذہن سے نکال دو۔ میں اتنی نہیں بول اور نہ ہی اتنی بننے کے لئے تیار ہوں۔ میں نے تمہاری جیب میں موجود وہ فہرست دیکھ لی ہے جس میں گن شپ بیلی کا پڑا، اسلحہ اور ٹرانسپیرٹ وغیرہ لکھے ہوئے ہیں۔ اس لئے صاف صاف بتا دو کہ کیا بات حیت ہوتی اور کیا پلاننگ کی گئی۔ مجھے تم سے یا اس عمر ان اور اس کے ساتھیوں سے کوئی مطلب نہیں ہے کہ تم لوگ کیا کرتے ہو اور کیا کرنا چاہتے ہو۔ میں نے تو بس یہ معلومات اپنی پارٹی کو جوہا کرنی ہیں اور میرا مسئلہ تم ہو جاتے گا۔ میں یہاں

ہے اور نہ کوئی دلچسپی۔ صرف اتنا بتا دو کہ پاکشیا سیکرٹ سروس کے تین افراد جن میں سے ایک کا نام علی عمران، دوسرے کا چوہان اور تیسرے کا خانو ہے۔ تم سے ملنے گئے تھے۔ وہ تم سے کیا چاہتے تھے۔ میجر مارک نے انتہائی دلچسپی میں کہا۔

”یہ یہ کون ہیں۔“ اسی لمحے عورت نے انتہائی خوفزدہ دلچسپی میں کہا۔

وہ اس پلارڈ کے بیڈ جھلنے میں کامیاب ہوئی تھی۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے خاتون کہ تم خاموش بیٹھی رہو ورنہ مجبوراً مجھے ایک گولی تم پر بھی فائر کرنی پڑے گی اور میں نہیں چاہتا کہ عثمان جاگیری کی گرل فرینڈ اس کے سامنے قتل کر دی جائے۔ میجر مارک نے اس بار قدرے تلخ دلچسپی میں اس عورت سے مخاطب ہو کر کہا اور عورت بے اختیار ہنسنے لگی۔

”بلیکس میری بیوی ہے۔ گرل فرینڈ نہیں ہے۔ اور بلیکس تم موت بولو میں خود ہی بات کر لوں گا۔“ عثمان جاگیری نے کہا اور بلیکس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”تمہیں کوئی غلط فہمی ہو گئی ہے مسٹر مارک میرا کسی پاکشیا بیانی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔“ عثمان جاگیری نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ ”مجھے معلوم ہے کہ اس عمران نے ہوٹل سے فون کیا اور پھر کافی کوڑے ورنڈ کے تہا دلے کے بعد تمہاری طرف سے پیغام دیا گیا کہ تم اس سے لڑا اس کلب کے کمرہ نمبر چار میں ملنے کے لئے منتظر ہو اور دعا لکھی لارڈ ہرکوز کا دیا گیا تھا۔ اس کے بعد وہ ہوٹل ڈسٹائن گئے اور تم سے ان کی ملاقات ہوئی۔ اس کے باوجود اگر تم میری باتوں سے انکار کرنا چاہو تو

گمراہی تھا کہ میجر مارک کی لالت پوری قوت سے اس کی کپٹی پر پڑی۔ اور عثمان جا میری کا جسم سوئپ کرتے ہوئے تیزی سے گھوما اور اس بار اس کی دونوں ہندھی ہوتی ناہنگیں میجر مارک کی ناہنگوں سے ٹکرائیں اور میجر مارک بھی چیخا ہوا منہ کے بل اس کے جسم پر اگرا۔ عثمان جا میری نے بجلی کی سی تیزی سے کروٹ پٹی اور دوسرے لمحے اس نے پوری قوت سے نیچے اٹھانے والے میجر مارک کی ناک پر سر کی ٹھک ماری اور میجر مارک کے حلق سے جھپٹا نکلی اور اس کا جسم پارے کی طرح تڑپا اور دوسرے لمحے اس کے جسم کے اوپر موجود عثمان جا میری ہوا میں اڑتا ہوا پھینچے موجود صفی کی کرسی پر گرنا۔ اور پھر ایک دھماکے سے صوفے سمیت نیچے فرار پر اگرا۔ اور میجر مارک اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی ناک سے خون نکل رہا اور چہرہ صفی اور تکلیف کی شدت سے سرخ ہو چکا تھا اور ٹوٹی بلیس لباس پھارنے کی شدید جدوجہد میں مصروف تھا لیکن بلیس کا بندھنا اس طرح الٹ پلٹ ہو رہا تھا جیسے پانی سے نکلی ہوئی پھلی تر تھی ہے اور ٹوٹی کے لئے اس کو قابو میں کرنا ایک مسئلہ بنا ہوا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے کوئی پارے کو ہاتھ میں پکڑنے کی کوشش کر رہا ہو۔

میجر مارک نے کھڑے ہوتے ہی حبیب سے رپا اور نکالا اور گونم کر اس نے فرش پر پارے کی طرح تر تھتی ہوئی بلیس پر فائر کرنا ہی چاہا تھا کہ لیکھوت صوفے کی کرسی بجلی کی سی تیزی سے ہوا میں اڑتی ہوئی میجر مارک کے جسم سے ٹکرائی اور میجر مارک چیخا ہوا پہلے فرش پر اگرا۔ اور صوفہ اس سے ٹکرا کر دو تھک اڑھٹا پھلا گیا۔ یہ حالت دیکھتے ہی ٹوٹی بلیس کو چھوڑ کر پاگلوں کے سے انداز میں دوڑنا ہوا ایک جھٹکے سے کھڑے ہوئے

سے پلا جاؤں گا۔ لیکن اگر تم نے عقل مند بننے کی کوشش کی تو پھر اس کے تمام نتائج کی ذمہ داری تم پر ہوگی۔“ میجر مارک نے تیز لہجے میں کہا۔  
”وہ فہرست ایک اور پارٹی کی ہے۔ بہر حال جو کچھ صحیح تھا وہ میں نے تمہیں بتا دیا ہے۔“ عثمان جا میری نے کھرت لہجے میں کہا۔  
”او کے تمہاری مرضی۔ میں اب کیا کر سکتا ہوں۔“ میجر مارک نے منہ بنا کر ہوتے کہا اور ایک جھٹکے سے کھڑا ہو گیا اور پھر وہ مڑ کر تیز تیز قدم اٹھاتا دھماکے کی طرف بڑھ گیا۔

”ٹوٹی ادھر آؤ۔“ اس نے دھماکے میں رک کر اونچی آواز میں کہا اور پھر واپس آکر دوبارہ صوفے پر بیٹھ گیا۔ دوسرے لمحے ٹوٹی اندر داخل ہوا۔  
”ٹوٹی وہ خمر کو اٹھا کر فرش پر ڈالو۔ ان کا لباس اتار دو۔ اور اس کے بعد تیار ہو جاؤ جیسے ہی میں اشارہ کروں تم نے ان خمر مد کی عزت سے کھینا مشروح کر دینا ہے۔ سمجھے۔“ میجر مارک نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ییس ہاں۔“ ٹوٹی نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے آگے بڑھ کر بلیس پر اس طرح جھپٹا جیسے عقاب کسی چڑیا پر چھٹکتا ہے۔ بلیس کے حلق سے بے اختیار پھینکے نکلے لگیں لیکن ٹوٹی نے بڑی بے دردی سے اسے فرش پر پیر پیر کیا اور پھر اس کا لباس پھاڑنے کے لئے جھکا ہی تھا کہ لیکھوت عثمان جا میری صوفے سے اچھلا اور انتہائی حیرت انگیز انداز میں اس کی دونوں ہندھی ہوتی ناہنگیں پوری قوت سے جھٹکے ہوئے ٹوٹی کے منہ پر پڑیں اور ٹوٹی چیخا ہوا پشت کے بل پچھے جا گیا جب کہ عثمان جا میری کو بولوں کے بل نیچے فرش پر لیک دھماکے سے

جسم ایک لمحے کے لئے ہلایا مگر دوسرے لمحے وہ اپنے قدم مضبوطی سے جما چکا تھا۔ میجر مارک فریش پر جسے وسرکت پڑا ہوا تھا۔ صوفے کی کلائی کی زوردار ضرب اس کی پیشانی پر پڑی تھی۔ وہ اس اچانک اور زوردار ضرب سے بہوش ہو گیا تھا۔ ادھر بلیقئس فریش پر پڑی اب بڑی طرح ہانپ رہی تھی۔ اس کے چہرے کا رنگ پکے ہوئے ٹماٹر کی طرح گہرا سرخ ہو رہا تھا۔

”جلدی کرو بلیقئس۔ میری کلائیوں کی رسیاں اپنے دانتوں سے کھول دو“ عثمان نے ماحول کا جائزہ لیتے ہی کہا۔ اور میڈیکل طرح اچھل اچھل کر وہ بلیقئس کے قریب گیا اور دوسرے لمحے اس کے گھٹنے اگے کی طرف فریش سے ٹکرائے اور پھر وہ پہلو کے بل زمین پر گر پڑا۔ اس کے عقبی طرف بندھے ہوئے ہاتھوں کا رخ بلیقئس کے چہرے کی طرف تھا۔ بلیقئس تیزی سے اگے کی طرف ہٹا اور پھر اس نے دانتوں سے عثمان جا میری کی کلائیوں پر بندھی ہوئی رسی کی گانٹھ کھولنے کی کوشش شروع کر دی۔ لیکن گانٹھ اس انداز میں باندھی گئی تھی کہ باوجود کوشش کے وہ کسی طرح کھل ہی نہ رہی تھی۔

”گاٹ دو دانتوں سے اسے جلدی کرو اب اگر یہ مارک یا ٹونی ہوش میں آگئے تو وہ ہمیں ایک لمحے میں گولیوں سے اڑا دیں گے“ عثمان جا میری نے جیتے جیتے کہا اور بلیقئس نے عثمان کی ایک کلائی پر موجود رسی پر دانت گاڑ دیئے۔ رسی کلائی کے گوشت میں چھنی ہوئی تھی اس لئے ظاہر ہے اس کے دانت پہلے کلائی کے گوشت میں ہی گئے اور عثمان جا میری کے حلق سے ہلکی سی ہسکاری سی ہلکی لیکن بلیقئس کو چونکہ موجودہ صورتحال

ہوئے عثمان جا میری کی طرف بڑھا۔ غصے کی شدت سے ٹوٹی کا چہرہ انتہائی بھیانک ہو رہا تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ اچھل کر عثمان جا میری پر حملہ کرتا، عثمان جا میری کا بندھا ہوا جسم یکجھٹ فضا میں ہی بندھے کی طرح اچھلا اور بھاری بھر کم ٹوٹی ایک بار پھر چینی ہوا پیچھے گرا۔ اور اس کا سر اس بار پوری قوت سے مٹنے کے ساتھ موجود تپائی کے کونے سے ٹکرایا اور کمرہ ٹوٹی کے حلق سے نکلنے والی خون سے گونج اٹھا۔ ٹوٹی کے سر سے خون فوارے کی طرح نکلنے لگا۔ اس نے تڑپ کر اسٹھنے کی کوشش کی لیکن ماسی لمے عثمان جا میری کا جسم کو لہروں کے بل زمین سے ٹکرایا اور دوسرے لمحے اس کا جسم کھل اس طرح دوبارہ فضا میں اچھلا جیسے کوئی سپرنگ اچانک دباؤ دینے سے کھلتا ہے اور ہلک جھپکتے میں ہی اس کا جسم فضا میں ہی گویا اڑ پھر فریش سے اسٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے ٹوٹی کے جسم پر ایک دھماکے سے جاگرا۔ اس کے دونوں مٹے ہوئے گھٹنے ٹوٹی کے سینے پر لپڑی قوت سے لگے تھے اور اس کا اوپر والا جسم اس کے سر کے اوپر سے ہوتا ہوا اس سے جا ٹکرایا تھا۔ ٹوٹی کے حلق سے پہلے سے بھی زیادہ زوردار خون لہا اور دوسرے لمحے اس کا تڑپتا ہوا جسم یکجھٹ ساکت ہو گیا۔ ٹوٹی کے سر کے عقبی حصے سے فوارے کی طرح نکلنے والے خون کے ساتھ ساتھ اس کی ناک اور منہ سے بھی خون فوارے کی طرح نکلنے لگا تھا۔ اس طرح نے کے بعد عثمان جا میری کے جسم نے تیزی سے کروٹ بدلی اور پھر اس نے ایک بار پھر جھٹکے سے کھڑے ہونے کی کوشش کی۔ بندھے ہوئے اس کی وجہ سے اس کے لئے اٹھنا اور توازن قائم رکھنا بے حد مشکل تھا لیکن ان جا میری پہلی ہی کوشش میں یکجھٹ اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس کا چہرہ

اس کی کلاتیاں باندھ دیں۔ پھر اس نے اسے سیدھا کیا اور اس کی دھلی پندلیاں بھی باندھ دیں۔ اس کے ٹٹے ہوئے چہرے پر پہلی بار اطمینان کے اظہار نمایاں ہوئے اور وہ مکر فرش پر پڑی ہوئی بلیقے کی طرف بڑھ گیا۔

”تنت تانت تم زخمی ہو خون نکل رہا ہے کلاتی سے“ — بلیقے نے غصے سے جھریاں کھینچیں۔

”فوج تجھے پتہ چلا ہے کہ تم دن میں دوبارہ دانت کیوں صاف کرتی ہو۔ اب تو تجھے تمہارے دانتوں سے ڈر گئے لگ گیا ہے“ — عثمان جاگیری نے مسکاتے ہوئے کہا اور بلیقے کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ عثمان جاگیری نے چند ہی لمحوں میں اس کی کلاتی اور پندلی پر بندھی ہوئی رسیاں کھول دیں۔

”بھروسے پہلے تمہاری کلاتی پر ڈر لگ کر دوں“ — بلیقے نے فرش سے اٹھتے ہی کہا اور پھر وہ دھڑکی ہوئی ایک کونے میں موجود الماری کی طرف بڑھ گئی جب کہ عثمان جاگیری واپس پلٹا اور اس نے فرش پر بندھے ہوئے مارک کو جھک کر اٹھایا اور اسے لاکر ایک صوفے کے کونے میں اس طرح بٹھا دیا کہ اس کا ڈھیلا جسم کونے سے ٹک گیا۔

”دکھاؤ کھتی“ — بلیقے نے قریب آکر کہا اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا فرسٹ ایڈ باکس موجود تھا۔

”خون کی کاٹی ہو اور خود ہی بینڈج بھی کرتی ہو“ — عثمان جاگیری نے مسکاتے ہوئے کھلی بلیقے کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”آپ کو نہ کالوں تو پھر کسے کالوں“ — بلیقے نے جواب دیا اور عثمان جاگیری کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

کالم تھا اس نے اس نے دانت نہ ہٹائے اور پھر اس کے دانت کلاتی کے گوشت کو کاٹتے ہوئے رسی پر جم گئے اور بلیقے نے دانتوں سے اس رسی کو کاٹنا شروع کر دیا۔ اس کے جڑے اس طرح ہل رہے تھے جیسے وہ دانت چمیں رہی ہو۔ رسی خاصی مضبوط تھی۔ اس نے وہ کسی طرح بھی کٹنے میں نہ آئی تھی۔ اٹا اس کے دانتوں میں جھرا ہٹ سی پیدا ہونے لگ گئی تھی لیکن وہ مسلسل اپنے کام میں مصروف رہی اور پھر کچھ دیر مسلسل دانت لگاڑنے کی وجہ سے کچھ ریشے کٹ گئے لیکن سالم رسی نکلی۔

”ہٹ جاؤ اب میں اسے توڑ دوں گا“ — عثمان جاگیری نے کہا اور بلیقے نے اپنا منہ پیچھے ہٹا لیا۔

عثمان جاگیری نے بازوؤں کو زور دے جھٹکے دینے شروع کر دیے اور تیسرے یا چوتھے جھٹکے کے بعد رسی ٹوٹ گئی اور اس کے ہاتھ آزاد ہو گئے۔ اب رسی اس کی ایک کلاتی سے لٹک رہی تھی۔ عثمان جاگیری بجلی کی سی تیزی سے اٹھ کر بیٹھا اور پھر اس نے جلدی سے پیروں میں بندھی ہوئی رسی کھول کر ایک طرف پھینکی۔ اس کی کلاتی سے خون نکل رہا تھا لیکن اس نے ایک لمبے کے لئے بھی اس خون کی طرف نہ دیکھا بلکہ کلاتی سے دوسری کلاتی پر بندھی ہوئی رسی کو لٹا شروع کر دی اور چند لمحوں میں ہی وہ مکمل طور پر کرسیوں کی گرفت سے آزاد ہو چکا تھا۔ اس کے بعد وہ کھلی اور کٹی ہوئی رسیاں اٹھاتے کوئی کی طرف دوڑ پڑا لیکن دوسرے لمحے وہ ٹھٹک کر رکا اور پھر مکر فرش پر ساکت پڑے ہوئے مارک کی طرف بڑھا۔ اس نے مارک کو ہلٹ کر اٹھایا اور پھر اس کے دونوں ہاتھ اس کی پشت پر کر کے اس نے بجلی کی سی تیزی سے

”تم نے جس طرح ان حرام زادوں کے ناپاک ارادوں سے بچنے کی جدوجہد کی ہے اس سے میرا سر فخر سے بلند ہو گیا ہے“ — عثمان جاہلی نے ایک لٹو خاموش رہ کر جذباتی انداز میں کہا۔

”مجھے تو اب تک یہ شرمندگی مارے ڈال رہی ہے کہ اس کے ناپاک ہاتھ میرے جسم سے کیوں چھوئے۔ مجھے اب تک یوں غموں پر ملبے جیسے کوئی قیلو سے کیڑے میرے جسم پر رہینگے پھر رہے ہوں“ — بلقیس نے میز پر توج کرتے ہوئے انتہائی شرمندہ سے لہجے میں کہا اور عثمان جاہلی کا چہرہ فرط جذبات سے سرخ پڑ گیا۔ گوئے معلوم تھا کہ اس کی بیوی انتہائی باکدار اور باجیا عورت ہے لیکن اس کا ذہن اس قدر پاکیزہ ہو سکتا ہے اس کا تو قصور بھی اس کے ذہن میں نہ تھا۔

”بلقیس تم اللہ تعالیٰ کی وہ نعمت ہو جو اس نے مجھ جیسے گناہگار کو بچانے جس نیکی کے صلے میں عطا کر دی ہے۔ میں اپنے اللہ کا بے حد شکر گزار ہوں“ عثمان جاہلی نے کلمی بٹاتے ہوئے جذبات سے پُر دلجے میں کہا اور بلقیس کا چہرہ بھی بے اختیار شفق رنگ ہو گیا۔

”شکر تو مجھے ادا کرنا چاہیے عثمان کہ تم میری عورت بچانے کے لئے اس حالت میں بھی ان لوگوں سے ٹکرا گئے ہو۔ تم جیسا حافظہ نوکورت کی دل کی گہرائیوں میں دیوتا کی طرح رہتا ہے جس کی وہ ہر لمحہ پرستش کرتی رہتی ہے“ — بلقیس نے مسکراتے ہوئے کہا اور عثمان جاہلی بھی ہنس دیا۔

”وہ کوئی تو مر چکا ہے لیکن یہ حرام زادہ ابھی زندہ ہے اور اب میں دیکھوں گا کہ اس کی روح کیسے اس کے جسم سے نکلتی ہے“ — عثمان

کا ہجر بکھوت بدل گیا تھا۔

”وہ مر گیا ہے جس نے میرے جسم کو ناپاک ہاتھ لگاتے تھے“ — بلقیس نے چونک کر کہا۔

”ہاں قدرت نے خودی اس سے اتنا معاملے لیا ہے“ — عثمان جاہلی نے کہا اور اس طرف کو بڑھ گیا جدھر صوبے پر ممبر مارک ابھی تک بیہوشی کے عالم میں بیٹھا ہوا تھا جب کہ بلقیس خاموشی سے چلتی ہوئی بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ عثمان جاہلی نے پہلے تو مارک کی تلاش کی اس کی میسوں سے جو سامان نکلا۔ اُسے دیکھ کر عثمان جاہلی کے چہرے پر قدیم حیرت کے آثار ابھر آئے۔ خاص طور پر وہ اس چوٹی نال والے پستول کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے اُسے سونگھا اور دوسرے لمحے اس طرح سر ہلایا جیسے وہ کوئی بات سمجھ گیا ہو۔ اس نے پستول ایک طرف رکھا اور مارک کی میسوں سے نکلنے والے دوسرے سامان کا جائزہ لینے لگا۔ وہ تہہ شدہ کاغذ جس پر فہرست درج تھی وہ بھی مارک کی جیب سے نکلا تھا وہ اس نے پہلے ہی اپنی جیب میں ڈال لیا تھا۔ مختلف سامان کے ساتھ ایک چھٹی سی ڈائری نما کتابی بھی موجود تھی۔ اس نے کتابی کھولی ہی تھی کہ بلقیس اندر داخل ہوئی اس کا چہرہ متوجش تھا۔

”انہوں نے سب ملازموں کو مار دیا ہے۔ کوٹھی میں ہر جگہ ان کی لاشیں بکھری ہوئی ہیں“ — بلقیس نے متوجش لہجے میں کہا۔

”ظاہر ہے اس کے بغیر تو یہ جھ پر ہاتھ نہ ڈال سکتے تھے۔ نجلے کس نے انہیں یہاں کا پتہ بتایا ہے۔ میں اس سے معلوم کر لوں گا۔ تم فی الحال اپنے کمرے میں رہو۔ میں اس سے پوچھ کر کے بعد لاشیں بھی اٹھاؤں گا اور کوٹھی کی



”جیے تسلیم ہے ڈنرٹ فاکس کہ تم میری توقع سے کہیں زیادہ جاندار آدمی ہو۔ اگر مجھے ذرا سا بھی شک ہو تو تاکہ تم بندے ہونے کے باوجود اس حیرت انگیز انداز میں جدوجہد کر سکتے ہو تو میں تمہاری ٹانگیں اوپر بازو دونوں توڑ دیتا۔ بہر حال میں نے زندگی میں پہلی بار ملو کھائی ہے اور اب میں اس کا نتیجہ دیکھنے کے لئے تیار ہوں۔“ مارک لونٹائی چلا گیا۔

تمہارے خیال کے مطابق کیا نتیجہ نکل سکتا ہے۔“ عثمان نے مٹی طرح حرکت دیکھی۔

”میری کہ تم مجھے گولی مار دو گے۔ مار دو۔ اگر تم یہ سمجھ رہے ہو کہ تم مجھ پر تشدد کر کے کچھ اگلا لو گے تو یہ خیال ذہن سے نکال دو۔ ہم جیسے لوگوں نے اس کی مکمل تربیت حاصل کی ہوئی ہوتی ہے۔ ہم اپنے ذہن کو اس طرح بینک کر لیتے ہیں کہ تمہارے ذہن اور اعصاب کا تعلق ختم ہو جاتا ہے اس طرح جسم پر ہونے والے تشدد کا ہمیں قطعاً کوئی احساس نہیں ہوتا۔ اگر یقین نہ آئے تو بیشک آزمائے دیکھ لو۔“ مارک نے بڑے مطمئن ہلچے میں کہا۔

”ہو نہ ہو تم سمجھ رہے ہو کہ میں تم پر عام سا تشدد کروں گا۔ ایسی بات نہیں ہے۔ میری ساری عمر محرامیں لومڑیوں کا شکار کرتے گزری ہے۔ اور اگر تم نہ جانتے ہو تو میں بتا دوں کہ دنیا میں سب سے مشکل شکل صحرائی لومڑی کا ہوتا ہے۔ اس لئے میں ایسے ایسے تجربات سے گزر چکا ہوں جس کا شاید زندگی بھر تم کبھی تصور بھی نہ کر سکو۔ میں نے جس طرح جدوجہد کی ہے۔ یہ بھی میرے اپنی تجربات کا نتیجہ ہے۔“ عثمان جاہری نے ہنرٹ سکھاتے ہوئے کہا۔

صفا بھی ہو جائے گی۔“ عثمان جاہری نے کہا اور یقیناً سر ہلائی ہوئی واپس مڑ گئی۔ عثمان جاہری کا کپڑا کھول کر اُسے دیکھنے لگا۔ اس میں عجیب قسم کے نام لکھے ہوئے تھے۔ اور پھر ایک صفحے پر اُسے ایک ایسا نام نظر آیا کہ وہ بُری طرح چونک پڑا۔ ڈان اتھنی کا نام اوپر اس کے ساتھ ہی اس کا پتہ بھی درج تھا اور اس کا پتہ ہی ایک لفظ انفارمیشن بھی لکھا ہوا تھا۔

”ہو نہ ہو یہاں کا پتہ اُسے ڈان اتھنی نے دیا ہے۔ میں نے آج تک اس بوڑھے کو کچھ نہیں کہا تھا کہ وہ کبھی میرا سامنی رہا ہے لیکن آج اس نے اپنی زندگی کا خاتمہ کرنا ہی لیا ہے۔“ عثمان جاہری نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے اور صفحے پلٹے شروع کر دیے اور پھر ایک صفحے پر اُسے شرح سیاہی سے کر نل ابا کر جیف آف ڈیزرٹ کا منڈووز کے الفاظ لکھے ہوئے نظر آئے۔ اس کے نیچے آگایا لکھا ہوا تھا عثمان جاہری کے بول پر مسکاہٹ ریگنٹ لگی۔ اس نے کپڑے کے دوسرے صفحے دیکھے لیکن نام اور فون نمبروں کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ اُچی وہ کاپی بند ہی کر رہا تھا کہ اس نے مارک کی کڑا کھلی اور اس نے چونک کر کاپی بند کر کے ایک طرف پھیل دی۔ مارک کی ہانگیوں کل پکی تھیں اور اس کا جسم کسار ہوا تھا۔ پیشانی پر جس جگہ موٹے کی لکڑی کی ٹیٹ لگی تھی وہاں نیل پڑ گیا تھا۔ مارک چند لمحے تو خالی خالی نظروں سے سامنے بیٹھے ہوئے عثمان جاہری کی طرف دیکھتا رہا پھر اس کی نظروں میں چونک اجری اور اس کے ساتھ ہی اس کے ہونٹ پھٹ گئے اور پھیل چکی ہوئی ہانگیوں سے لگ گئیں۔

”تمہیں پوشش ہو گیا مارک۔“ عثمان جاہری نے انتہائی سخت اور تلخ ہلچے میں کہا۔

مہوگا غلط، میرے پاس اس کی تصدیق کے ذرائع ہیں۔ تم فکر نہ کرو تم نے میری بیوی کی عزت یا مال کرنے کا حکم جسے کرایا یا جرم کیا ہے، جسے میں بھی معاف نہیں کر سکتا۔“ عثمان جا میری نے کہا اور اٹھ کر باہر کی طرف مر گیا۔

میرجہ مارک ہونٹ بھینچے اُسے دیکھتا رہا۔ اس کا ذہن اس وقت لرزے کی زد میں تھا۔ اس دوران اس نے اپنی کلائیوں کو کھینچنے کی بے حد کوشش کی تھی لیکن نچلنے اس عثمان نے رسی کس انداز میں باندھی تھی کہ باوجود کوشش کے وہ اس کا نچھ کو نہ کھول سکتا تھا اور نہ اسے اس قسم کی کانٹیں کھولنے کی باقاعدہ تربیت دی گئی تھی۔ ٹھوڑی دیر بعد عثمان جا میری جب واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک عجیب سی چیز تھی۔ ایک لمبے کا بڑا سا گول راڈ تھا جس کے درمیان میں ایک بٹی ہوئی رسی پک نما تھتے میں بندھی ہوئی تھی۔ اس کے آخری سرے پر موٹی سی کانٹہ تھی جس کے ساتھ دو گولے پڑے ہوئے تھے جیسے تسبیح کے بڑے بڑے دانے ہوں۔ مارک حیرت سے اُسے دیکھنے لگا۔

”اس کو اچھی طرح دیکھ لو مارک اور پھر دیکھنا کہ تہذیبی تربیت کا میاب رہتی ہے یا اس کی ممانعت۔“ ویلے نے بتا دوں کہ اگر ان کے صحرا میں بہتے والا ایک قبیلہ لاغوت اسے سزا دیتے کے لئے استعمال کرتا ہے اور یقین کرو کہ اس کی سزا اس قدر بھانک ہوتی ہے کہ جس کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔“ عثمان جا میری نے کہا۔

”ہوگی۔“ مارک نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا اور عثمان جا میری نے اگلے لمحوہ کو رسی کے گولے والے سرے کو ایک ہاتھ سے پکڑ لیا۔ دوسرے

”تم درست کہہ رہے ہو گے۔ میں فی الحال اس پوزیشن میں نہیں ہوں کہ تمہیں بھڑکا کر سکوں۔“ مارک نے منہ بندتے ہوئے جواب دیا۔

”اچھا پہلے وہ باتیں کر لیں جو ہم جانتے ہیں۔ تمہارا نام مارک ہے اور تم ٹیڈرٹ کمڈو ہو اور تمہارا چیف کرنل اباجر ہے جس کا ہیڈ کوارٹر لگایا میں ہے اور تم لوگ اس لیبارٹری کی حفاظت پر تعینات ہو جو سرائیل نے لگایا ہے قریب ریت کے چٹھے بنائی ہوئی ہے اور جہاں تم نے پاکیشیا کے ایک سائنس دان کو پھینچا ہے۔ اور تم نے میرے متعلق معلومات ڈان انٹھنی سے حاصل کی ہیں۔ میں درست کہہ رہا ہوں ناں۔“ عثمان جا میری نے سپارٹ لیجے میں کہا اور ایک لمحے کے لئے تو میرجہ مارک کی انگلیں حیرت سے پھیلتی گئیں لیکن پھر فوراً ہی اس نے اپنے آپ کو سجال لیا۔

”ٹوٹی مر گیا ہے۔“ مارک نے اس طرح گھنٹا گھنٹا لکھا کہ ایک طرف پڑے ہوئے ٹوٹی کو دیکھتے ہوئے کہا جیسے اس نے عثمان جا میری کی بات ہی نہ سنی ہو۔

”ہاں خوش قسمت تھا کہ آسان موت مر گیا۔“ عثمان جا میری نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”دیکھو عثمان جا میری تم نے جو کچھ بھی کہا ہے وہ سب غلط ہے صرف اس بات کے کہ میرا نام مارک ہے اور مجھے معلوم ہے کہ تم نے یہ اندازنے کیسے لگاتے ہیں۔ تم نے میری پلٹ ڈھاری پڑھی ہے۔ وہ سامنے میز پر پڑی ہوئی مجھے نظر آ رہی ہے۔ لیکن یہ سب کو ڈس لکھی ہوئی ہے۔ اس نے جو کچھ تم سوچ رہے ہو ایسا نہیں ہے۔“ مارک نے سخت لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

دھماکے ہو رہے تھے اور اب تو اس کے حلق سے چیخیں نکلتی بھی بند ہو گئی تھیں۔ اس عجیب قسم کی تکلیف نے واقعی اس کی روں تک کو لڑا کر رکھ دیا تھا اور پھر اس کے پورے جسم میں خون کے قطرے ہر سامں میں سے نکلنے لگے۔ اس کے پٹے خون سے تر ہو گئے۔ ایک ایسی آگ جو جلاتی بھی نہ تھی اور جلا بھی رسی تھی اس کے جسم کے ایک ایک ریشے میں مسلسل دوڑ رہی تھی اور حیرت انگیز بات یہ بھی تھی کہ اس قدر خوفناک تکلیف کے باوجود وہ بیہوش بھی نہ ہو رہا تھا۔

”بب بتاتا ہوں۔ لوگ جاؤ لوگ جاؤ۔“ — یکلخت مارک کے حلق سے ڈوبتی تھی سی آواز نکلتی۔

”ارے ابھی سے ابھی تو ابتدا ہے۔ بہر حال بولو۔ بولتے جاؤ تو نہ۔۔۔۔۔“ عثمان جا میری کی مسکراتی ہوئی آواز سناتی دی۔

”اسے کھولو اس شیطان چرخے کو میں وعدہ کرتا ہوں کہ سب کچھ بتا دوں گا۔“ — مارک نے کہا۔

”او۔ کے۔“ — عثمان جا میری نے کہا اور اس کے ساتھ ہی مارک کو یوں غوس ہوا جیسے اس کا جسم برف کے سمندر میں ڈوبا ہوا رہا ہو۔ عجیب سی غنڈک کا احساس۔ اور تھوڑی دیر بعد عثمان جا میری کے ہاتھ میں وہ ماڈ موجود تھا جس میں رسی کے سرے پر لوہے کے وہ دو گولے موجود تھے۔ مارک نے جیسے جیسے سانس لینے شروع کر دیتے۔

”تم واقعی غائبے جاندار آدمی ہو ورنہ اس کے تین پیکر غسول کو بھی چٹھا دیتے ہیں جب کہ تم آٹھویں پیکر میں لوہے ہو۔“ — عثمان جا میری نے سامنے رکھے صفحے پر بیٹھے ہوئے سر ہلا کر کہا۔

گولے کو اس نے رڈ کی طرف کیا اور پھر اس نے رسی کو ملک کے سر کے گرد اس طرح بل دیا کہ رسی اس کی پیشانی پر آگئی۔ دوسرے لمحہ وہ ہاتھ چھوڑ چکا تھا۔ اب رسی اس کے سر کے گرد بندی ہوئی تھی اور ایک گولہ اس کی دائیں کنپٹی پر اور دوسرا اس کی بائیں کنپٹی پر موجود تھا۔

”اب تیار ہو جاؤ ڈیزرٹ کا ٹڈو صاحب اپنے ذہن کو بیٹنگ کر لو۔“ — عثمان جا میری نے مسکاتے ہوئے کہا اور مارک نے واقعی اپنے ذہن کو ایک نقطہ پر لا کر بیٹنگ کرنے کی جدوجہد شروع کر دی۔ ادھر عثمان جا میری نے رڈ کو تیزی سے گھمانا شروع کر دیا۔ پہلے پہلے تو ملک کو صرف کنپٹیوں پر دباؤ کا احساس ہوا لیکن پھر دباؤ کا یہ احساس بھی ختم ہو گیا کیونکہ واقعی وہ ذہن کو بیٹنگ کر کے ذہن اور احساس کا رابطہ ختم کر چکا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور اب وہ ہر قسم کے احساس سے اس طرح بیگانہ ہو چکا تھا جیسے کوئی آدمی نہ ہو تو ہر قسم کے احساسات سے بیگانہ ہو جاتا ہے لیکن پھر اچانک جیسے دھماکہ ہوتا ہے، اس طرح اس کے تار ایک ذہن میں دھماکہ ہوا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کے پورے جسم میں عجیب سی تکلیف کی لہر سی دوڑنے لگیں۔ ایسی تکلیف جس کو وہ الفاظ میں بیان نہ کر سکتا تھا۔ اس کے حلق سے بے اختیار خوفناک انداز میں چیخیں نکلتی گئیں۔ اُسے یوں غوس ہو رہا تھا جیسے اس کے جسم میں موجود خون کا ہر قطرہ آگ کے شعلے میں تبدیل ہو چکا ہو جو اس کے رگ و ریشے کو غنڈی آگ میں جلا رہا ہو۔ اس کا پورا جسم لہجے میں غصہ گیا لیکن تکلیف تھی کہ مسلسل اور تیزی سے بڑھتی جا رہی تھی۔ مارک نے بار بار ذہن کو پریٹنگ کرنے کی کوشش کی لیکن اس کے ذہن میں مسلسل

”اے یہ کیا چیز ہے۔ واقعی ایسی تکلیف کا تجربہ تجھے پہلے کبھی نہیں ہوا“  
— چند لمحوں بعد مارک نے کہا۔

”تم کس بات کو چھوڑو اور شروع ہو جاؤ۔ ورنہ پھر تجھے حرکت میں آنا  
پڑے گا۔ اے اس بار بارہ چکروں سے پہلے میرا ہاتھ نہڑے گا“  
— عثمان جاہیری نے کڑھت دیکھی تھی۔

”تم کیا پوچھنا چاہتے ہو“ — مارک نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا  
وہ اپنے ذہن میں ایک فیصلہ کر چکا تھا۔

”لیبارٹری کا مکمل محل وقوع اور اس کے اندرونی اور بیرونی حفاظتی  
نظام کی مکمل تفصیل“ — عثمان جاہیری نے کہا۔

”سنو میں یہودی ہوں اور یہ لیبارٹری ہم نے اس لئے نہیں بنائی کہ  
مسلمانوں کو اس کی تفصیل بتائیں۔ اس میں جو ہتھیار تیار ہو رہے ہیں وہ ایسا  
ہتھیار ہے جس کی تکمیل کے بعد دنیا بھر کے مسلمانوں کا خاتمہ ہو جائے گا  
اور پوری دنیا یہودیوں کی عظیم سلطنت بن جائے گی۔ ایسی سلطنت جس  
میں مسلمانوں کا نام و نشان تک نہ ہوگا اور یہ بھی سچی گو کہ تم چاہے پوری  
دنیا کی سیکرٹ سروسز اور پوری دنیا کی فوجیں اس صحرا پر چڑھاؤ تم تو  
کیا تمہارا تصور بھی اس لیبارٹری تک نہیں پہنچ سکتا۔ سمجھے۔ اور میری جان  
تو کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی۔ اس لیبارٹری کی خاطر ہم سب یہودی اپنی  
جانیں دینے کے لئے تیار ہیں اور میں نے اب اپنے مقصد کی خاطر قربانی  
دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ عظیم یہودی مستقبل کی خاطر“ — مارک نے  
لیکھت اونچے تیز اور انتہائی جذباتی لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس  
نے لہری قوت سے جبر سے پر جبرٹا رکھ کر خصوصاً انداز میں اُسے

حرکت دی۔ اور دوسرے لمحے اس کے ذہن میں اس طرح کا دھماکہ ہوا  
جیسے آتش فشاں پھٹتا ہے اور پھر اس کا ذہن تاریکی کی دلدل میں ڈوب گیا  
مارک کو معلوم تھا کہ یہ موت کی تاریکی ہے جس میں پھر کبھی روشنی نہ ابھرے گی  
لیکن وہ اپنی جان دینے کا فیصلہ پہلے ہی کر چکا تھا کیونکہ اس خوفناک تعمیل  
نے اُسے مجبور کر دیا تھا کہ یا تو وہ سب کچھ بتا دے یا پھر قربانی دے کر اپنا  
خاتمہ کر لے اور اس لیبارٹری کو بچالے اور اس نے فیصلہ اپنی جان دینے  
کے حق میں کیا تھا۔ اس نے دانت کے ایک غول میں موجود سائنائیڈ بھلا  
کیسول توڑ کر اپنے آپ کو عظیم مقصد پر قربان کر دیا تھا۔

”عمران صاحب۔ اس کا پی نما ڈائری سے کچھ مزید معلومات نہیں مل سکیں۔“ — پیچھے بیٹھے ہوتے خاور نے کہا۔

”بس اتنا ہی معلوم ہوا ہے کہ لیبارٹری کی حفاظت کے لئے باقاعدہ ڈیزرٹ مکائنڈوز تعینات ہیں اور ان کا چیف کرنل اباجر ہے۔ ویسے اس مارک نے جس طرح دیگر کی مدد سے ہمارے کمرے میں لالنگ ریج ٹکٹافون نصب کیا تھا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایسے کاموں میں پوری طرح تبحر یافتہ تھا۔ بہر حال یہ بات تو طے ہوئی کہ لیبارٹری اگالیا کے قریب ہے، اب آگے جو ہو گا دیکھا جائے گا۔“ — عمران نے کہا۔

”عمران صاحب۔ اس سہیلی کا پڑ میں تو ہم ہر لحاظ سے غیر محفوظ ہیں۔ اسے تو آسانی سے نشانہ بنایا جاسکتا ہے۔“ — چوہان نے کہا۔

”ہاں مجھے معلوم ہے لیکن یہ صحرا اتنا بڑا ہے کہ ہم اگر اس کی بجائے کسی اور ذریعے سے صحرا میں داخل ہوتے تو شاید ساری عمر سفر کرنے کے باوجود اگالیا تک نہ پہنچ سکتے۔ ویسے یہ خیال ہے کہ ان لوگوں نے اگالیا کے گرد دوسائڈزوں پر حفاظتی انتظامات کئے ہوں گے۔ ایک شمالی طرف اور دوسرے جنوبی طرف۔ کیونکہ اگالیا کے مشرق اور مغرب دونوں طرف دنیا کے انتہائی خوفناک ترین طوفانی صحرا ہیں جن میں سے کوئی انسان نہیں گزر سکتا جب کہ ہم مشرقی صحرا کے اس حصے کی طرف جا رہے ہیں جہاں سے مشرقی صحرا کو کلاس کر کے ہی اگالیا پہنچا جاسکتا ہے۔“ — عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”یہ بات میری سمجھ میں بھی نہیں آئی عمران صاحب کہ آضر ہم مشرقی صحرا کو کیسے پار کریں گے۔ اگر ہم سہیلی کا پڑ پر اونچائی پر سفر کر کے اسے پالا

ایک خصوصی ساخت کا بڑا سا ہیلی کاپٹر خاصی تیز رفتاری سے فضا میں اڑا پھلا جا رہا تھا۔ نیچے جہاں تک نظر جاتی تھی ریت ہی ریت نظر آرہی تھی۔ پائلٹ سیٹ پر عثمان جا میری خود تھا جب کہ اس کے ساتھ والی سیٹ پر عمران بیٹھا ہوا تھا۔ حققی سیٹوں پر چوہان اور خاور موجود تھے۔ وہ سب اپنی اصل شکلوں میں تھے۔ سیٹوں کے تختہ میں ایک خالی جگہ تھی جس میں ہمارے بڑے بیگ پڑے ہوئے تھے۔

”اگر تم کسی طرح مجھے اطلاع دے دیتے تو اس مارک سے بڑی قیمتی معلومات مل جاتیں۔“ — عمران نے کہا۔

”میں نے تو اپنی طرف سے پوری کوشش کر لی تھی لیکن اب مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ اس نے فائون میں کوئی کیسول بھی چھپایا ہوا ہے۔ ویسے مجھے اس کی اس آسان موت پر بے حد ملن نہ پہنچا ہے۔ میں اسے عبرتناک موت ماننے کا فیصلہ کر چکا تھا۔“ — عثمان جا میری نے سخت لہجے میں کہا۔

رومال کا رنگ دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ یہ اس لہنی کا سردار ہے۔ یہاں ہر طرف اونٹ ہی اونٹ نظر آ رہے تھے۔

”یہ عہد کا سردار عظیم خلف ہے“ — عثمان جاگیری نے سرخ رومال والے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور لمبی لمبے وہ سرخ رومال تیزی سے اگے بڑھا۔

”بسم اللہ سردار جاگیری آپ۔ اوہ میں سوچ رہا تھا کہ یہاں اس طرف یہ پہلی کا پٹر کس کا آ رہا ہے“ — سرخ رومال والے نے انتہائی مسرت بھرے لہجے میں کہا اور پھر آگے بڑھ کر وہ باقاعدہ عثمان جاگیری سے لپٹ کر ہو گیا۔

”تم اب بہت بوڑھے ہو گئے ہو خلف کیا ہوا تمہیں“ — عثمان جاگیری نے مسکراتے ہوئے کہا اور سردار خلف ہتھ مار کر ہنس پڑا۔

”ایک دن تو بوڑھا ہونا ہی ہے“ — سردار خلف نے علیحدہ ہو کر بٹنٹے ہوئے کہا۔

”اچھا تو آپ صرف ایک دن کے لئے بوڑھے ہوئے ہیں وادہ یہ بٹھل اچھا ہے۔ ایک دن بوڑھا دوسرے دن پھر جوان“ — عمران نے کہا اور سردار خلف چونک کر عمران کی طرف دیکھنے لگا۔

”یہ علی عمران ہیں۔ میرے دوست اور عزیز ترین بھائی اور یہ ان کے ساتھی ہیں جو مان افاد خاور“ — عثمان جاگیری نے مسکراتے ہوئے عمران اور اس کے ساتھیوں کو تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”مرحبا آپ کے دوست ہمارے محسن ہیں۔ آئیے تشریف لیتے“ — سردار خلف نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ انہیں لے کر راستی کے ایک

کریں گے تو مشرقی صحرا ختم ہونے سے پہلے ہی ہم ان کی نظروں میں آجائیں گے اور اس کے علاوہ مشرقی صحرا پار کر کے ایک اور کوئی صورت ہے بھی نہیں“ — اس بار عثمان جاگیری نے کہا۔

”کوئی نہ کوئی صورت نکل آئے گی۔ نہ نکلی تو بے صورت بھی چل جاتے گی۔ تم سر جانے تک تو چلو“ — عمران نے کہا اور عثمان جاگیری نے سر ہل دیا۔

پھر تقریباً دو گھنٹے تک کی انتہائی تیز رفتار پرواز کے بعد دوسرے ایک نخلستان کے آثار دھبے کی صورت میں دکھائی دینے لگے۔

”یہ عراق ہے عمران صاحب“ — عثمان جاگیری نے کہا۔

”ٹھیک ہے“ — عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور عثمان جاگیری نے پہلی کا پٹر کی بلندی کم کرنا شروع کر دی۔ نخلستان کے انملااب تیزی سے واضح ہونے شروع ہو گئے تھے۔ یہ ایک چھوٹی سی بستی تھی جس میں گھور وں کے جھنڈ ہر طرف پھیلے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے ریت کے سمندر میں یہ کوئی جزیرہ ہو۔ عثمان جاگیری نے پہلی کا پٹر بستی کے قریب ریت پر ہی اتار دیا۔

”تھیلے اٹھالو“ — عمران نے کہا اور وہ جان اور خاور نے مرکز اپنے پیچھے موج دار وں تھیلے گھسیٹے اور پھر دونوں نے دو دو تھیلے اٹھائے اور پہلی کا پٹر سے نیچے اتر آئے جب کہ عمران اور عثمان جاگیری پہلے ہی نیچے اتر چکے تھے۔ بستی میں سامنے کے رُخ دس بدو نما آدمی کھڑے حیرت سے اس پہلی کا پٹر کو دیکھ رہے تھے۔ ان میں سے ایک سفید دالھی والا لمبا لڑکا آدمی تھا جس نے سر پر سرخ رنگ کا رومال باندھا ہوا تھا۔ عمران اس

”مشرقی صحرا اور کوئی ان پکار کر سکے۔ اوہ سردار عثمان جاہیری اپنے دوست کو سمجھاتے۔ انہوں نے شاید طوفانی صحرا کبھی نہیں دیکھے۔“  
سردار خلف نے قدرے طنز پر ہلچے میں کہا اور عثمان جاہیری کڈھے جھٹک کر خاموش ہو گیا۔ جیسے کہہ رہا ہو آپس میں جانو۔  
کیا تمہارے پاس اہہنگی نسل کے اونٹ ہیں؟ — عمران نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد پوچھا۔

”اہہنگی نسل کے۔ اوہ تو آپ اہہنگی نسل کے بارے میں جانتے ہیں۔  
یکے جانتے ہیں، ان کے متعلق تو صحرا میں مدلوں سے رہنے والوں کے علاوہ اور کوئی جانتا ہی نہیں۔“ سردار خلف نے چونک کر پوچھا۔  
”تم مجھے صرف اتنا بتا دو کہ ایسے اونٹ ہیں تمہارے پاس یا نہیں؟“  
عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”ہاں میں لیکن صرف ایک جوڑا ہے۔“ سردار خلف نے جواب دیا۔

”اگر اہہنگی اونٹوں پر مددن لاد دیا جاتے اور ان کی آنکھوں پر چڑے کے خول ہوں تو کیا اہہنگی اس طرفانی صحرا کو پار نہیں کر سکیں گے؟“  
عمران نے کہا۔

”نہیں جناب یہ مشرقی صحرا عام طوفانی صحرا کی طرح نہیں ہے۔ یہ تو بدر و حوں کا صحرا ہے۔ یہاں تو ہر وقت اس قدر تیز طوفان چلتا ہے کہ اہہنگی اونٹ بھاری جسم ہونے کے باوجود وہاں تنکوں کی طرح اڑ جائیں گے۔ اوہ ہاں یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی آپ اس سبیل کا پر بڑ بیٹھ کر بلندی سے ہوتے ہوئے آسانی سے اس صحرا کو پار کر سکتے ہیں پھر آپ

کچے مکان میں لے آیا۔ اس مکان کی دیواریں اتنی موٹی تھیں جیسے کسی قلعے کی فصیلیں ہوں اور عمران سمجھ گیا کہ اتنی موٹی دیواریں ریت اور گرمی دونوں سے بیک وقت انہیں بچاتی ہوں گی۔ مکان کے اندر ایک بڑے کمرے میں کچھ لوگ چائیاں بھی پوتی تھیں۔ اور وہ سب وہاں بیٹھ گئے۔  
”یہاں اونٹنی کا دودھ مل سکتا ہے اگر جہان پسند کریں تو“  
سردار خلف نے کہا۔

”فی الحال تو ضرورت محسوس نہیں ہو رہی۔ ہم آپ سے ایک ضروری بات کرنا چاہتے ہیں۔“ عمران نے کہا۔  
”مجھ سے جی بتائیے۔“ سردار خلف نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔ کیونکہ عمران سے تو اس کی پہلی ملاقات ہو رہی تھی جب کہ عثمان جاہیری خاموش بیٹھا تھا۔ شاید اس سے بھی عمران نے کوئی تفصیلی بات نہ کی تھی۔

”ہم ہستی اگلیا جانا چاہتے ہیں۔“ عمران نے کہا۔  
”اگلیا اوہ مگر کیوں، وہاں تو اب یہودی رہتے ہیں اس لئے ہم میں سے کوئی اب ادھر جاتا ہی نہیں اور ویسے بھی یہ بات اب کافی مشہور ہو چکی ہے کہ اگلیا ہستی کے گرد خدا کا عذاب نازل ہو چکا ہے۔ اب اس حد میں جو بھی داخل ہو تا ہے ایک لمحے میں پھڑک کر ختم ہو جاتا ہے اس لئے اب تو مدت ہوتی اس طرف کوئی گیا ہی نہیں البتہ اگلیا واسے ضرور آتے جاتے رہتے ہیں۔“ سردار خلف نے جواب دیا۔  
”اس عذاب سے بچنے کے لئے ہم مشرقی صحرا پار کر کے جانا چاہتے ہیں۔“  
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

بہر حال وہاں جانا ہے۔“ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔  
 ”تو سردار جو راستہ سب کا ہے اس راستے سے آپ چلے جاتیے“  
 سردار خلف نے کہا۔

”اُس راستے پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہے سردار خلف اور  
 ہم نے اس عذاب سے بچ کر اگلیا پہنچنا ہے۔“ عمران نے  
 کہا اور سردار خلف خاموش ہو گیا پھر وہ چونک کر اٹھ کھڑا ہوا۔  
 ”میں ابھی آ رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے آپ کا مسئلہ حل ہو جاتے۔“  
 سردار خلف نے کہا اور اٹھ کر اس کمرے سے باہر نکل گیا۔

مختومدی دیر بعد جب وہ واپس آیا تو اس کے ساتھ ایک بہت  
 بوڑھا آدمی تھا۔ اس کی عمر عمران کے اندازے کے مطابق سو ڈیڑھ سو سال  
 سے زائد ہی ہو گی اس کے باوجود وہ پوری طرح ہوش حواس میں تھا اور  
 اس کی آنکھوں میں ابھی تک ذہانت کی چمک موجود تھی۔ اس نے اس  
 کو سب کو سلام کیا۔

”یہ ہمارے قبیلے کے بزرگ صلح ہیں۔ ان کی ساری عمر انہی صحراؤں  
 میں گزری ہے۔ یہ بتایا کرتے ہیں کہ ایک بار یہ نادانستی میں اس غولانی  
 صحرا میں پھنس گئے تھے۔“ سردار خلف نے اس بوڑھے کا تعارف  
 کرتے ہوئے کہا اور عمران چونک پڑا۔  
 ”کس صحرا کی بات کر رہے ہو خلف۔“ بوڑھے نے چونک  
 کر کہا۔

”بزرگ صلح یہ میرے بہت بڑے خنس سردار عثمان جاہری ہیں  
 اور یہ ان کے دوست ہیں۔ یہ اگلیا بستی جانا چاہتے ہیں لیکن شہر کی صحرا

کیوں پریشان ہیں۔“ سردار خلف نے کہا۔

”اے اُس قدر تیز ہوائیں چلتی ہیں کہ آہنچی نعل کے اونٹ بھی وہاں  
 نہیں چل سکتے۔“ عمران نے چونک کر کہا۔ وہ پہلی کا پڑاؤں بات  
 سرے سے ہی گول کر گیا تھا کیونکہ اب وہ سردار خلف کو کیا بتانا کہ پہلی  
 کا پڑاؤ سب سے غیر محفوظ ذریعہ بن چکا ہے مضر۔  
 ”سردار آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔ بس رول پیچھے کر دنیا کی تیز ترین  
 آندھریوں کو اکٹھا کر لیا جاتے تو ایسی ہوائیں ہر وقت چلتی رہتی ہیں وہاں“  
 سردار خلف نے کہا۔

ان ہواؤں کا رخ کیا ہوتا ہے۔“ عمران نے ایک لمحے خاموش  
 رہنے کے بعد پوچھا۔  
 ”رخ، میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔ کبھی اس کے اندر داخل ہونے کی جرات  
 ہی نہیں ہوتی۔“ سردار خلف نے جواب دیا۔

”عثمان صاحب۔ آپ اب چاہیں تو بے شک پہلی کا پڑاؤں وہاں  
 چلے جائیں ہم نے تو بہر صورت اس صحرا کو پار کرنا ہی ہے۔“ عمران  
 نے عثمان جاہری سے مخاطب ہو کر کہا۔

”یہ کیسے ممکن ہے عمران صاحب۔ میں آپ کا ساتھ دینے کے لئے  
 آیا ہوں واپس جانے کے لئے نہیں۔“ عثمان جاہری نے  
 انتہائی محسوس لہجے میں کہا اور عمران خاموش ہو گیا۔

”سردار۔ اگر آپ کل کر بات کریں کہ آپ اگلیا کیوں جانا چاہتے  
 ہیں تو شاید میں آپ کی مدد کر سکوں۔“ سردار خلف نے کہا۔  
 ”یہ کیوں والا سوال تو اپنے سردار عثمان سے پوچھو۔ البتہ ہم نے



آپ کتنی بلندی تک گئے تھے ان ہواؤں کے ساتھ۔ عمران نے لوٹنے کے جسم کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔  
”میں اس کجور کے درخت جتنی بلندی تک تو گیا تھا۔ بزرگ صلح نے ایک طرف کجور کے درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو کمرے کی کھڑکی سے نظر آ رہا تھا۔

”پھر ٹیک ہے عثمان جا میری صاحب۔ اب ہم آسانی سے اس صحرا کو پار کر لیں گے بس ہمیں پانی اور خوراک چاہیے۔“ عمران نے اس بار بڑے مطمئن لہجے میں کہا تو عثمان کے ساتھ ساتھ سردار خلف اور بزرگ صلح بُری طرح چونک پڑے۔ چوہان اور خاور بھی حیرت سے عمران کو دیکھنے لگے۔ کیونکہ جس طرح کی باتیں بزرگ صلح نے کی تھیں۔ اس لحاظ سے تو اس صحرا میں داخل ہونا خود کشی کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

”تو تم مرنا چاہتے ہو بیٹے۔ لیکن مرنے کے اور بھی بہت سے طریقے ہیں۔“ بزرگ صلح نے انتہائی تلخ لہجے میں کہا۔  
”ہم واقعی مرنے کے لئے گھر سے نکلے ہیں بزرگوار، لیکن جس طرح کی موت کا آپ سوچ رہے ہیں ایسی موت ہمیں نہیں مرنے کے ہم۔“  
بولو عثمان جا میری تم نے واپس جانا ہے یا ہمارے ساتھ اس مشرقی صحرا کو پار کرنا ہے۔“ عمران نے کہا۔

”عمران صاحب آپ مجھ سے بار بار پوچھ کر میری توہین کیوں کر رہے ہیں جب میں نے ایک بار کہہ دیا ہے کہ میں آپ کے ساتھ ہوں تو آپ اسے آخری اور حتمی بات سمجھیں۔ موت تو ایک روز آتی ہے۔ اگر میری موت

کو پار کر کے اُد کسی راستے سے نہیں جانا چاہتے۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ مشرقی صحرا کو کوئی ایسا راستہ تو کیا کوئی پرندہ بھی پار نہیں کر سکتا۔“ سردار خلف نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔  
”مشرق صحرا کو پار کر کے اگلیا جانے کی کیا ضرورت ہے۔ اور کئی راستے ہیں۔“ بزرگ صلح نے حیرت بھرے انداز میں عمران اور اس کے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”اگر ضرورت ہو تو پھر۔“ عمران نے ہونٹ بیچتے ہوئے کہا وہ اس وقت سخت الجھن محسوس کر رہا تھا کیونکہ وہ ان لوگوں کو اصل بات بھی نہ بتانا چاہتا تھا۔ اور اُسے یہ بھی محسوس ہو رہا تھا کہ بتاتے بغیر وہ ان سے اپنے مطلب کی کوئی مفید معلومات بھی نہ حاصل کر سکتا تھا۔  
”نہیں بیٹے مشرقی صحرا ہر لحاظ سے ناقابلِ قبول ہے۔ یہ دنیا کا خوفناک

تیرن صحرا ہے۔ میں اس میں جوانی کے دنوں میں پھنس چکا ہوں۔ میرا اونٹ اور میں تین دنوں تک اس صحرا میں حقیر تنکوں کی طرح اڑتے رہے۔ اونٹ تو غلے کہاں جا کر مرا ہو گا البتہ میں تین دنوں تک بھوک لانا ریت پر اڑنا اور ہتھیلیاں کھا کر گزارا رہا۔ پھر شاید قدرت کو مجھ پر رحم آگیا اور ایک تیز ہوائے مجھے اٹھا کر دور چینک دیا اور میں صحرا کے کنارے پہنچا۔ یہاں ہوا کا دباؤ کم تھا پتا نہیں کسی نہ کسی طرح گت پتا اس طوفانی صحرا سے باہر آگیا لیکن میرے پورے جسم کو ریت نے پھاڑ دیا تھا۔ پھر ایک قافلہ وہاں سے گزرا۔ اس نے مجھے اٹھایا اور میں چار دن تک اُسی زخمی حالت میں بیٹا رہا۔ پھر ٹیک ہوا۔ وہاں آدمی ایک لمحے کے لئے بھی اپنے آپ کو نہیں سنبھال سکتا۔ سفر کرنا تو ایک طرف رہا۔

خلف نے اب عثمان جا میری سے مخاطب ہو کر کہا اور عثمان جا میری نے مسکراتے ہوئے سر ہلا دیا اور سردار خلف نے اپنے ہونٹ اتنی سختی سے پیچنے لگے کہ جیسے اب وہ آئندہ نہ بولنے کی قسم کھا چکا ہو البتہ اس کی آنکھوں میں عمران اور اس کے ساتھیوں کے لئے رحم اور ہمدردی کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔

مشرقی صحرا میں لکھی ہوئی ہے تو پھر مجھے وہاں جانے سے کون روک سکتا ہے اور اگر وہاں نہیں لکھی ہوئی تو پھر مشرقی صحرا خود ہی مجھے راستہ دے دے گا اور جہاں تک آپ کے ساتھ جانے کا تعلق ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ جیسے لوگوں سے موت بھی ڈرتی ہے کیونکہ آپ اپنے ذاتی مفاد کے لئے یہ تکالیف نہیں اٹھاتے ہیں۔ آپ کا مقصد اس قدر عظیم اور ارفع ہے کہ اس مقصد کی خاطر جان دے دینا گھماٹے کا سودا نہیں ہے۔“ عثمان جا میری نے اس بار جذباتی لہجے میں پولی تقریر کر ڈالی اور عمران اس کے عزم و حوصلے پر بے اختیار مسکرا دیا۔

”مگر عثمان۔ اب مجھے یقین آ گیا ہے کہ تم بھی ہمارے ہی قبیل کے آدمی ہو۔ ٹھیک ہے۔ ہم بس کھانا کھا کر اپنا سفر شروع کر دیں گے ہیلی کا پٹر نہیں رہے گا لیکن اس میں سے کچھ سامان مجھے لینا ہے۔ اور سردار خلف اگر آپ ہم چار آدمیوں کے لئے دو ہفتوں کی غوراک اور پانی کا بندوبست کر دیں تو آپ کی ہربانی ہوگی۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یہ تو ہو جائے گا۔ اس کی آپ فکر نہ کریں لیکن کیا واقعی آپ مشرقی صحرا میں داخل ہوں گے۔“ سردار خلف کو شاید اب تک عمران کی بات پر یقین نہ آ رہا تھا اور ویسے بات یقین کرنے والی نہیں۔ کیونکہ یہ تو جیسے جی لکھی ننگے والی بات تھی۔

”ہاں سردار خلف یہ ہماری مجبوری ہے۔“ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”سردار عثمان کیا آپ بھی ایسا ارادہ رکھتے ہیں۔“ سردار

سیکنڈ کیپٹن ٹونی دونوں ہلاک ہو چکے ہیں۔ ان کے متعلق ہمیں پولیس کی طرف سے اخبار میں دیئے گئے اشتہار سے علم ہوا کیونکہ پولیس کو یہ دونوں لاشیں ایک جگہ پر پڑی ہوئی ملیں گی کیونکہ ان کے پاس سے شناخت کے لئے کوئی کاغذ نہ نکلا تھا اس لئے انہیں شناخت کے لئے مردہ خانے میں رکھ دیا گیا اور پولیس نے اخبار میں اس سلسلہ میں اشتہار دیا جس میں ان دونوں کی لاشوں کے فوٹو بھی موجود تھے۔ اور — کیپٹن آجبر نے تیز تیز بیچے میں کہا اور کرنل اباجر کا ذہن کیپٹن اباجر کی رپورٹ سن کر دھماکوں کی زد میں آ گیا۔ اسے یقین ہی نہ آ رہا تھا کہ کیپٹن اباجر ہی یہ رپورٹ دے رہا ہے۔

”کیا بھوکا اس کر رہے ہو تم — کیا تم پاگل ہو گئے ہو۔ اور —“  
کرنل اباجر نے ملنے کے بل بوتے پر ہونے کہا۔

”ہاں میں درست کہہ رہا ہوں۔ میں نے خود پولیس کے مردہ خانے میں جا کر لاشیں چیک کی ہیں۔ اس کے بعد میں نے انکوائری کی اور اب اسی انکوائری رپورٹ سمیت آپ کو کال کر رہا ہوں اور —“  
کیپٹن آجبر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ہونہر دو رپورٹ اور —“ کرنل اباجر نے ہونٹ میچتے ہوئے کہا۔ اس کی بدشاقی شکلوں سے ہر گونگی تھی۔

”ہاں میں نے لاشیں چیک کی ہیں اور ان کی پوسٹ مارٹم رپورٹ بھی بڑھی ہے۔ سب کیپٹن ٹونی کے سر کے عقبی حصے میں کوئی نوکدار چیز ماری تھی اور اس کے بعد اس کے سینے پر کوئی ایسی ضرب لگائی گئی ہے کہ اس کا دل پھٹ گیا اور وہ ہلاک ہو گیا۔“

کرنل اباجر اس ابھی اپنے کمرے میں داخل ہی ہوا تھا کہ ٹرانسمیٹر سے ٹون ٹون کی تیز آوازیں ابھریں اور وہ سر ہلانہا ہوا تیزی سے ٹرانسمیٹر کی طرف بڑھ گیا۔ میز کے ساتھ موجود کسی پر بیٹھ کر اس نے ٹرانسمیٹر کے ڈائل پر پہلے فریکوئنسی چیک کی اور دوسرے کئے اس کے چہرے پر مسکراہٹ تیرنے لگی کیونکہ فریکوئنسی بتا رہی تھی کہ میجر مارک کی کال ہے۔ اس نے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو ہیلو کیپٹن اباجر مارک — ایک تیز آواز سنائی دی اور کرنل اباجر یہ آواز سن کر چونک پڑا کیونکہ کال میجر مارک کی بجائے اس کا اسٹنٹ کیپٹن آجبر کر رہا تھا۔

”یس کرنل اباجر انڈنگ اور —“ کرنل اباجر نے کوفت ہالچہ میں جواب دیا۔

”ہاں میں انتہائی اذیت دہنی میں آپ کو کال کر رہا ہوں۔ میجر مارک اور

آدنی سے ملیں جس نے اس پہلی کا پٹر میں پڑول نل کیا تھا۔ اس نے ان کے درمیان سمٹنے والی گفتگو سنی تھی۔ اور۔۔۔ سب کیپٹن انجبر نے کہا۔

”ہونہر اس کا مطلب ہے کہ میجر مارک اور ٹونی ان کے ہتھے چڑھ گئے اور انہوں نے ان پر تشدد کر کے ان سے ڈیزرٹ رنگ کے بارے میں معلومات حاصل کر لیں۔ ٹھیک ہے میں انہیں اب خود ہی سنبھال لوں گا۔ تم نے اچھا کیا کہ تجھے رپورٹ دے دی۔ اور سنبھال تم اپنے ساتھیوں سمیت واپس اپنے ٹارگٹ پر چلے جاؤ اب تمہارا دیاں کام ختم ہو گیا ہے اور اینڈ ایل۔“ کرنل اباجر نے سخت الجھے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”ہونہر تو اب اصل کیس شروع ہونے والا ہے۔“ کرنل اباجر نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر ٹرک کسی کی پشت پر سر ٹکاکر نکلیں بند کر لیں لیکن اس انداز میں بیٹھے ہوئے اُسے خود ہی دیر ہوتی ہوئی کہ ٹرانسمیٹر کی مخصوص آواز ایک بار پھر سنائی دی۔ اور اس نے چونک کر آنکھیں کھولیں اور پھر ٹھنک کر ٹرانسمیٹر کا فریکوئنسی ڈائل دیکھنے لگا دوسرے لے وہ یکجہت چونک پڑا کیونکہ ڈائل بتا رہا تھا کہ کال انتہائی لانگ رینج سے کی جا رہی ہے۔ اس نے ہونٹ بیچھنے ہوئے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

”ہیلو سیلو چیف آف سیکیورٹی سرکل فرام اسرائیل کالنگ۔ اور۔۔۔“ ٹرانسمیٹر آن ہوتے ہی ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔ اور کرنل اباجر یہ کال سنتے ہی بری طرح چونک پڑا۔ کیونکہ سیکیورٹی سرکل اسرائیل کا ایک ایسا ادارہ تھا جو پوری دنیا میں پھیلے ہوئے اسرائیلی

”میجر مارک کی موت البتہ سائنٹیفک ڈیبرس ہوئی ہے۔ انہوں نے فحش کے خلاف موجود کپیڈول چبایا تھا۔ کیپسول کا ایک ٹکڑا اب تک وحش کے خلاف موجود تھا ویسے ان کی کلائیوں اور پنڈلیوں پر ایلے نشانات موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں ریسوں سے باندھا گیا تھا۔ ان دونوں کی جینیں مکمل طور پر خالی تھیں۔ اس کے بعد میں فوری طور پر حرکت میں آگیا تاکہ معلوم کیا جاسکے کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا۔ مین اپریشن روم سے معلوم ہوا کہ میجر مارک نے ایک ہوٹل کے کمرے میں سپر ڈکٹا فون لگا یا ہوا تھا اور اس کا رزلٹ یہاں اپریشن روم میں چیک کرتے ہیے آپریشن سے معلوم ہوا کہ کمرے میں موجود تین افراد کبھی ڈیزرٹ فاکس سے ملنے گئے تھے اور میجر مارک سب کیپٹن ٹونی کو ساتھ لے کر ان کے پیچھے گئے تھے۔ ان کی کار ایک کالونی کی سڑک پر کھڑی پانی گئی ہے جس کلب میں ان تینوں آدمیوں کی ملاقات ڈیزرٹ فاکس سے ہوئی تھی وہاں سے معلومات ملی ہیں کہ وہ تینوں آدمی جن کا لیڈر ایک منحرف سا آدمی تھا جس نے ڈیزرٹ فاکس سے طویل ملاقات کی اور پھر وہاں اپنے ہوٹل میں چلے گئے۔ ہوٹل کے کمرے میں موجود سپر ڈکٹا فون نے صرف اتنی اطلاع دی کہ وہ اگلیا اور مشرقی مغربی صحرا کو ڈسکس کرتے رہے پھر اچانک سپر ڈکٹا فون آف ہو گیا شاید انہیں اس کے متعلق معلوم ہو گیا ہوگا۔ بہر حال اس قدر اطلاع پر جب میں نے مزید انکوائری کی تو پتہ چلا کہ ایک خصوصی ساخت کے پہلی کا پٹر پر عثمان جاہری اور وہ تینوں ایشیائی بدلتے کر صحرا میں داخل ہوئے ہیں اور ان کی منزل کالونی یعنی ۶ جانہ ہے جو کہ مشرقی صحرا کے قریب ہے۔ یہ معلومات اس

ایجنٹوں کو کنٹرول کرتا تھا۔

”یس سر چیف آف ڈیزرٹ کمانڈر ٹوڈ کرنل اب اگر انڈنگ یو اور“ — کرنل اب اگر نے قدرے مؤذبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کرنل اب اگر آپ کے لئے ایک اہم اطلاع ہے۔ انگلنڈ کے ممبران میں موجود میرے ایک ایجنٹ نے مجھے اطلاع دی ہے کہ ایک خصوصی سائنٹ کا بیسی کا پٹر اگنڈا کے دلا حکومت کی طرف سے ممبران کے وسط میں واقع ایک نخلستان عر جانہ میں آ رہا ہے۔ اس میں چار افراد ہیں جن میں سے ایک انگلنڈی اور تین ایشیائی ہیں۔ جن کے نام علی عمران، پھلان اور قادر ہیں۔ انگلنڈی کا نام عثمان جاہیری ہے۔ وہ اسی نخلستان کے سردار غلف سے ملے ہیں اور وہ اگایا جانا چاہتے ہیں لیکن کسی طوفانی ممبران سے مشرقی ممبران کہا جاتا ہے۔ اُسے پار کر کے۔ اور“ — چیف آف سیکیورٹی سرکل نے کہا۔

”یس سر مجھے رپورٹ مل چکی ہے سر اور“ — کرنل اب اگر نے سر ملاتے ہوئے جواب دیا۔

”اچھا چونکہ آپ اس علاقے کے چیف ہیں اس لئے میں نے سوچا کہ آپ کو اطلاع کر دوں“ — اس بار چیف کے ہلچے میں قدرے ملاوٹی کے اشارہ نمایاں تھے۔ جیسے اُسے کرنل اب اگر کی بات سن کر خاموشی ملاوٹی ہوئی ہو۔

”بہت شکریہ سر آپ کی یہ اطلاع میرے لئے اہم ہے کہ وہ مشرقی ممبران پار کے اگایا آنا چاہتے ہیں۔ مجھے تو یہ رپورٹ ملی تھی کہ یہ لوگ کبھی

عر جانہ پہنچے ہیں لیکن اس بات کا علم نہ تھا کہ وہ مشرقی ممبران پار کریں گے اس اہم اطلاع کا بے حد شکریہ لیکن سر کیا آپ کا کوئی ایجنٹ کبھی عر جانہ میں ہے اور“ — کرنل اب اگر نے کہا۔

”جی جی سے پہلے سچیشن لیبارٹری قائم کی گئی ہے۔ ارد گرد کی بستیوں میں ہم نے اپنے خصوصی ایجنٹ تعینات کر رکھے ہیں۔ ان کے پاس لائنگ بریج ٹرانسمیٹر ہیں۔ مگر اب تک تو ان کی طرف سے کوئی اطلاع نہ ملی تھی لیکن ابھی یہ اطلاع مجھے پہلی بار ملی اور میں نے آپ تک پہنچا دی۔ اور“ — چیف نے جواب دیا۔ اس بار اس کے ہلچے سے ملاوٹی کے اشارہ غائب ہو چکے تھے۔ شاید کرنل اب اگر کی اس بات نے کہ اس نے اُسے اہم اطلاع دی ہے، اس کا موڈ بحال کر دیا تھا۔

”سر کیا آپ کے ایجنٹ سے میں تفصیلی بات کر سکتا ہوں کیونکہ مجھے ان لوگوں کا تفصیلی پروگرام چاہیے۔ یہ لیبارٹری کے لئے بے حد اہم ہے کیونکہ یہ لوگ پاکیشا کی سیکورٹ سروس کے انتہائی خطرناک ایجنٹ ہیں اور صدر مملکت نے خصوصی طور پر ان کی طرف سے بھید ہوشیار رہنے کے لئے کہا تھا۔ اور“ — کرنل اب اگر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اوہ اچھا ٹھیک ہے میں سمجھ گیا پھر تو میرا آپ کو کال کرنے کا فیصلہ درست تھا۔ ٹھیک ہے آپ میرے ایجنٹ سے بات کر لیں فریڈکسنی میں بد دیتا ہوں۔ آپ اس سے میرے حوالے سے بات کر لیں۔ اس کا کوڈ نام آر۔ ایس ون ہے۔ اور“ — چیف نے کہا اور ساتھی اس نے مخصوص فریڈکسنی میں بتادی۔

بات چیت باقاعدہ تھی۔ وہ لوگ اگلیا جانا چاہتے تھے لیکن مشرقی صحرا پار کر کے جب کہ سردار خلف نے انہیں بتایا کہ ایسا ناممکن ہے۔ مشرقی صحرا کو کسی طرح بھی پار نہیں کیا جاسکتا۔ اس نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ عالم راستے سے ہاتیں یا پھر پہیلی کا پٹر کے ذریعے جائیں لیکن وہ اپنی بات پر بضد رہے۔ پھر سردار خلف نے بستی کے معمر ترین آدمی صالح کو بلا یا۔ کیونکہ صالح جوانی میں اس صحرا میں پھنس چکا تھا۔ صالح نے بھی انہیں سمجھایا کہ مشرقی صحرا پار نہیں کیا جاسکتا لیکن وہ بضد رہے۔ پھر انہوں نے سردار خلف سے کہا کہ وہ چار آدمیوں کی دو بہتوں کی خوراک اور پانی کا انتظام کر دے۔ اس کے بعد انہوں نے پہیلی کا پٹر کے ایک خانے سے ایک بڑا سایگ باہر نکالا۔ اس کے علاوہ ان کے پاس چار جھوٹے بیگ بھی موجود تھے۔ خوراک کے تھیلے اور پانی کی چھانگیں۔ اور یہ سارے بیگ لے کر وہ اونٹوں پر بیٹھ کر اس صحرا کی طرف چل پڑے۔ سردار خلف انہیں صحرا کی سرحدی پٹی تک پہنچانے گیا۔ اور انہیں وہاں چھوڑ کر وہ اونٹ لے کر واپس آگیا۔ اس کے بعد میں نے چیف کو رپورٹ دی۔ اور ”ایس۔ آر۔ ایس۔“ کے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”کیا تمہیں یقین ہے کہ یہ لوگ مشرقی صحرا میں داخل ہو چکے ہیں۔ اور“

”یہ سر میری سردار خلف سے بات ہوتی ہے۔ وہ لوگ اس کے سامنے صحرا کی طرف بڑھے ہیں اور پھر ریت اڑاتی ہوا میں داخل ہو کر جب اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئے تو سردار خلف واپس آ چکے ہیں“

”شکر یہ سر، میں اب خود اس سے بات کر لوں گا اور“

”اور اینڈ آل“ — دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر خاموش ہو گیا۔ کرنل اب اگر نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر کا مخصوص بٹن آف کیا اور پھر اس نے تیزی سے وہ فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنا شروع کر دی جو چیف نے بتائی تھی۔

”ہیلو ہیلو چیف آف ڈیزرٹ کمانڈوز کرنل اب اگر کانگ آر۔ ایس۔ ون اور“ — فریکوئنسی ایڈجسٹ کر کے کرنل اب اگر نے کال کرنی شروع کر دی۔

”یس آر۔ ایس۔ ون اینڈنگ سر اور“ — چند لمحوں بعد ہی ٹرانسمیٹر سے ایک آواز سنائی دی۔

”آر۔ ایس۔ ون، اچھی چیف آف سیکرٹ سر کل نے مجھے اطلاع دی ہے کہ تم نے انہیں پہیلی کا پٹر اور ان میں موجود افراد کے بارے میں اطلاع دی ہے۔ اور“ — کرنل اب اگر نے کہا۔

”یس سر اور“ — دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔  
”مجھے ان کی گفتگو کی تفصیل چاہیے۔ اور“ — کرنل اب اگر نے کہا۔  
”سر ایک خصوصی ساخت کا پہیلی کا پٹر اچانک بستی کے سامنے اُترا اور پھر اس میں سے مہمزد صحرائی شکاری عثمان جاہمیری نکلا۔ اس کے ساتھ تین ایشیائی تھے۔ وہ بستی کے سردار خلف سے ملے اور اس کے کمان میں چلے گئے۔ چونکہ یہ ایک نئی بات تھی اور مجھے معلوم تھا کہ یہاں ہماری لیبارٹری موجود ہے۔ اس لئے میں نے خاص طور پر ان کے درمیان

— اے۔ ایس۔ ون نے جواب دیا۔

”او۔ کے قینک پو اور اینڈ آل“ — کرنل ابگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”یہ لوگ پاگل ہیں کہ اس خوفناک صبح میں مرنے کے لئے داخل ہوئے ہیں۔ بہر حال اگر صبح انہیں نہ مار سکا تو پھر ان کی موت میرے ہاتھوں ہی آئے گی۔ میں ان کے استقبال کے لئے اس صبح کے سامنے اپنے خصوصی کیچپ میں خود موجود رہوں گا“ — ٹرانسمیٹر آف کر کے رنل ابگر نے خود کو کامی کے سے انداز میں کہا اور پھر کسی سے اٹھ کر وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

عمران اور اس کے ساتھیوں نے رتبلی ہمارے پہنچنے کے لئے خفوں انداز کے کنٹوپ پہننے ہوئے تھے جو پیشے کے بنے ہوئے تھے اور اس سے سر، چہرہ اور گردن تک چھپ گیا تھا۔ ان کے اندر ہمارے آکسیجن کشید کرنے والا خفوں آلہ بھی موجود تھا اور آپس میں بات چیت کے لئے خصوصی ٹرانسمیٹر بھی۔ ہاتھوں پر دستا نے اور جسم پر انتہائی چمکتا آلہ جسم کے ساتھ پٹا ہوا ایسا لباس موجود تھا جس پر ریت بٹھہ نہیں سکتی۔ ان کے پیروں میں خفوں انداز کے لانگ بوٹ تھے جن کے نیچے خفوں انداز کے سپرننگ لگے ہوئے تھے جو چلتے وقت ان کے جسم کو ذرا سا اوپر کو اچال دیتے تھے، اس طرح وہ ریت میں دبنے سے بچ جاتے تھے۔ یہ سارا سامان اس بڑے بیگ سے لٹکا لایا گیا جو عمران نے پہلی کاپڑ کے اس خانے سے لٹکا لیا تھا جس میں خصوصی چیزیں رکھی جاتی ہیں۔ نائٹلن کی انتہائی مضبوط ریسی سے وہ چاروں آپس میں بندھے ہوئے تھے۔ اور

آواز سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی عمران نے اپنی پشت پر لدے ہوئے بیگ کو کا ندھے سے اتار کر پیچھے اپنے جسم کی اوٹ میں رکھ کر اُسے کھولا اور اس کے اندر سے سیلفون کاغذ میں پٹے ہوئے دو رنگ نکالے۔  
 کاغذ ہٹا کر جب اس نے رنگ باہر نکالے تو ان میں سے ہلکی ہلکی نیلگوں رنگ کی چمک سی نکل رہی تھی۔ اس نے دونوں رنگوں کے ایک سائڈ میں لگے ہوئے ٹن دبانے تو رنگ درمیان سے کھل گئے۔ اس نے ایک رنگ اپنی ایک پینڈلی میں اور دوسرا رنگ دوسری پینڈلی میں ڈال کر اس کا ٹن دوبارہ بند کر دیا۔ اور اٹھ کھڑا ہوا۔ دونوں رنگ اس نے لاٹک بوٹ کے اندر کر دیئے تھے۔

یہ مخصوص ریز کے رنگ ہیں۔ اپنے اپنے عقیدوں سے نکال کر پہن لو۔ ان سے تمہیں چلنے میں تو ذرا تکلیف ہوگی لیکن ہوا تمہیں اوپر نہ اٹھا سکے گی۔ عمران نے کہا اور سب ساتھیوں نے اس کی پیروی شروع کر دی۔ یہ مخصوص رنگ پہننے کے بعد جب انہوں نے آگے بڑھنے کے لئے قدم بڑھائے تو انہیں محسوس ہوا کہ ان کا وزن کم از کم دو گنا ضرور ہو گیا ہے حالانکہ بذات خود ان رنگوں کا وزن کچھ بھی نہ تھا۔ اور اب وہ چلنے کی بجائے تقریباً گھسٹ رہے تھے۔ ان کی حالت بالکل ایسی تھی جیسے کوئی ان کا طویل فاصلہ طے کرنے کے بعد تھکاوٹ کی وجہ سے چلنے کے قابل نہ رہے اور صرف ٹانگیں گھسیٹ رہا ہو۔

”یکہ کیا چیز ہے عمران۔ تجھے تو یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میرا وزن ٹنوں میں ہو گیا ہو مجھ سے تو چلا نہیں جا رہا۔“ عثمان جاہیری کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔

خوراک کے قیصلے اور پانی کی چٹا گلوں کے ساتھ ساتھ انہوں نے ایک ایک چھوٹا بیگ بھی اپنی پشت پر لدا ہوا تھا۔ انہیں اس مشرقی صحرا کے خصوصی علاقے میں داخل ہونے بھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی لیکن یہاں بھی ہوا اس قدر تیز تھی کہ انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کسی بھی لمحے حقیر تنکوں کی طرح فضا میں اڑ جائیں گے لیکن اس کے باوجود وہ حیرت انگیز طور پر اہمیان سے چلتے ہوئے آگے بڑھے جا رہے تھے۔ لیکن جیسے جیسے وہ آگے بڑھ رہے تھے طوفان میں شدت آتی جا رہی تھی ان طوفانی ہواؤں کی آوازیں ایسی تھیں جیسے ہزاروں لاکھوں بدرویں مل کر بیخ رہی ہوں۔

عمران سب سے آگے تھا۔ اس کے پیچھے عثمان جاہیری اور اس کے پیچھے عثمان اور خاور تھے۔ آگے چلتے چلتے اچانک عمران کے جسم کو جھٹکا لگا اور ایک لمحے کے لئے پتنگ کی طرح اڑتا ہوا ہوا میں بلند ہوا مگر دوسرے لمحے وہ ایک بھٹکے سے واپس چند قدم پیچھے ریت پر اکھڑا ہوا۔ اس کے اس طرح ہوا میں اٹھنے کی وجہ سے اس کے پیچھے آنے والے ساتھی خود بخود گر کر گئے تھے۔

”عمران صاحب۔ اب کیا ہوگا۔ کیا اب یہاں سے ہمیں پرواز کرنی پڑے گی۔“ چوہان نے ٹرانسمیٹر پر بات کرتے ہوئے کہا اور اس کی آواز عمران سمیت سب کے کانوں میں پہنچ گئی۔

”وہ کیا مصرعہ ہے۔“ پر نہیں طاقت پرواز مگر کتنی ہے“ تو ثابت ہوا کہ طاقت پرواز ہم میں بھی ہے لیکن یہ طاقت ہمیں آگے لے جانے کی بجائے واپس عرجانہ بستی پہنچا دے گی اس لئے مجبوری ہے۔“ عمران کی



کیا ہوا البتہ چوہان اور غاور عمران کی باست کس کر بے اختیار مسکرائے۔ وہ جلتے تھے کہ عثمان جاگیری ضد کر کے عمران کے ساتھ آگ تو کیا ہے لیکن اب نے عمران کی قوت مدافعت کا صحیح اندازہ ہو رہا ہوگا اور اب نے پتہ چلے گا کہ عمران کا ساتھ ورناس قدر مشکل کام ہے۔

لیکن چند قدم مزید چلنے کے بعد عثمان جاگیری دھڑام سے ریت پر گر گیا۔ اس کے اس طرح گرنے کی وجہ سے چوہان اور غاور اس کے قریب پہنچ کر رگ گئے۔ عمران بھی واپس پلٹ آیا۔ اس نے عثمان جاگیری کی بنھ پکڑ لی۔

اود یہ تو بیہوش ہو چکا ہے۔ عمران نے تشریف بھرے ہاتھ میں کہا اور پھر اس نے جلدی سے اپنی پشت پر لدا ہوا قبیلہ اتار کر کھولا اور اس میں سے ایک انگلیشن نکال کر اس نے اس کی سوئی لباس کے اوپر سے عثمان جاگیری کے بازو میں گھونپ دی۔ چند لمحوں بعد سرخ خالی ہوئی تو اس نے سوئی کو باہر پھینکا اور خالی سرخ واپس بیگ میں ڈال کر ایک بند کر کے دوبارہ کمر پر لاد لیا۔ دوسرے لمحے عثمان جاگیری کی کراہ سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی اس کا ساکت جسم بھی حرکت میں آ گیا۔

”اٹھ کر کھڑے ہو جاو عثمان جاگیری۔ اب تم آسانی سے چل سکو گے۔“ عمران کی تیز آواز سنائی دی اور جواب میں عثمان جاگیری نے کراہتے ہوئے اٹھنے کی کوشش کی اور چند لمحوں بعد وہ دوبارہ کھڑا ہو جانے میں کامیاب ہو گیا۔

”میرا سانس پھانک رگ گیا تھا عمران۔“ عثمان جاگیری نے شرمندہ سے ہاتھ میں کہا۔

”فکر نہ کرو جلدی عادی ہو جائو گے۔“ عمران نے جواب دیا۔ اور وہ پاروں کسی طرح گھسٹتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ عمران کے ہاتھ میں ایک چوٹا سا آلہ موجود تھا جس کے ایک سرے پر زنجیر تھی جو اس کی گھٹی سے بندھی ہوئی تھی۔ اس آلہ میں سرخ رنگ کی لاق بار بار چمکناہ رہی تھی۔ اور اس لاق کی مدد سے عمران آگے بڑھتا رہا تھا وہ نہ یہاں ہر طرف اس قدر ریت ہوا میں اڑ رہی تھی کہ سوائے اپنے ساتھیوں کے ہمو لوں کے اور کچھ نظر نہ آ رہا تھا۔ ہوا کی شدت مسلسل بڑھتی جا رہی تھی اس لئے کہ ان کے جھول پڑے ہوا کا دباؤ خوفناک حد تک بڑھ گیا تھا لیکن حیرت انگیز بات یہ تھی کہ ہوا کے دباؤ کے باوجود نہ ہی ان کے جسم پر کچھ کی طرف جھکتے تھے اور نہ ہی وہ اوپر کو اچھل رہے تھے۔ بس ٹانگیں گھسٹتے ہوئے وہ آگے بڑھے جا رہے تھے۔ بینکوں زنجیر پھٹنے کے بعد انہیں باہر کا شہر بھی انتہائی ہلکا سنائی دینے لگا تھا ورنہ پہلے تو شور کی وجہ سے ان کے کان پھٹنے کے قریب ہو رہے تھے لیکن اس طرح چلتے جا کر پتہ یہ ہوا کہ وہ جلدی پا پنے لگ گئے۔ ان کی ٹانگیں اب جواب دہی جا رہی تھیں۔ انہیں محسوس ہو رہا تھا کہ وہ کسی بھی لمحے ریت پر ڈھیر ہو جائیں گے لیکن چونکہ عمران مسلسل چلے جا رہا تھا اس لئے وہ بھی اس کے پیچھے کسی نہ کسی طرح گھسٹتے ہوئے چلے جا رہے تھے۔

”عمران صاحب اب تم میں مزید چلنے کی ہمت نہیں رہی۔“ اپنا ہاتھ عثمان جاگیری کی آواز سنائی دی۔

”پیروں سے رنگ اتار کر سی کھول دو اور عمارت جیسی جاکر آرام کرو۔“ عمران کی انتہائی سنجیدہ آواز سنائی دی اور عثمان جاگیری کا تو ریشہ پھلنے پھلنے

ہے۔ ہم عام راستے سے آگے بڑھتے تو زیادہ سے زیادہ ہمیں روکنے کی کوشش کی جاتی۔ اس کوشش کا مقابلہ بھی تو کیا جاسکتا تھا۔ اس بار چوہان نے کہا۔ اس کے باوجود میں ہلکی سی تلخی موجود تھی۔

”یو لوگ دہا حکومت میں اس طرح ہمارے پیچھے لگ سکتے ہیں۔ انہوں نے اس صحرا میں نجانے کیسے کیسے جال پھیلانے ہوئے ہوں گے اور اچانک آنے والے میزا تیل سے فک لکھنے کا فن ابھی ہم نے سیکھا ہی نہیں۔“ عمران نے سپاٹ ہاتھ میں جواب دیا اور اس کے ساتھ

ہی وہ مٹر کر دوبارہ آگے بڑھنے لگا۔ اور ایک بار پھر وہ تینوں خاموشی سے اس کے پیچھے گھسنے لگے۔ لیکن اب چوہان اور خاور دونوں کو محسوس ہو رہا تھا کہ کسی بھی لمحے وہ بھی عثمان جا میری کی طرح ریت پر ڈھیر ہو جائیں گے۔ کیونکہ ان کے جسم میں آہستہ آہستہ تھکاوٹ کا عنصر اس قدر بڑھتا جا رہا تھا کہ انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ صدیوں سے چل رہے ہوں۔ لیکن وہ جانتے تھے کہ اگر وہ گرے تو عمران ان کی پرواہ کئے بغیر آگے بڑھ جائے گا۔ یہ تو عثمان جا میری تھا جس کو اس نے انجائش بھی لگا دیا تھا لیکن ان کے لئے وہ اتنا بھی نہ کرتا۔

”عمران صاحب۔ صورت حال خراب ہوتی جا رہی ہے۔ ہمیں کچھ دیر آرام کر لینا چاہیے۔“ اچانک خاور نے ٹھکے ٹھکے ہاتھ میں کہا۔

”ہمت کرو یا۔ کیوں غور توں کی طرح دل چھوٹا کر رہے ہو۔“ عمران کی مسکراتی ہوتی آواز سنائی دی۔

”تم آخر کس مٹی کے بنے ہوئے ہیں تم پر تھکاوٹ اثر ہی نہیں کر

”سنو عثمان تم تو جانتے ہو گے کہ یہ صحرا میں کلومیٹر طویل ہے اور جیسے جیسے ہم آگے بڑھتے جائیں گے ہوا کا دباؤ بھی بڑھتا جائے گا۔ اس لئے اگر ہم اس طرح دس قدم چل کر بڑھ گئے تو شاید زمینوں میں یہ صحرا نہ پار کر سکیں گے۔ ہمت کرو، ہم نے ہر صورت میں یہ صحرا پار کرنا ہے۔“

عمران نے انتہائی محسوس ہاتھ میں کہا۔

”عمران صاحب اگر میں ایک تجویز پیش کروں تو آپ ناراض تو نہ ہوں گے۔“ خاور نے اچانک کہا۔

”مارا فنگی کس بات کی۔ بولو کیا کہنا چاہتے ہو۔“ عمران نے چونک کر پوچھا۔

”عمران صاحب طوفان اپنے مرکز میں زیادہ تند اور سائیدہ دل پر قدم سے کمزور ہوتا ہے۔ اس لئے اگر ہم اس صحرا کی سائیدہ پر ہو کر آگے بڑھیں تو ہمیں کم دباؤ کا سامنا کرنا پڑے گا، جب کہ آپ میرے خیال میں صحرا کے مرکز میں چل رہے ہیں۔“ خاور نے کہا اور عمران بے اختیار ہنس دیا۔

”تم نے واقعی ایسی بات کر دی ہے جس پر مارا فنگی مجاہد ہے۔ ہم سائیدہ سے ہو کر آگے بڑھ رہے ہیں۔ مرکز میں تو شاید یہ رنگ ہماری ایک طرحی مدد نہ کر سکتے۔ لیکن یہ طوفان ہے اس قدر تند کہ ہمیں اس کی سائیدہ ہی مرکز لگ رہی ہے۔“ عمران نے جواب دیا۔

”اوہ میں سمجھا کہ اس قدر خوفناک دباؤ مرکز میں ہی ہو سکتا ہے۔“ خاور کی شرمندہ سی آواز سنائی دی۔

”عمران صاحب۔ آپ نے خواہ خواہ اس طوفان میں چلنے کی ضد کی

”او۔ کے ٹیک ہے آرام کرو۔ پھر یہاں سے باہر نکلتے ہیں۔ بعد میں جو ہو گا سو دیکھا جائے گا۔ اب ایک لاکھ سپہ سالار نچا کر کیا کر سکتا ہے جب اس کی سپاہ ہی ٹرنے سے جواب دے جائے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور چوہان، خاور اور عثمان تیوی ہنس پڑے۔

حقوڑی دیر بعد جب ان کے سانس بحال ہو گئے تو وہ اٹھے۔ اور ایک بار پھر عمران کے پیچھے چلنے لگے۔ لیکن اب عمران نے اپنا رخ بدل لیا تھا۔ لیکن رخ بدلنے کے ساتھ ہی انہیں واضح طور پر محسوس ہونے لگا کہ وہ خوفناک، ہموں کے زور سے اب آہستہ آہستہ باہر نکلتے جا رہے ہیں اور ان کے جسموں پر موجود دوا بھی آہستہ آہستہ کم ہوتا جا رہا ہے۔ کچھ دور آجائے کہ بعد عمران رگ گیا۔

”اب وہ رنگہ انارکرو دوا ہر تھیلوں میں ڈال لو۔ اب ان کی ضرورت نہیں رہی۔“ عمران نے کہا اور جھک کر اپنی بندھیوں سے رنگہ انارکرو لگا۔ اس کے ساتھیوں نے بھی اس کی پیروی کی۔ رنگہ انارکرو کے بعد انہیں لوں محسوس ہوا جیسے وہ پرندوں کی طرح ہلکے چھلکے ہو گئے ہوں۔ ہوا کا دباؤ خالص کم ہو گیا تھا اس لئے وہ اب آسانی سے چل سکتے تھے۔ رنگہ انارکرو کے بعد ان کے جسموں میں موجود پھرتی واپس نمودار آئی تھی اور پھر جیسے جیسے وہ آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ ہموں کا دباؤ اور زور بھی کم ہوتا جا رہا تھا لیکن اب شام کے سات گھرے ہونے لگ گئے تھے۔

”آؤ اب کچھ کھلنی لیں۔ اب تو پیدل چلنا پڑے گا۔ ورنہ اگر یہ کچھ کرنا ہوتا تو عوجا نہ سے اونٹ لے لیتے۔“ عمران نے اپنا کٹھوپ انارکرو

رہی۔“ اچانک عثمان جامیری کی آواز سنائی دی۔

”میری ٹی کو ڈھیٹ مٹی کہا جاتا ہے۔“ عمران نے ہنستے ہوئے جواب دیا لیکن دوسرے لمحے خاور کو لوں محسوس ہوا جیسے اس کا سانس گلے میں اٹک گیا ہو اور وہ لہرا کر پیچھے گرنا اور ساکت ہو گیا۔

”عمران صاحب۔ خاور گر گیا ہے۔“ چوہان نے ڈوبتے ہوئے ہاتھ میں کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ بھی دھڑلے سے پیچھے گر گیا۔

”اس کا مطلب ہے ترکیب کامیاب نہیں رہی۔“ عمران نے واپس مڑ کر کہتے ہوئے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے عثمان جامیری کی طرح ان دونوں کو بھی الجھن لگاتے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے عثمان جامیری کو بھی پیٹھ سے اشارہ کیا اور خود بھی وہیں بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد خاور اور چوہان دونوں کراہتے ہوئے ہوش میں آ گئے۔ عثمان جیسے ہی پیچھے بیٹھا وہ بیٹھے رہنے کی بجائے لیٹ گیا۔

”اوہ عمران صاحب۔ ہمارے سانس واقعی رگ گئے تھے۔“ چوہان اور خاور دھڑلے سے اٹھ کر بیٹھے ہوئے کہا۔

”ہاں مجھے معلوم ہے۔ ایک سیکنڈ کی کمی واقع ہو گئی ہے۔ یہاں ریت کی مقدار ہوا میں زیادہ ہے اور تم چونکہ ہانپ رہے تھے اس لئے آکسیجن زیادہ خرچ کر لی۔ بہر حال اب کوئی اور طریقہ سوچنا پڑے گا۔“ عمران نے جواب دیا۔

”بالکل سوچو عمران۔ تجھ سے اس حالت میں بالکل نہیں چلنا چاہیے۔ لیکن ریلے جیسے میں اس محراب میں داخل ہوتے ہی بوڑھا ہو گیا ہوں۔“ عثمان جامیری کی آواز سنائی دی اور عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

کر واپس آگیا لیکن اس کے باوجود مجھے مسلسل ہی احساس رہا کہ ایسی بات  
یقیناً ہے۔ لیکن پھر میں نے اس خیال کو جھٹک دیا کہ یہ لوگ مذہبی عقائد  
کے لحاظ سے اس قدر سخت واقع ہوئے ہیں کہ یہی بدوی کا وجود برداشت نہ  
کر سکیں گے۔ لیکن اب واپس جانے کی بات سن کر اچانک میرے ذہن  
میں دوبارہ یہ خیال آیا ہے۔ ”جو جان نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔  
”ہو نہ پھر تو واپسی لازماً ہوگی۔ ہو سکتا ہے رقم کے لالچ میں کوئی آدمی  
واقعی غیری کر رہا ہو۔“ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور تھوڑی دیر  
بعد وہ اٹھ کر واپس عرجانہ کی طرف چل پڑے۔

جب وہ واپس لےتی میں بیٹھے تو رات کا گہری ہو چکی ہوگی اور لہتی میں  
کوئی آدمی نظر نہ آ رہا تھا۔ ان کا ہیل کا پٹر البتہ اپنی جگہ پر موجود تھا۔ وہ سب  
تیز تیز قدم اٹھاتے سردار غلف کے مکان کی طرف بٹھتے گئے۔ دستک کے  
جواب میں دواخانہ کھولنے والا خود سردار غلف ہی تھا۔  
”اوہ آپ لوگ واپس آگئے اچھا کیا یہ صحرا واقعی ناقابلِ عبور ہے“  
سردار غلف نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”صحرا تو ناقابلِ عبور نہ تھا لیکن میری بمت جواب دے گئی تھی۔“  
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھیوں نے شرمندہ سے انداز  
میں سر جھکا لئے۔

ایک بار پھر وہ اسی کمرے میں جا کر بیٹھ گئے تھے۔  
”سردار غلف کیا یہیل کوئی ایسا آدمی ہو سکتا ہے جو ہمارے متعلق ان  
بہودیوں کو غیری کر سکے۔“ عمران نے اچانک انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔  
”بہودیوں کی غیری۔“ وہ نہیں ایسا نامکن ہے۔ ایسا کوئی سوجھی نہیں

ریت پر بیٹھے ہوئے کہا اور اس کے باقی ساتھیوں نے بھی اس کی پیروی کی۔  
عمران صاحب آگے کا فاصلہ بہت زیادہ ہے۔ اس لئے یہیل نہ ہم  
واپس عرجانہ کی طرف چل دیں کو نہ پھر یہیل چل کر کم یہ صحرا اس طرح  
عبور نہ کر سکیں گے۔ ہمیں اب طویل چھکاکٹ کر اگایا جانا پڑے گا۔ مشرقی  
صحرا میں چلتے ہوئے تو ہم جلدی پہنچ جاتے لیکن اب صورت حال بدل  
گئی ہے۔“ عثمان جا میری نے کہا۔  
”ہماری بات درست ہے عثمان۔ لیکن بھڑو پہلے ٹرانسمیٹر پر کوشش  
کر لیتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کوئی آدمی یہیل کا پٹر میں موجود ہو اور کال کس  
لے۔“ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”نہیں وہ لوگ اس قسم کی مشینری کا آپریشن نہیں جانتے۔ اور نہ  
یہ وہ یہیل کا پٹر میں داخل ہوں گے۔ ہمیں واپس جانا ہی ہوگا۔“ عثمان  
جا میری نے کہا۔ وہ قہقہوں میں سے کھجوریں نکال نکال کر کھا رہے تھے اور  
ساتھ ہی اپنی اپنی چٹا گولوں میں سے پانی کے گھونٹ بھی لے رہے تھے۔  
”میرا خیال ہے کہ بستی عرجانہ میں ان بہودیوں کا کوئی نہ کوئی ایجنٹ  
موجود ہے۔“ اچانک چو جان نے کہا تو عمران سمیت سب چونک  
کر اُسے دیکھنے لگے۔

”کیا مطلب کیا کہنا چاہتے ہو۔ کھل کر بات کرو۔“ عمران  
کا بوجھ تیز تھا۔

”جب ہم اس کمرے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے تو مجھے احساس ہوا  
تھا کہ ایک ٹھوکی کی سایڈ پر کوئی آدمی موجود ہے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ میں اٹھ  
کر کھڑکی کی طرف گیا تھا لیکن مجھے وہل کوئی آدمی نظر نہ آیا تو میں مطمئن ہو

نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”لیکن اگر تم یہ سوچ رہے ہو کہ وہ یہودیوں کا قبضہ ہوگا تو یہ بات اپنے ذہن سے نکال دو۔ وہ تو یہودیوں کا بدترین مخالف ہے۔ ہم سب سے زیادہ“ — سردار خلف نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

”ہمیں ایسی کوئی بات نہیں۔ بس تم اُسے یہاں دلو اور لیکن اُسے معلوم نہ ہو کہ ہم واپس آگئے ہیں“ — عمران نے کہا اور سردار خلف سر ہلاتا ہوا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

”اگر چہ ان کا شک و دشت ثابت ہوا تو یوں سمجھو کہ قدرت خود بخود ہماری مدد کر رہی ہے“ — عمران نے سردار خلف کے جانے کے بعد مسکراتے ہوئے کہا۔

”وہ کیسے؟ ہماری مدد کا سوال یہاں کیسے پیدا ہو گیا۔ اگر خبری ہوئی ہے تو پھر تو وہ ہمارے استقبال کے لئے تیار ہوں گے“ — عثمان جاہری نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”جی تو وہ جی امداد ہے۔ ظاہر ہے اس خبر نے انہیں ہی بتلایا ہو گا کہ ہم مشرقی صحرا کو پار کر کے آسپے ہیں۔ اور وہ ہمارے استقبال کے لئے صحرا کے سامنے موجود ہوں گے۔ اس طرح باقی ہر طرف سے وہ بچکر

ہو جائیں گے اور ہم میک آپ کر کے انہی لوگوں کے لوپ میں جب آگے بڑھیں گے تو لڑنا نہیں نظر انداز کر دیں گے“ — عمران نے کہا اور عثمان جاہری اس طرح عمران کو دیکھنے لگا جیسے سوچ رہا ہو کہ

اس آدمی کے ذہن میں آخر کیا بھرا ہوا ہے کہ یہ اس قدر باریک بینی سے سوچ لیتا ہے۔

سکتا۔ آپ کو یہ کیسے خیال آگیا“ — سردار خلف کا لہجہ خاصا تلخ تھا۔

ایسا ہوا ہے ہمیں روکنے کی کوشش کی گئی ہے“ — عمران نے اُسی طرح سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”اوہ یہ کیسے ممکن ہے۔ نہیں کم و کم میں تو سوچ بھی نہیں سکتا یہ چوٹی سی ہستی ہے۔ یہاں کا ہر کوئی دیکھا جاتا ہے“ — سردار خلف نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اچھی طرح سوچ کر جواب دوسرے خلف۔ تم نے کسی کسی کے پاس کوئی مؤثر بیڑ دیکھا ہو۔ کیونکہ یہاں سے اتنی جلدی خبری ایگزٹائیوٹر کے نہیں ہو سکتی“ — عمران نے کہا۔

”مؤثر بیڑ تمہارا مطلب ہے وہ آکر جس سے بات حجت ہوتی ہے“ —

سردار خلف نے چونک کر پوچھا اور عمران نے سر ہلادیا۔

”اوہ ایسا آکر ایک بار میں نے طوطے کے پاس دیکھا تھا۔ اس نے مجھے بتلایا تھا کہ یہ اُسے ایک شکریا نے دیا تھا لیکن میں نے پرواہ نہ کی تھی۔ کیونکہ یہاں پہلے لے کر یہ یہ بیکار تھا اور طوطے نے بھی بتلایا کہ یہ خراب ہے، کام نہیں کرتا۔ وہ بس شوق کی وجہ سے اُسے ساتھ لے آیا تھا لیکن آپ مجھ سے کھل کر بات کیوں نہیں کرتے۔ خبری کس سے کی جاتی تھی اور کیوں کی جاتی تھی۔ اس کا کیا مقصد ہو سکتا

ہے“ — سردار خلف نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”میک ہے سردار خلف اب میں اپنی تفصیل بتلائی پڑے گی“ — عمران نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور پھر اُس نے خفہ نظروں میں ساری بات سردار خلف کو بتلایا۔

”اوہ یہ تو انتہائی اہم مسئلہ ہے۔ لیکن“ — سردار خلف نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”یہ طوطے کی وقت کہاں ہوگا“ — عمران نے ہنستے جانتے ہوئے پوچھا۔

”اپنے گھر میں ہوگا بلکہ اوتوں اُسے“ — سردار خلف نے کہا۔

”ہاں لیکن اُسے یہ پتہ نہ چلے کہ ہم واپس آگئے ہیں“ — عمران

فسوں پر لعنت بھیجتا ہوں۔ آپ میری توہین کر رہے ہیں۔ اگر آپ جھل نہ ہوتے تو آپ کو یقیناً اس توہین کی سخت قیمت ادا کرنی پڑتی۔“  
طلحہ نے انتہائی سخت ہلچلے میں کہا۔  
”سنو طلحہ، تم نے کرنل ابا گرسے ٹرانسمیٹر پر جو بات چیت کی ہے۔

وہ ہمارے پاس ریکارڈ شدہ موجود ہے اور اس وجہ سے ہمیں دلچسپی آنا پڑا ہے۔ اگر کو تو وہ ریکارڈ سنو ادوں“ — عمران نے پچکا کر دیا ہوتے ہلچلے میں کہا۔

”جو اس قطعی بکواس میں جا رہا ہوں سردار خلع“ — طلحہ نے بھلی کی سی تیزی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ لیکن دوسرے لمحے وہ بُری طرح جھپٹا ہوا منہ کے بل نیچے چٹائی پر آگرا۔ اس کے گھٹب میں موجود چھان لے اس سے بھی زیادہ تیزی دکھائی تھی اور یہ اس کا مختصر نکتہ تھا جو طلحہ کی کمر پر پڑا تھا اور وہ منہ کے بل نیچے جاگرا تھا۔ نیچے گر کر وہ اٹھنے ہی نہ لگا تھا کہ چھان نے ٹیبلٹ جھاک کر اُسے گردن سے پکڑا۔ اور دوسرے لمحے طلحہ کی زوردار جین سے گرجا اٹھا۔ چھان نے ایک زوردار جھکا دے کر اُسے لڑی قوت سے موٹی دھار سے دے مارا تھا۔ سردار خلع ہونٹ پیچھے خاموش بیٹھا تھا ویسے اس کا چہرہ شاید غصہ کٹھنوں کرنے کی وجہ سے مزید سیاہ پڑ چکا تھا۔

طلحہ کا سردار دوار سے ٹکرایا اور نتیجہ یہ کہ نیچے گر کر وہ چند لمحوں کے لئے تڑپا اور پھر رستگ ہو گیا۔

”سردار خلع غصہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے ابھی یہ بات ثابت ہو جاتے گی“ — عمران نے سردار خلع سے مخاطب ہو کر کہا۔

”فاشی تم نے درست سوچا ہے“ — عمران ہامیری نے ایک لمبیل سانس لیتے ہوئے کہا۔

پھر دیر بعد دروازہ کھلا اور سردار خلع ایک ادھیڑ عمر آدمی کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ ادھیڑ عمر آدمی عمران اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ کر اس بری طرح چونکا جیسے اُسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آ رہا ہو لیکن جلد ہی وہ سنبھل گیا۔ عمران اس کے چہرے کی ساخت دیکھ کر ہی سمجھ گیا تھا کہ وہ انتہائی تھکن اور لڑائی آدمی ہے اور پھر اس کے اس طرح چپکنے نے تو چھان کا خیال بالکل درست ثابت کر دیا تھا۔

”یہ طلحہ ہے۔ ہماری بستی کا واحد پڑھا ہوا شخص اور طلحہ یہ عثمان ہامیری ہیں میرے غم اور یہ ان کے دوست ہیں“ — سردار خلع نے طلحہ کا عمران اور اس کے ساتھیوں سے بیک وقت تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”طلحہ نے بُری گرجو بخشی سے سب کے ساتھ معاملہ کیا اور پھر وہ ان کے ساتھ ہی چٹائی پر بیٹھ گیا۔

”مگر سردار خلع آپ تو مجھے پکھلے کر لے آئے تھے کہ کوئی سرکاری آدمی آپ کے پاس دہرا حکومت سے کوئی حکم نامہ لے کر آیا ہے اور مجھے وہ پڑھنا ہے۔“ سردار خلع آپ کب سے جوڑ لہرتے لگے ہیں۔“  
طلحہ کا چہرہ قدرے ناخوش گوار تھا۔

”جب سے تم نے بیہودوں کی تجزی شروع کی ہے، کتنی رقم دیتے ہیں وہ تمہیں۔“ عمران نے اس بار انتہائی تلخ ہلچلے میں کہا۔

”بیہودوں کی تجزی اور میں۔ لا حول ولاقوة میں بیہودوں اور ان کی

میرے عجیب کو آشکارا بھی نہ کرو گے۔" — یکلخت ظلم نے روتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے اگر تم سچ سچ بتاؤ تو میرا وعدہ کہ تمہیں چھوڑ بھی دوں گا اور کسی کو تمہارے تعلق کچھ بتاؤں گا بھی نہیں۔" — سردار غلف نے ہونٹ چہلتے ہوئے کہا۔

"سردار غلف میں واقعی یکینہ آدمی ہوں۔ دولت کی بوس نے میری ہنگاموں پر پٹی باندھ دی ہے۔ چار سال قبل جب میں تجارت کی عرض سے دالہ کی موت گیا تو وہاں مجھے ایک شخص نے اس کام پر آمادہ کر لیا۔ اس نے مجھے ایک لاکھ دینار دیئے اور ساتھ ہی ٹرانسمیر بھی دیا۔ پھر میں ہر سال اس سے جا کر ایک لاکھ دینار لیتا رہا۔ لیکن ایسا کوئی واقعہ ہی نہ ہوا جو میں بتانا پھر رہا تھا۔ جہاں پہلی کا پھر پر آئے تو میں چونک پڑا۔ میں نے غصہ طور پر کمر کی کینچنے بیڑہ کر ساری باتیں سنیں اور جس کے متعلق مجھے بتایا گیا تھا میں نے اسے بدلہ دے دی۔ اس کے بعد کئی بار کال آئی اور میں نے اسے بھی بتا دیا کہ تمہارے جہاں مشرقی صحرا میں گئے ہیں۔ مجھ پر رسم کرنا سردار، اپنا وعدہ پورا کرنا میں بھی تمہارا ہوں کہ آئندہ میری دلیلی کی فحش نہ کروں گا۔" — ظلم نے روتے ہوئے کہا۔

"لیکن تم تو یہودیوں کے سخت مخالف تھے، ہر وقت انہیں گالیاں دیتے رہتے تھے۔" — سردار غلف نے غصیلے ہاتھ میں کہا۔  
 "یہ میں اس لئے کرتا تھا سردار کہ مجھ پر کسی کو شک نہ ہو سکے۔ مجھ پر رحم کرو سردار۔" — ظلم نے کہا۔  
 "کاش میں تم سے وعدہ نہ کرتا لیکن میں سچ سننا چاہتا تھا تم نے میرا سر

"اگر یہ بات ثابت ہو جائے تو میں اسے تمہارا تنگ سزا دوں گا اور....."  
 سردار غلف نے انتہائی غصیلے ہاتھ میں کہا لیکن در نہ کے بعد وہ خاموش ہو کر کھٹان جاہیری کی طرف دیکھنے لگا۔

"سردار غلف، عمران صاحب غلط نہیں کہہ سکتے۔" — عمران جاہیری نے کہا اور سردار غلف نے ایک طویل سانس لیا۔ اس دوران چوہان نے اپنی بیلٹ اتار کر ظلم کے دوزل ہاتھ اس کی پشت پر رکھے باندھ دیئے اور پھر اسے ایک دلیل کے ساتھ بٹھا کر اس طرف اپنا ہاتھ دکھا دیا جس طرف وہ ٹھک رہا تھا۔

"اسے ہوش میں لے آؤ۔" — عمران نے کہا اور دوسرے لمحے زوردار تعجب کی آواز سے کہہ کر من اٹھا۔ ایک ہی لمحہ ظلم کے لئے کافی ثابت ہوا۔ وہ چیخ مار کر ہوش میں آ گیا۔

"سنو ظلم اگر تم سچ سچ بتاؤ تو میں تمہاری جان بخش دوں گا کیونکہ سردار غلف نے تمہاری سفارش کی ہے لیکن اگر تم نے جوت بولنے کی کوشش کی تو پھر میں ٹرانسمیر پر تمہاری بات چیت سزا دوں گا اور اس کے بعد ظاہر ہے تمہاری لاش پر ساری بستی والے ٹھوکریں گے۔" — عمران کا ہوجہ پہنچا سخت تھا۔

"ہاں ظلم اگر تم خود ہی سچ بول دو اور آئندہ کے لئے ایسا نہ کرنے کا وعدہ کرو تو میں خاموش ہو جاؤں گا۔ در نہ اگر مجھے دوسری طرف سے ثبوت مل گیا تو پھر تم جلتے ہو کر خدایوں کو کیا سزا دی جاتی ہے۔" — اس بار سردار غلف نے انتہائی سنجیدہ ہاتھ میں کہا۔  
 "سردار تمہیں خدا کا واسطہ میرے ساتھ عہد کرو کہ مجھے سزا بھی نہ دو گے اور

مشرم سے جھکا دیا ہے۔ ظلم کا کش تمہیں موت آجاتی۔ سردار خلف نے انتہائی رنجیدہ دلچہ میں کہا۔

”تم کبھی کرنل اباگر سے ملے ہو؟“ عمران نے پوچھا۔  
”نہیں میں تو اسے جانتا تک، نہیں۔ پہلی بار اس سے بات ہوئی ہے۔ میرا نمبر کارڈ۔ ایس۔ ون ہے۔ اس نے تجھے اس نمبر پر پکارا تھا۔“

ظلم نے جواب دیا۔  
”اگلی بستی گئے ہو کبھی؟“ عمران نے دوسرا سوال کیا۔  
”نہیں میں جان بوجھ کر ادھر نہ گیا تھا تاکہ تجھ پر کسی کو شک نہ پڑ سکے۔“  
ظلم نے جواب دیا۔

”سردار خلف کیا تم اس کے گھر سے وہ ٹرانسمیٹر لاسکتے ہو جس سے اس نے بات کی ہے؟“ عمران نے سردار خلف سے خطاب ہو کر کہا۔  
”میں جا کر لے آتا ہوں سردار۔“ ظلم نے فرما دیا۔

”نہیں تم ہمیں رہو گے؟“ عمران نے شک دلچہ میں کہا۔  
”کہاں پڑا ہوا ہے وہ؟“ سردار خلف نے پوچھا۔

”آخری کمرے کی بڑی الماری کے نیچے خانے میں۔ میرے ملازم کو کہہ دو کہ سرنج بیگ دے دے۔ وہ لاوے گا۔“ ظلم نے کہا اور سردار خلف سر ہلانا تھا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

”جیسے تم نے رپورٹ دی تھی وہ کون ہے؟“ عمران نے پوچھا۔  
”چیف آف سیکرٹس سرکل کہلاتا ہے۔ اب تجھے یہ معلوم نہیں کہ وہ کون ہے۔ کیونکہ میں اس سے کبھی ملا ہی نہیں۔“ ظلم نے جواب دیا۔

”کرنل اباگر نے خود تمہیں کال کیا تھا۔“ عمران نے بوجھا۔  
”ہاں اس کی کال آئی تھی۔“ ظلم نے جواب دیا۔ اور عمران سر ہلاتے ہوئے خاموش ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد سردار خلف واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں واقعی سرنج چٹے کا بنا ہوا بیگ تھا۔ اس نے وہ بیگ عمران کے سامنے رکھ دیا۔ عمران نے اسے کھول کر جب ٹرانسمیٹر باہر نکالا تو وہ بُری طرح چوٹک پڑا کیونکہ ٹرانسمیٹر انتہائی وسیع محیطہ عمل کا تھا اور خاصا جدید تھا۔

”تمہارے کوئی بڑا۔ ایس۔ ون ہے؟“ عمران نے پوچھا اور ظلم نے انہماک میں سر ہلادیا۔

”جوہان اس کے ہاتھ آزاد کرو۔ اگر سردار خلف اسے امان دے چکا ہے تو ہم اس پر سختی نہیں کریں۔“ عمران نے جوہان سے خطاب ہو کر کہا اور ظلم کا رشتا، ہوا چہرہ بیکھٹ کھل اٹھا۔ جوہان نے خاموشی سے ظلم کے ہاتھ آزاد کر دیئے۔

”سنو ظلم اپنے چیف آف سیکرٹس سرکل کو کال کرو اور اس سے کرنل اباگر کی فریڈکونیسی پوچھو۔ اُسے کہہ دینا کہ کرنل اباگر سے اہم بات کہنی ہے۔ اس طرح تم اپنے گناہوں کا کھانا ادا کر سکو گے۔“ عمران نے انتہائی سنجیدہ دلچہ میں کہا۔

”کرنل اباگر کی فریڈکونیسی وہ تو مجھے معلوم ہے۔ کیونکہ اس میں وہ فریڈکونیسی آجاتی ہے جس سے اس پر کال کی جاتے۔“ ظلم نے چونک کر کہا۔

”تو بتاؤ۔“ عمران نے کہا اور جواب میں ظلم نے فریڈکونیسی بتادی۔



طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر سے دوبارہ ٹول ٹول کی آوازیں آنے لگیں اور طلحہ نے ماتھر بڑھا کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ ٹیوڈی ویرلڈ ٹرانسمیٹر ایک بار پھر جاگ پڑا۔ ایک لمحے کے لئے تو اس میں سے ٹول ٹول کی آوازیں سنائی دیں پھر ایک بجاری سی آواز آنے لگی۔

”سیلو ہیلو کرنل ہاگر چیف آف ڈیزلٹ کمانڈ ورک لانگ آر ایس۔ ون اور“ — بولنے والے کے ہاتھ میں ہلکا سا تحیر موجود تھا۔

”یس آر۔ ایس۔ ون انڈرنگ اور“ — طلحہ نے ایک ٹپن دباتے ہوئے جواب دیا۔

”کیوں ہمد کو وارٹر کال کی تھی اور“ — دوسری طرف سے سخت ہاتھ میں پوچھا گیا۔

جناب ایک اہم بات کرنی تھی آپ سے۔ وہ ایٹیلی اور انگریزی عثمان جاہیری جو مشقی صحرائیں داخل ہوتے تھے واپس لیتی ہیں آگے ہیں میں ایک قافلے کے انتظار میں سو لوہیں ٹیلے کے پاس موجود تھا کہ میں نے انہیں دود سے پھیل آتے ہوئے دیکھا۔ وہ بری طرح تھکے ہوئے نظر آ رہے تھے اور گسٹ گسٹ کر چل رہے تھے پھر وہ میرے قریب سے گزرے تو میں نے انہیں پہچان لیا۔ حالانکہ وہ ریت کی وجہ سے مجھ سے بے ہوش تھے۔ ان کی حالت بے حد خستہ تھی۔ وہ سو لوہیں ٹیلے سے ذرا آگے جا کر ریت پر گرے اور بیہوش ہو گئے۔ جناب میں نے انہیں اٹھا کر رستی سے ذرا ہٹ کر اپنے مخصوص اوٹے پر پہنچا دیا ہے اور انہیں رستہ میں سے باندھ دیا ہے۔ وہ ابھی تک بیہوش پڑے ہوئے ہیں۔ ان کی حالت بے حد خستہ ہے۔ لیل نگ رہا ہے کہ جیسے ہواؤں نے ان کے

”تو سنو ب کرنل ہاگر کو کال کرو اور اسے بتاؤ کہ ہم لوگ واپس آ رہے تھے کہ تم نے ہمیں صحرائیں دیکھ لیا اور پھر ہم پر قابو کر لیا۔ اب تم نے پوچھا ہے کہ کیا ہمیں مار دیا جائے یا سیلی کا پٹر پر اس تک پہنچا جائے۔ اُسے بتا دینا کہ سیلی کا پٹر پھلانا جانتے ہو“ — عمران نے طلحہ کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

”اوہ ٹھیک ہے۔ میں سمجھ گیا میں بات کر لیتا ہوں۔ خدا کی قسم میں واپس آ گیا تھا۔ اب میں تیری مدد کے لئے گیا ہوں کا کفارہ ادا کروں گا“ — طلحہ نے بڑے پر غصے سے ہاتھ میں کہا اور پھر آگے بڑھ کر اس نے ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کرنا شروع کر دیا۔ چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے ٹول ٹول کی آوازیں نکلنے لگیں۔

”سیلو ہیلو آر۔ ایس۔ ون کاننگ چیف آف ڈیزلٹ کمانڈ ورک سے ات کراؤ اور“ — طلحہ نے یہی فقرہ بار بار دہراتا شروع کر دیا۔

”یس ہمد کو وارٹر انڈرنگ، چیف یہاں موجود نہیں ہیں یہ پیام سے رو اور“ — چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ایک آواز ابھری۔

”اوہ چیف سے بات کراؤ ایٹیلی اہم بات ہے۔ فوڈ کراؤ دھرمیت ٹا انفعل ملے ہو سکتا ہے۔ اور“ — طلحہ نے کہا۔

”او۔ کے اپنی فریڈنسی بتاؤ۔ چیف تم سے خود بات کرے گا“ — دوسری طرف سے کہا گیا۔

”چیف فریڈنسی جانتا ہے۔ صرف اُسے کہہ دو کہ آر۔ ایس۔ ون سے لڑی بات کرے اور“ — طلحہ نے جواب دیا۔

”او۔ کے کال کے لئے ویٹ کرو اور انڈرنگ“ — دوسری

”اس وقت تو بستی والے گہری نیند میں تھے یہی اور پہلی کا پٹر بھی بستی سے کچھ دور کھڑا ہے۔ اس وقت تو اس کی یہ راز کا کسی کو پتہ نہ چلے گا البتہ دن کے وقت سب کو پتہ چل جائے گا۔ اور میں نے بہر حال رات کو ہی واپس بھانا ہے ورنہ صبح پہلی کا پٹر غائب دیکھ کر تو یہاں ہنگامہ مہیا ہو جائے گا اور“ — طلحہ نے جواب دیا۔

”اور۔ کے۔ تم ایسا کرو انہیں اچھی طرح باندھ کر پہلی کا پٹر میں ڈالو اور پہلی کا پٹر لے کر مشرقی صحرا کے اوپر سے گزرتے ہوئے آگے بڑھ آؤ مشرقی صحرا کے خاتمے کے فوراً بعد تمہیں نیچے سے لائٹ کا اشارہ دیا جائے گا اور تم پہلی کا پٹر تیار دینا۔ پھر ان لوگوں کو ہم وصول کر لیں گے اور تم پہلی کا پٹر واپس لے جانا۔ انتہائی محتاط رہنا۔ یہ سخت خطرناک ترین لوگ ہیں اور“ — کرنل اباجر نے کہا۔

”اگر یہ لوگ اس قدر خطرناک ہیں جناب تو پھر انہیں ہلاک کر کے کیوں نہ پہلی کا پٹر میں ڈالا جائے خواہ خوفناک رسک کیوں لیا جائے اور“ — طلحہ نے کہا۔

”نہیں میں انہیں زندہ دیکھنا چاہتا ہوں۔ تم بس انہیں اچھی طرح باندھ دینا اس طرح کہ یہ معمولی سی حرکت بھی نہ کر سکیں۔ اور پھر انہیں لے آؤ اور“ — کرنل اباجر نے کہا۔

”ٹھیک ہے جناب میں لے آتا ہوں انہیں اور“ — طلحہ نے کہا۔

”میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں اور رینڈ ایل“ — دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر سے ٹوں ٹوں کی آوازیں دہراؤ

جسم سے روح ہی نکال دی ہو۔ اب میں آپ کو اس لئے کل کر رہا ہوں کہ ان کا کیا کروں۔ انہیں گلی مار کر کہیں دور ریت میں دفن کر دوں یا انہیں ان کے پہلی کا پٹر میں ڈال کر آپ کے پاس لے آؤں جیسے آپ حکم کریں اور“ — طلحہ نے تیز اور پرجوش لہجے میں کہا اور عمر ان سے سکڑا دیا۔ طلحہ نے واقعی اپنے گناہوں کا اعتراف ادا کرنے کی بھری کوشش کر دی تھی۔

”اوہ اوہ کیا کہہ رہے ہو تم میں تو یہاں ان کے انتظار میں بیٹھا ہوں۔ وہ کیسے نکل گئے مشرقی صحرا سے۔ اور“ — کرنل اباجر کی انتہائی حیرت بھری آواز سنائی دی۔ اس کے ہاتھ سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اسے طلحہ کی بات کا یقین نہیں آ رہا۔

”یہ تو مجھے معلوم نہیں ہے جناب کہ وہ کیسے نکل آئے۔ اگر میں قافلے کے انتظار میں سو لوگوں کیلئے کے پاس نہ جاتا تو مجھے بھی ان کا آمد کا علم نہ ہوتا۔ بہر حال اب آپ حکم فرمائیں میرا تو یہی خیال ہے جناب کہ میں انہیں چل کر کے کہیں ریت میں دبا دوں۔ اس طرح بستی والوں کو بھی پتہ نہ چل سکے گا۔ اور یہ لوگ بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں گے اور“ — طلحہ نے کہا۔

”کیا تم پہلی کا پٹر اڑا سکتے ہو۔ اور“ — چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کرنل اباجر نے پوچھا۔

”یس سر بہت اچھی طرح میں نے باقاعدہ ٹریننگ لے رکھی ہے اور“ — طلحہ نے جواب دیا۔

”لیکن اگر تم پہلی کا پٹر کو اڑا کر لے گئے تو بستی والوں کو پتہ نہ چل جائے گا۔ اور“ — دوسری طرف سے کرنل اباجر نے کہا۔

”عمران صاحب۔ دوسرے آدمیوں کے لینے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ طلحہ کا میک آپ کر لیں اور طلحہ پر اپنا کر دیں۔ اس کے بعد ہم سب ساتھ چلے جائیں گے۔“ خادو نے کہا۔

”اوہ ہاں یہ تجویز زیادہ اچھی ہے۔ ٹھیک ہے طلحہ کیا تم ہملا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو۔“ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”بسم و چشم جناب۔“ طلحہ نے فدا ہی جواب دیا اور عمران نے میک آپ بالکس ہیلی کا پٹر سے نکال لانے کے لئے چوہان کو کہا اور چوہان اٹھ کر تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکل گیا۔

بلند ہونے لگیں۔ طلحہ نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر ہف کر دیا۔

”گڈ شو طلحہ تم نے واقعی اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا ہے۔“

عمران نے ٹرانسمیٹر ہف ہوتے ہی میک آپ کہا اور طلحہ کا چہرہ کھل اٹھا۔

”شکر یہ جناب واقعی میری آنکھوں پر دھج لگنے کی بجائے کاپر دہ ڈال دیا تھا۔ لیکن مجھے تو یہی کا پٹر چلانا آتا ہی نہیں۔“ طلحہ نے کہا۔

”تم اس کی نگرمت کرو۔“ عمران نے کہا اور پھر سردار خلف سے مخاطب ہو گیا۔

”سردار خلف کیا تمہیں چار ایسے آدمی دے سکتے ہو جو ہمارے قدر قامت کے ہوں اور ہم سے مکمل تعاون کریں۔ میں ان کی زندگیوں کی ضمانت دیتا ہوں۔“ عمران نے کہا۔

”آپ کیا کرنا چاہتے ہیں پہلے مجھے تفصیل بتائیں۔“ سردار خلف نے کہا۔

”میں ان چاروں پر اپنا اور اپنے ساتھیوں کا میک آپ کروں گا اور خود میں اپنے آپ پر طلحہ کا میک آپ کروں گا۔ اس کے بعد میں انہیں لے کر وہاں جاؤں گا۔ ظاہر ہے کہ کنٹرول ایگرس منے آئے گا اور اس کے بعد کنٹرول ایگرس کو اعجاز کر کے واپس یہاں لے آؤں گا اور اس کے بعد کنٹرول ایگرس سے ان ڈیزرٹ کا نڈھڑکی پوری تفصیل معلوم کر کے میں ان کے آؤں کا خاتمہ کروں گا اور آگے لیبارٹری کی طرف بڑھ جاؤں گا۔“ عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”لیکن میں تمہارے ساتھ جاؤں گا ہر قیمت پر۔“ عمران کے خاموش ہوتے ہی عثمان جاہیری لہلہ پڑا۔

”نہیں اس قدر بلندی پر طوفانوں کا زور نہیں ہوتا صرف ریت ہوتی ہے طوفانوں کا زور نیچے ہوتا ہے۔“ کرنل اباجر نے جواب دیا۔  
 ”باس۔ کیا آپ کو کس طرح پر کوئی شک ہے جو آپ نے اس قدر انتظامات کئے ہیں۔“ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد جانسن نے دوبارہ پوچھا۔

”جہاں عمران اور اس کے ساتھیوں کا تعلق ہو وہاں مجھے اپنے آپ پر بھی شک گزرتا ہے۔ طلحہ تو پھر ایک ایجنٹ ہے۔“ کرنل اباجر نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور جانسن خاموش ہو گیا۔  
 ”اوہ شاید سیلی کا پٹر آر ہا ہے۔“ اچانک کرنل اباجر نے کہا اور اس کے دھڑکنے والے ہونٹ پر ہنس کر بولے۔

”ہاں سیلی کا پٹر آر ہا ہے۔ خاصا جدید قسم کا سیلی کا پٹر ہے۔“ کرنل اباجر نے دھڑکی سے دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کے ساتھیوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ خاموش رہے۔ تھوڑی لمعاد میں خلی آنکھوں سے بھی گھپ اندھیرے میں سیلی کا پٹر کا ہیولہ نظر آنے لگ گیا تھا۔ کرنل اباجر نے بھی اب دھڑکنا بند کر دیا۔

”جاؤ جانسن۔ آگے والے ٹیلے کے پاس جا کر اُسے مارچ سے اشارہ دو تاکہ وہ ٹیلے کے قریب اتر جائے۔ پھر تم نے خود جانا ہے۔ اور جا کر سیلی کا پٹر کا جائزہ لینا ہے۔ اگر وہ لوگ بندھے ہوئے پڑے ہوں تو اس طلحہ کو وہیں گولی مار دینا۔ اس کے مرنے کے بعد ہم سب سامنے آئیں گے۔“ کرنل اباجر نے کہا اور جانسن نے ماتھے میں پچڑی ہوئی مشین گن کا منہ سے لٹکانی اور تیزی سے دوڑتا ہوا اس ٹیلے کے پیچھے

ریت کے ایک ٹیلے کی اوٹ میں کرنل اباجر اپنے دو ساتھیوں سمیت موجود تھا۔ اس کی آنکھوں سے ایک تقوس وُدد بین لگی ہوئی تھی۔ اس کے دوسرے دو ماتھی خاموش کھڑے تھے۔ انہوں نے اپنے ہاتھوں میں مشین گنیں اٹھائی ہوئی تھیں۔  
 ”سب آدھی اپنی اپنی جگہوں پر موجود ہیں جانسن۔“ کرنل اباجر نے اپنے قریب موجود ایک آدھی سے مخاطب ہو کر کہا لیکن آنکھوں سے دھڑکنا نہ ہٹاتی تھی۔

”یس باس۔“ جانسن نے موڈ بانہ ہلچے میں جواب دیا۔  
 ”ابھی تک یہ پہنچے نہیں۔ اب تک تو سیلی کا پٹر پہنچ جانا چاہیے۔“ کرنل اباجر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔  
 ”باس، مشرقی صحرائے کو خاک طوفانوں میں نہ پھنس گیا ہو۔“ جانسن نے کہا۔

اوپر کیوں چلا گیا تھا۔

چند لمحوں بعد جانسن پھلانگ لگا کر بیچے اترا۔ اس کے پیچھے بدو بھی آیا  
کا پڑ سے بیچے آگیا۔

”ٹھیک ہے سامنے چلے جاؤ ٹیلے کے پیچھے کرنل اباگر موجود ہیں۔“  
جانسن نے کہا اور ساتھ ہی اس نے کانڈھے سے لنگی ہونی مٹھیں گن اٹا،  
کہہ باتوں میں لے لی۔

”تم میرے ساتھ چلو مجھے شک پڑ رہا ہے کہ تم کرنل اباگر کے اسسٹنٹ  
نہیں ہو۔“ بدو کی تیز آواز سنائی دی۔

”شٹ آپ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے جو میں کہہ رہا ہوں وہ  
کرو جاؤ۔“ جانسن کی غصے سے بھری ہوئی آواز سنائی دی۔

”دیکھو میں تمہارا ماتحت نہیں ہوں مجھے۔ میرا تعلق سیکریٹ سرکل رہ  
ہے۔ اس لئے ہوش میں رہ کر تجھ سے بات کرو۔ میں تو تم لوگوں سے تعابو  
کر رہا ہوں اور تم غصے غصہ دکھا رہے ہو۔“ بدو نے بری طرح گڑ  
ہوئے لہجے میں کہا۔

”تمہاری زبان منوریت سے زیادہ چلتی ہے۔“ جانسن نے انتہائی  
غصیلے لہجے میں کہا اور تیزی سے دو قدم پیچھے ہٹا اور اس کے ساتھ ہی  
اس نے مٹھیں گن سیدھی گئی اور دوسرے لمحے ریٹ ریٹ کی خصوصیات آوازوں  
سے فضا گونج اٹھی لیکن ساتھ ہی جانسن کے مقلوب سے ایک مذکورہ  
جرح نکلی اور وہ فرش پر گر کر ترپٹنے لگا۔ یہ بدو انتہائی تیرت ایجنٹ طریقے  
سے ہوا میں اچھلا اور مٹھیں گن کی گولیاں تو اس کے جسم کے بیچے سے نکل  
گئیں لیکن اس کی دونوں ٹانگوں کی ضرب جانسن کے چہرے پر پوری قوت

سے نکل کر آگے موجود ایک ٹیلے کی طرف بڑھ گیا۔ یہ ٹیلا وہاں سے کافی دور  
تھا۔ اس لئے جانسن کو اس ٹیلے تک پہنچنے پہنچنے چند منٹ لگ گئے۔  
اب پہیلی کا پڑ کافی نزدیک اچکا تھا اس لئے واضح طور پر نظر آنے لگ  
گیا تھا۔ اسی لمحے اس ٹیلے کے پیچھے سے جہاں جانسن موجود تھا روشنی کی ایک  
نکیر نکل کر آسمان کی طرف بلند ہوئی اور پھر یہ روشنی مخصوص انداز میں لہرانے  
لگی۔ اس کے ساتھ ہی پہیلی کا پڑ کی مین لائٹس جل اٹھیں اور وہ تیزی سے  
بیچے آنے لگا۔ جانسن مسلسل مارچ سے اشارے دے رہا تھا۔ تھوڑی دیر  
بعد پہیلی کا پڑ ٹیلے سے کچھ دور ریت پر آکر اتر گیا اور جانسن ٹیلے کے پیچھے  
سے نکلا اور دوڑنا ہوا پہیلی کا پڑ کی طرف بڑھا۔ اس سے پہلے کہ وہ پہیلی کا پڑ  
کے قریب پہنچا پہیلی کا پڑ میں سے ایک بدو چھلانگ لگا کر نیچے اترا اور  
جانسن کو قریب آتے دیکھنے لگا۔

”کیا آپ کرنل اباگر ہیں۔“ اس بدو کی تیز آواز سنائی دی۔  
”میرا نام جانسن ہے اور میں کرنل اباگر کا اسسٹنٹ ہوں۔ کیا تم  
ان آدمیوں کو لے آئے ہو۔“ جانسن کی آواز سنائی دی۔

”ہاں وہ اندر بندھے ہوئے پڑے ہیں۔ کرنل اباگر کہاں ہیں۔“  
بدو نے پوچھا۔

”وہ بھی آجائیں گے۔ پہلے میں انہیں چیک کر لوں۔“ جانسن  
کی آواز سنائی دی اور دوسرے لمحے جانسن پہیلی کا پڑ کے قریب پہنچ کر  
پھرتی سے اس پر چڑھ گیا۔ بدو بھی اس کے پیچھے اوپر چلا گیا تھا۔ کرنل اباگر  
کے ہونٹ بیچھے گئے۔ آواز سے تو وہ بھجان گیا تھا کہ یہ بدو ہی آکر۔ ایس  
دن ہے لیکن اس نے ہونٹ بیچھے لئے تھے کہ وہ بدو جانسن کے پیچھے

کرنل اباجر نے غصے سے چیخے ہوئے کہا۔

”سوری کرنل اباجر تم نے خود اپنا اعتماد ختم کیا ہے۔ اس لئے جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو“ — آر۔ ایس۔ ون کی آواز سنائی دی۔

”اوہ یو مائنس تمہاری یہ برأت کہ میرے حکم کی تعمیل نہ کرو۔ میں تمہارا پورے اسیلی کا پڑاڑاؤں کا“ — کرنل اباجر نے انتہائی غصے سے چیخے ہوئے کہا لیکن اس بار آر۔ ایس۔ ون نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ اسیلی کا پڑکا پٹکا تیزی سے گھومنے لگا۔

”میزائل فائر کرو۔ تباہ کر دو اس سیٹی کا پڑ کو“ — کرنل اباجر نے چیخے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے شمالی طرف موجود ایک نیلے کے پیچھے سے سیٹی کی تیز آواز کے ساتھ ہی سرج رنگ کا شعلہ پکا اور دوسرے لمحے اسیلی کا پڑ کے ٹکڑے فضا میں پھیل گئے اور اس کے ساتھ ہی ایک خوفناک دھماکہ ہوا۔ اور اسیلی کا پڑ کا جلتا ہوا ڈھانچہ آگ کے خوفناک شعلے میں تبدیل ہو گیا۔ یہ آگ اس قدر شدید تھی کہ دور دور تک تیز روشنی پھیل گئی جب کہ جانس کی دوڑان بڑی طرح بجانگا ہوا اس شعلے کے قریب پہنچ گیا جس کے پیچھے کرنل اباجر موجود تھا۔

”باس یہ شخص انتہائی حیرت انگیز حد تک پھر تھلا تھا“ — جانس نے ہانپتے ہوئے کہا۔

”تم نے دیر کر دی اُسے گولی مارنے میں۔ بہر حال تم اندر گئے تھے کیا پوزیشن تھی“ — کرنل اباجر نے انتہائی غصے سے کہا۔

”باس اندر چار آدمی بندے ہوئے پڑے تھے۔ وہ بے ہوش بھی تھے۔ ان میں سے ایک الگوانی تھا جب کہ تین ایشیائی تھے“ — جانس نے

سے پڑیں اور جانس چیخ مار کر نیچے گرا تو وہ بدوحیرت انگیز طریقے سے قلابازی کھا کر جب سیدھا ہوا تو جانس کی مشین گن اس کے ہاتھوں میں تھی اور پھر اس سے پہلے کہ کرنل اباجر حیرت کے اس تھکے سے نکلتا وہ بدو بے پناہ پھرتی کا مظاہرہ کرتا ہوا ایک لمبی چھلانگ لگا کر اسیلی کا پڑ پر سوار ہو گیا۔

”خبردار اگر کوئی اسیلی کا پڑ کی طرف بڑھا۔ میں صرف کرنل اباجر سے بات کروں گا۔“ دوسرے لمحے اس بدو کی چیخ تھی آواز سنائی دی۔ اور جانس ورنیت پر پڑا تھا اور یہ سمجھ رہا تھا کہ اس کا چہرہ اندھیرے میں جی خاصا خون آلود نظر آ رہا تھا۔

”سو آر۔ ایس۔ ون۔ میں کرنل اباجر کو رہا ہوں تمہیں غلط فہمی ہو گئی ہے۔ ہم تمہیں کچھ نہیں کہنا چاہتے۔ تم تو ہمارے دشمن ہو۔ تم ایسا کرو ان لوگوں کو اسیلی کا پڑ سے نیچے پھینک دو اور خود اسیلی کا پڑ سمیت واپس چلے جاؤ“ — کرنل اباجر نے پوری قوت سے چیخے ہوئے کہا۔

”ہمیں اب غصے کی پروا نہیں رہا۔ میں ان لوگوں کو سیکرٹ سرکل کے چیف کے حوالے کر دوں گا پھر کرنل اباجر تم اکیلے میرے پاس آؤ“ — آر۔ ایس۔ ون کی چیخ تھی ہوتی آواز سنائی دی۔

”ٹھیک ہے تم باہر آ جاؤ میں خود آرہا ہوں“ — کرنل اباجر نے تیز لہجے میں کہا۔

”ہمیں تم جب اسیلی کا پڑ کے قریب آؤ گے تب میں باہر آؤں گا“ — آر۔ ایس۔ ون کی آواز سنائی دی۔

”جو میں کہہ رہا ہوں وہی کرو آر۔ ایس۔ ون یہ میرا حکم ہے“ —

جواب دیا اور کرنل اباگر کے چہرے پر اطمینان کے آثار پھیل گئے۔

”گڈ شو اس کا مطلب ہے کہ وہ بے آیا تھا، انہیں بہر حال ٹھیک ہے ہاؤ اور جا کر ان کی لاشوں کے پتے پتے ٹکڑے تلاش کرو۔ میں واپس اڈے میں جا رہا ہوں۔ ٹکڑے واپس لے آنا۔“ کرنل اباگر نے اس بار مطمئن لہجے میں کہا اور پھر ٹیلے کی کڑے لکھ کر تیز تیز قدم اٹھاتا جنوب کی طرف بڑھ گیا۔ اس کی جال میں گہرا اطمینان تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ان کی لاشوں کے ٹکڑے آنے کے بعد وہ براہ راست صدر مملکت کو کال کر کے سادی لپڈٹ دے گا۔ اور پھر صدر مملکت اسے یہودیوں کا قومی ہیرو قرار دینے میں کوئی ہچکچاہٹ ظاہر نہ کریں گے۔

عمران کے ساتھی سیلی کا پٹر کے عقی دروازے سے نیچے اتر کر سیلی کا پٹر کے صوبے میں موجود ٹیلوں کی آڑ میں چلے گئے تھے جب کہ عمران اس دوران سیلی کا پٹر کی عقی سائیڈ میں رک کر انتہائی اونچی آواز میں کرنل اباگر سے بات چیت میں مصروف تھا۔ اس کا نئے والے نے جس انداز میں اسے گولی مارنے کی کوشش کی تھی اس سے وہ سمجھ گیا تھا کہ کرنل اباگر اسے بطور غلط بھی ساتھ ہی ختم کرنا چاہتا ہے۔ اور وہ اس کی وجہ بھی سمجھ گیا تھا کیونکہ طلوع تعلق سیکرٹ سرکل سے تھا اس لئے اگر طلوع ختم نہ ہوا تو پھر کرنل اباگر کی اہمیت نہ بن سکے گی جب کہ طلوع کے خاتمے کے ساتھ ہی وہ اعلیٰ حکام کو یہ تاثر دے سکتا ہے کہ اس نے خود اپنی کوششوں سے ان کا خاتمہ کیا ہے۔ چونکہ کرنل اباگر خود سامنے نہ آ رہا تھا اس لئے عمران سمجھ گیا کہ اس نے ان کے خاتمے کے لئے پورے انتظامات کر رکھے ہوں گے۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے سارے ساتھیوں کو سیلی کا پٹر سے اتر کر عقی ٹیلوں کی پیچھے چھپنے کا کہا تھا

میں مشین گنیں نظر آ رہی تھیں لیکن وہ حقانہ تھے بلکہ بڑے اطمینان سے چلتے ہوئے آ رہے تھے۔ ان میں جانسن بھی شامل تھا۔

”میں جانسن کو پکڑتا ہوں جیسے ہی میں اسے چاہ لوں تم نے باقی افراد پر فائر کھول دینا ہے۔“ عمران نے کہا اور پھر تیزی سے ٹیلے کی اوٹ سے نکلا اور جھکے جھکے انداز میں دوڑتا ہوا ایک کے بعد دوسرے ٹیلے اور دوسرے کے بعد تیسرے ٹیلے کے پیچھے چھپ کر آگے بڑھتا رہا۔ اب سارے افراد اس دھانچے کے ارد گرد کے علاقے کو تاروں کی مدد سے چیک کر رہے تھے اور تارچوں کی روشنیوں سے عمران ان کی وقوفیگی کا اچھی طرح اندازہ کر رہا تھا۔ جانسن کا قد و قامت چونکہ باقی سب سے نمایاں تھا اس لئے وہ اسے ان سب میں پہچان سکتا تھا اور پھر وہ ایک ٹیلے کے پیچھے جا کر ٹرک گیا۔ وہاں سے وہ لوگ خالص قریب تھے۔

”یہاں تو انسانی جسم کا ایک ٹکڑا بھی نظر نہیں آ رہا۔“ ایک آدمی کی ہوا زسنائی دی۔

”ہاں بھی کمال کرتے ہیں۔ میزائل پڑنے کے بعد ان کی لاشیں کہاں مل سکتی ہیں وہ تو زناکھ ہو گئے ہوں گے۔“ ایک اور آواز سنائی دی۔

”ایک بھی ٹکڑہ مل جائے تو کام بن جائے گا۔ کم از کم ہاں تو مطمئن ہو جائے گا۔“ جانسن کی آواز سنائی دی اور عمران سکڑا دیا۔

”ہاں کو ساتھ لے آتا تھا جانسن تاکہ وہ خود دیکھ لیتا۔ اسے اوٹے میں کیوں بچھ دیا ہے۔“ ایک آدمی نے اونچی آواز میں کہا۔

”اب اسے میں کیسے روکتا۔“ جانسن نے جواب دیا اور اس

اور خود بھی ان کے ساتھ بخفی دروازے سے نیچے اتر گیا تھا۔ ہر طرف پھیلنا ہوا اندھیرا اس معاملے میں ان کی مدد کر رہا تھا اور پھر عمران تو سیلی کا پڑکی سا بڑک کر پہلے سے زیادہ اونچی آواز میں کرنل اباگر سے باتیں کرنے لگا تاکہ اس کے ساتھی مناسب جگہوں پر پہنچ جائیں اور کرنل اباگر کو بھی شک نہ ہو اور اس کے بعد وہ خود بھی پٹا اور انتہائی تیز رفتاری سے دوڑتا ہوا عین ٹیلوں میں گھس گیا۔

”عمران صاحب۔“ ایک ٹیلے کے پیچھے سے چوہان کی آواز سنائی دی۔

”اور دور چلو ہو سکتا ہے وہ سیلی کا پڑکوم سے اڑاؤں اس طرح، ہم خطرے کی زد میں آجائیں گے۔“ عمران نے اس ٹیلے کی طرف دھڑکتے ہوئے کہا اور خود بھی فامی تیز رفتاری سے ٹیلوں کی آڑ لیتا ہوا پیچھے کی طرف بھاگتا گیا۔ اس کے ساتھی جن میں طلحہ بھی موجود تھا اس کے پیچھے بھاگ رہے تھے اور ابھی وہ کچھ ہی دور گئے تھے کہ یکجہت ایک خوفناک دھماکے کے ساتھ ہی ان کے عقب میں تیز روشنی پھیل گئی اور وہ سب بے اختیار ٹیلوں کی اوٹ میں دھک گئے۔ فامی سیلی کا پڑکے پڑنے سے فضا میں اڑتے ہوئے کافی دُور دور تک پھیل گئے تھے۔ لیکن بہر حال وہ ان کی زد سے کچھ دور تھے اس لئے نفع گئے تھے۔ سیلی کا پڑکا دھانچہ آگ کے بڑے آواز کی طرح جل رہا تھا۔ اس کے ٹینکس میں موجود پٹرول کو آگ لگ گئی تھی۔ لیکن آہستہ آہستہ آگ مدہم پڑتی گئی۔ اور اب ہلکی روشنی باقی رہ گئی تھی۔ اس کے ساتھ ہی انہیں سات آٹھ آدمی مختلف ٹیلوں کے پیچھے سے نکل کر چلتے ہوئے سیلی کا پڑکی طرف بڑھتے دکھائی دیے۔ ان کے مقول



”ہو سکتا ہے فائرنگ کی آواز اس سے کوئی رد عمل ہو اس لئے مختلف ٹیلوں کی اوٹ لے لو۔ میں اس جاس کے پلوچے کو کرتا ہوں۔“ — عمران نے جاسن کو ریت پر پھینکتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھی تیزی سے ٹیلے کی اوٹ سے نکل کر ادھر ادھر پھیلنے چلے گئے۔

عمران نے جھک کر جاسن کے منہ اور ناک کو دونوں ہاتھوں سے بند کیا اور پھر جیسے ہی اس کے جسم میں اُسے حرکت کا احساس ہوا۔ اس نے ہاتھ علیحدہ کئے اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اس کی تیز نظریں جاسن پر جمی ہوئی تھیں۔ حرکت اب تیز ہوتی جا رہی تھی اور چند ٹیلوں بعد جاسن نے گرنا ہیستے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ اسی لمحے عمران نے ہیراٹھا کر اس کی گردن پر مخصوص انداز میں رکھا اور ساتھ ہی ٹانگ کو ہلکا سا موڑ دیا۔ جاسن کے حلق سے تیز چیخیں نکلنے لگیں۔ عمران آہستہ آہستہ ٹانگ کو موڑتا گیا اور پھر چیخیں کر رہوں میں تبدیل ہونے لگ گئیں۔ عمران نے ٹانگ کو ذرا سا واپس موڑا تو ڈوبتی ہوئی کراہیں زور پانے لگیں۔

”سنو جاسن میری ٹانگ کی معمولی سی حرکت تمہارا خاتمہ کر دے گی۔ اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو بتاؤ کہ نل باگ کہاں ہے۔“ — عمران نے غزائے ہوئے کہا۔

”اڈ۔ اڈ۔ اڈے میں۔ ون زیر اوٹے میں۔“ — جاسن کے حلق سے کراہوں کے ساتھ ساتھ ٹوٹے پھوٹے الفاظ بھی نکلنے لگے۔

”اڈے میں کہتے افراد ہیں بولو۔“ — عمران نے ٹانگ کو ذرا سا موڑتے ہوئے کہا۔

”چچ چیف کے ساتھ تین اوقاتی یہاں باہر ہیں۔“ — جاسن نے جواب

کے ساتھ ہی وہ روشن نارنجی گورڈش دیا ہوا اس ٹیلے کے قریب پہنچ گیا جس کے پلوچے عمران چھپا ہوا تھا۔ اس کے باقی ساتھی اس سے قریب سے دور تھے۔ عمران کے اعصاب تن گئے۔ وہ ٹیلے کی جڑ میں اکڑوں بیٹھا ہوا تھا اور جیسے ہی نارنجی روشنی آگے بڑھی اور جاسن کا جسم سائیکل پر آیا۔

لیکھنوت عمران کسی جھوکے چیتے کے انداز میں اس پر چھپٹ پڑا۔ اور ہلکے چپکنے میں وہ جاسن کو چھاپ کر واپس ٹیلے کی اوٹ میں ہو گیا۔ اس کا ایک ہاتھ پوری مضبوطی سے اس کے منہ پر جما ہوا تھا۔ جاسن غصے طاقتور جسم کا مالک تھا اس لئے عمران کو اسے قایم میں رکھنے کے لئے خامی جو وہ بہرہ کنی پڑ رہی تھی لیکن اسی لمحے مشین گول کی ریٹ ریٹ سے فضا گونج اٹھی۔

اور ریٹ ریٹ کی ان آوازوں میں انسانی چیخیں بھی شامل ہو گئیں۔ اس کے ساتھیوں نے جاسن کو چھاپ لینے کے بعد اس کی ہدایت کے مطابق باقی افراد ریفائر کھول دیا تھا۔ سات آٹھ افراد ہلکے جھپکنے میں ختم ہو گئے۔ چونکہ انہیں اپنے پر ہونے والی فائرنگ کی معمولی سی توقع بھی نہ تھی اس لئے ان میں سے کوئی بھی کسی ٹیلے کی آڑ نہ لے سکا۔ ان سب افراد کے مرتے

ہی عمران نے ایک زوردار جھٹکا اپنے ہاتھوں میں پھرتے ہوئے جاسن کو دیا۔ اس نے جھٹکا دینے سے پہلے اس کے منہ سے ہاتھ ہٹا کر سر پر رکھ لیا تھا۔ منہ سے ہاتھ ہٹنے کی وجہ سے جاسن کے حلق سے ایک زوردار چیخ نکلنے لگی اور دوسرے لمحے اس کا پھر گنا، ہوا جسم ڈھیل پڑ گیا۔ عمران نے اس کے جسم کو سنبھالا اور پھر کاغذ سے پر لاد کر وہ تیزی سے ان ٹیلوں کی طرف دوڑ پڑا جس کے پلوچے اس کے ساتھی موجود تھے۔ چند ٹیلوں میں ہی وہ وہاں تک پہنچ گیا۔ وہ سب ایک ہی ٹیلے کے پلوچے آگے ہوئے موجود تھے۔

دیا لیکن اب اس کی حالت پہلے سے زیادہ خراب ششوں پروری تھی۔  
 ”اڈہ کہاں ہے جلدی بولو“ — عمران نے ٹانگ کو اور زیادہ دھڑکتے  
 ہوئے کہا لیکن اسی لمحے جانسن کے حلق سے خرخراہٹ کی آواز نکلی۔  
 عمران نے یہ آواز سننے ہی تیزی سے ٹانگ کو واپس موڑا لیکن جانسن  
 کی گردن دھچک چکی تھی۔ وہ ختم ہو گیا تھا اور عمران کے حلق سے ایک طویل  
 سانس نکل گیا۔ جانسن غلط موقع پر مرا تھا۔ اب اڈہ ڈھونڈنے کا مسئلہ  
 باقی رہ گیا تھا۔ عمران نے اس کی گردن سے پیر بٹایا اور ساتھ ہی اس  
 نے اپنے ساتھیوں کو بلانے کے لئے ہاتھ سر سے بلند کر کے تقصیریں انداز میں  
 لہرایا۔ دوسرے لمحے اس کے ساتھی دوڑتے ہوئے اس کے قریب پہنچ گئے  
 ”یہ اڈہ بتانے سے پہلے ہی مر گیا ہے۔ اس لئے اب یہی ہو سکتا ہے  
 کہ ہم اور حرا دھر چھپ کر بیٹھ جائیں جب یہ لوگ واپس اڈے میں نہ پہنچیں  
 گے تو پھر لازماً اڈے میں سے کوئی نہ کوئی شخص ان کا پتہ کرنے  
 باہر آئے گا۔ اس وقت اُسے قابو کر کے اڈے کا پتہ چلا جا سکتا ہے“  
 — عمران نے کہا اور سب ساتھیوں نے سر ہلا دیئے اور پھر عمران  
 کی ہدایت کے مطابق عثمان جامیری اور طہر جو عمران کے میک آپ میں تھا۔  
 شمال کی طرف ایک ٹیلے کے پیچھے چوہان اور خاور خوزب کی طرف ایک  
 بٹے سے ٹیلے کے پیچھے اور خود عمران اس ٹیلے جہاں جانسن کی لاش پڑی تھی،  
 ذرا ہٹ کر ایک اور ٹیلے کی اوٹ میں بٹھ گیا۔ ان سب نے جھنجھنے سے  
 پہلے ان مرنے والوں کی ششیں گول پر بھی قبضہ کر لیا تھا تاکہ میگزین اگر ختم ہو  
 جاتے تو ان ششیں گول کو استعمال کیا جاسکے۔ ابھی انہیں چھپے ہوئے دس منٹ  
 ہی گزرے ہوں گے کہ لیکھت عمران کو ایسے ششوں ہما بیٹھے اس کے سر کے

اور کوئی ہلکا سا دھماکا ہوا ہو۔ اس نے بے اختیار سر اوپر کو اٹھایا ہی تھا  
 کہ لیکھت تارنجی رنگ کی تیز روشنی کی لہر اس کے جسم پر دھار کی صورت  
 میں پڑی اور اس کے ساتھ ہی عمران کا ذہن تاریکی کی دلدل میں ڈوبنا چلا  
 گیا پھر جس طرح گھپ اندھیرے میں کہیں جگنو چمکتا ہے اسی طرح عمران  
 کے ذہن پر چمکتے ہوئے اندھیرے میں روشنی کا ایک نقطہ چمکا اور پھر یہ  
 نقطہ تیزی سے پھیلنے لگا گیا اور چند لمحوں بعد ہی عمران کی آنکھیں کھل گئیں  
 اس کے منہ سے خود بخود کراہی نکل گئی تھی لیکن اس کا شعور ابھی تک پاؤی  
 طرح نہ جاگ رہا تھا پھر بیٹھے بکلی کا جھماکا ہوا ہے اس طرح اس کے ذہن  
 میں بھی روشنی کا تیز جھماکا ہوا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن میں وہ نظر  
 ابا گر ہو گیا جب اس نے سر اونچا کیا تھا اور تاریکی رنگ کی روشنی کی جھار  
 اس کے جسم پر پڑی تھی اور اس کے ساتھ ہی اُسے اب موجودہ ماحول کا پاؤی  
 طرح اور اک بھی ہو گیا تھا۔ اس نے دیکھا کہ وہ ایک پتھر کی چیت کے ٹپے  
 سے کمرے میں ایک ستون کے ساتھ کرسیوں سے بندھا ہوا کھڑا ہے کمرے  
 میں دس ہزار ستون تھے۔ ان میں سے چار اور ستونوں کے ساتھ اس کے  
 ساتھی بھی اسی طرح بندھے ہوئے کھڑے تھے اور ایک نوجوان سب سے  
 آخر میں کھڑے عثمان جامیری کے ہانڈوں کوئی آنکھشن لگا رہا تھا۔ کمرے  
 میں سامنے دیوار کے ساتھ دو لوہے کی کرسیاں پڑی تھیں لیکن وہ خالی تھیں  
 وہ نوجوان عثمان جامیری کو آنکھشن لگا رہا تھا اور پھر تیز قدم اٹھا کر سامنے دیوار  
 میں موجود دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازہ لوہے کا تھا جو کھلا ہوا تھا اور  
 اس نوجوان نے بھی جلتے ہوئے بندہ کیا تھا۔ عمران نے فوراً ہی اپنے ہاتھوں  
 میں موجود دبلڈوں کو رسیوں پر آزمائے کی کوشش شروع کر دی۔ لیکن دوسرے

”تم کرنل باگرو“ — عمران نے طلحہ کے بلجے میں کہا اور ادھیڑ ٹھہر کر کوئی نے چونک کر عمران کی طرف دیکھا۔ دوسرے لمحے اس کی آنکھوں سے شدید نفرت جھلکنے لگی۔

”تم — مسلمان تم نے آخر کار غداری کی۔ میں تمہاری بوٹیاں فوج ڈالوں گا۔“ کرنل باگرو نے انتہائی نفرت بھرے بلجے میں پھنکار دیتے ہوئے کہا۔  
”صرف مسلمان ہونا تو غداری کی دلیل نہیں ہے کرنل باگرو۔ اگر میں غدار ہوتا تو پھر میں سیکرٹ سرکل کے چیف کو ان لوگوں کے بارے میں اطلاع کیوں دیتا اور ان کی واپسی کے بعد تمہیں خود کال کیوں کرتا اور پھر تمہیں کہنے پر انہیں پہلی کا پٹر پر لے کر یہاں کیوں آتا۔ دھوکہ تو تم نے دیا کہ اپنے آدمی کے ہاتھوں سب سے پہلے تجھے مروانے کی کوشش کی تاکہ تم اعلیٰ حکام کو کہہ سکو کہ ان ایجنٹوں کو تم نے اپنی کوششوں سے پکڑا ہے تاکہ تمام انعام و اکرام تم خود حاصل کر لو اور میرے حصے میں موت آئے۔ میں نہیں بتاؤں کرنل باگرو کہ پہلی کا پٹر اڑانے سے پہلے میں نے چیف آف سیکرٹ سرکل سے بات کی تھی اور میں نے انہیں ساری تفصیل بتا دی تھی۔ انہوں نے تجھے کہا تھا کہ میں بے فکر ہو کر ان لوگوں کو واپس لے جاؤں وہ فوراً صدر مملکت سے بات کرتے ہیں اور صدر مملکت لازماً تجھے کثیر انعام و اکرام دیں گے۔ اب اگر تم نے تجھے مارا تو پھر صدر مملکت پر یہ ثابت ہو جائے گا کہ تم نے ایک ایسے ایجنٹ کو اپنی انانک فاطر مار دیا ہے جو یہودیوں کے لئے انتہائی اہم کام کر رہا تھا“ — عمران نے انتہائی سنجیدہ بلجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”بلکہ اس مدت کو اب تم تجھے چکر دینے کی کوشش کر رہے ہو۔ تجھے

لحے پر محسوس کر کے اس کے حلق سے ایک طویل سانس نکل گیا کہ اس کے دونوں ہاتھوں کو ستون کے ساتھ رکھ کر پوری کلائی پر اس طرح رسیاں باندھی گئی تھیں کہ وہ کسی طرح بھی ناخنوں کو رسیوں تک نہ پہنچا سکتا تھا اور نہ صرف بازو بلکہ اس کا پورا جسم گردن سے لے کر پیر تک ستون کے ساتھ اس طرح رسیوں سے باندھا گیا تھا کہ جیسے وہ رسیوں کے حوالے میں پھنسا ہوا تھا۔ اس نے اپنے جسم کو حرکت دینے کی کوشش کی لیکن رسیاں واقعی اس جہاز سے باندھی گئی تھیں کہ جسم معمولی سی حرکت کرنے سے بھی قاصر تھا۔ اسی لمحے اس کے قریب ہی ستون سے بندھے ہوئے جوان اور غادر کی کراہی گونجی اور پھر طلحہ اور سب سے آخر میں عثمان جاوید کی کہانے ہوتے ہوش میں آگئے۔ وہ سب حیرت سے ادھر ادھر دیکھ رہے تھے لیکن اس سے پہلے کہ ان کے درمیان کوئی بات ہوئی کھلے دروازے سے ایک ادھیڑ ٹھہر مگر قابل رشک صحت کا ملک آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں رولر ہوا تھا جب کہ اس کے پیچھے وہی نوجوان تھا جس نے جہیں انجکشن لگاتے تھے۔ اس کے ہاتھ میں مشین گن تھی۔

”ہونہر تو تمہیں ہوش آگیا۔ تم نے میرے بہترین ساتھیوں کو کیڑے مکوڑوں کی طرح مار دیا ہے اس لئے میرا جی تو بھیاں تھا کہ تمہیں بھی وہیں زندہ دفن کر دوں لیکن میں نے تمہیں یہاں اس لئے بلوایا ہے کہ میں تمہیں عبرت تک موت ماروں۔ اسی موت کہ تمہاری روح بسک بسک کر تمہارے جسموں سے باہر نکلے“ — اس ادھیڑ ٹھہر آدمی نے آگے بڑھ کر انتہائی کرسنت بلجے میں عمران اور اس کے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

ہے کیونکہ بظاہر اس کی بات کا کوئی سر پر نظر نہ آ رہا تھا۔ بس صرف اتنا ہوا تھا کہ وہ عمران پر فخر کھولنے سے وقتی طور پر رک گیا تھا لیکن اس سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا تھا۔ ظاہر ہے خاور بھی اسی طرح رسیوں کے جال میں بندھا ہوا تھا جس طرح عمران۔ اور اگر عمران حرکت نہ کر سکتا تھا تو پھر خاور کیا کر لیتا۔

”ہو نہ اس کا مطلب ہے کہ تم واقعی عقل سے پیدل ہو۔ اوص او میرے قریب نائسنس، ڈیم فول“ — خاور نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا لیکن اس کی آواز میں عجیب سا وقار ابھرا تھا۔ اور کرنل باہر کا چہرہ خاور کی اس بات سے حیرت کی شدت سے بگڑ سا گیا۔ وہ ہونٹ کاٹتا ہوا آگے بڑھا اور پھر خاور کے قریب جا کر کھڑا گیا۔

”میری باتیں کلائی پر پتی کے اوپر دیکھو! حق آدمی کیا اونٹ کی طرح منہ اٹھائے کھڑے ہو“ — خاور کا آج بالکل اسی طرح غصیلے مگر بولندہ

صوت تھا۔ ”تم سو کون منہ سے بولو“ — کرنل اباجر نے اس بار تذبذب بھرے لہجے میں کہا۔

”جو میں کہہ رہا ہوں وہ کروان لوگوں کے سامنے مت پوچھو“ — خاور نے کاٹ کھائے والے لہجے میں کہا۔

”جیگر“ — کرنل اباجر نے ہونٹ کاٹتے ہوئے مڑکر دروازے کے ساتھ کھڑے اس نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا۔ جس نے انہیں انجکشن لگائے تھے اور اب ہاتھ میں مشین گن اٹھائے خاموش کھڑا تھا۔

”ایس ہاس“ — جیگر نے چونک کر کہا۔

کرنل اباجر کو۔ اگر تم غدار نہ ہوتے تو یہ لوگ پہلی کا پٹر سے اتر کر پیچھے کیے پہنچ جاتے اور میرے ساتھیوں کو کیسے مار ڈالتے۔ تم ان سے ملے ہو تے ہو۔ تم ان کے ساتھی بن گئے ہو۔ تمہیں انہوں نے زیادہ دولت کا لالچ دے دیا ہوگا۔ سنو اگر تم نے چیف آف سیکورٹ سرکل سے بات کی ہوتی اور انہوں نے صدر سے بات کی ہوتی تو اب تک ان کی کال آچکی ہوتی۔ ان ہائیکمانی انجمنوں کے خاتمے کے لئے تو یہ سارا جال پھیلایا گیا تھا اور صدر ملکیت نے اس مشن کا کنٹرول براہ راست اپنے ہاتھ میں رکھا تھا اب میں تمہیں ان سے بھی پہلے ماروں گا۔“ — کرنل اباجر نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا اور ساتھی ہاتھ میں موجود رولر اور عمران کی طرف سیدھا کر لیا۔ اس کے چہرے پر یکلخت سفاکی پھیل گئی تھی۔

”کرنل اباجر کیا تم واقعی اس قدر حق ہو یا تمہارا سامان چل گیا ہے“ — اچانک سترن سے بندھے ہوئے خاور نے انتہائی غصیلے انداز میں چیختے ہوئے کہا اور کرنل اباجر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

”کیا بھو اس کر رہے ہو تم“ — کرنل اباجر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”میں بھواس نہیں کر رہا حق آدمی۔ کیا تم نے مجھے اب تک نہیں پہچانا“ — خاور کا لہجہ کاٹ کھائے والا تھا۔

”نہیں پہچانا کیا مطلب کیا کہنا چاہتے ہو تم“ — کرنل اباجر کے لہجے میں حیرت تھی۔ اس کا رولر والا ہاتھ خود بخود نیچے ہو گیا تھا اور اب وہ غور سے خاور کو دیکھ رہا تھا۔

عمران بھی حیران تھا کہ یکلخت خاور نے یہ پچھسی ہی بات کیوں کر دی

”اوصرو“ — کرنل اباگر نے تیز باجے میں کہا اور جیگر تیز تیز قدم اٹھاتا اس کے قریب پہنچ گیا۔

”اس کی رسیاں اس انداز میں کھولو کہ صرف اس کی بائیں کلائی ہی آزاد ہو سکے“ — کرنل اباگر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”یس ہاس“ — جیگر نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور مشین گن کا منہ سے اٹکا کر اس نے رسیوں کی مختلف گانٹھیں کھولنی شروع کر دیں اور دانتی اس نے حیرت انگیز طور پر اس طرح گانٹھیں کھولیں کہ صرف خاور کے بائیں بازو پر موجود رسیاں دھیل پڑ گئیں اور جیگر نے رسیوں کو ایک طرف کھینچ کر خاور کا بایاں بازو باہر نکال دیا۔ اب خاور کا بایاں بازو رسیوں کی بندش سے آزاد ہو چکا تھا۔ لیکن کرنل اباگر اس دوران دو قدم ہسٹ کر پیچھے ہو گیا تھا۔

”اس کی کلائی ہمیں تک ننگی کرو“ — کرنل اباگر نے کہا۔

”اوہ یو نائنس۔“ ڈیم فول میں کہہ رہا ہوں کہ خود دیکھو۔ پھر تم۔“ خاور نے اس طرح دانت پیستے ہوئے اور سخت باجے میں کہا جیسے اس کا بس نہ چل رہا ہو کہ وہ کرنل اباگر جیسے احمق کوئی کی گردن مروڑ دے۔

”جو نہہ بنائے کیا مصیبت ہو تم۔“ جیگر پیچھے ہٹا اور سنو مشین گن اس کی طرف سیدھی کر لو۔ اگر یہ ذرا بھی غلط حرکت کرے تو گولیوں سے اڑا دینا۔“

کرنل اباگر نے جیگر سے کہا اور جیگر سر ہلانا ہوا پیچھے ہٹا اور چند قدم دوڑ کھڑے ہو کر اس نے کاندھے سے اٹکی ہوئی مشین گن ہاتھ میں لے کر اسے خاور کی طرف سیدھا کر لیا اور بڑے چونکا انداز میں کھڑا ہو گیا۔

کرنل اباگر نے ریلواری جیب میں ڈالا اور پھر ہونٹ بھینچے ہوئے خاور کی طرف بڑھا کر سے پر گر اسکوٹ طاری تھا۔ عمر ان۔ جو ہان۔ طلحہ اور عثمان جامیری چاروں کی انگلیں خاور اور کرنل اباگر پر جچی ہوئی تھیں۔

کرنل اباگر نے قریب آکر خاور کی جیب مشرٹ کو اوپر کرنا چاہا۔ لیکن ظاہر ہے بازو اس قدر تنگ تھا کہ پوری طرح اوپر نہ جسا رہا تھا۔

”اوہ اوہ کیا مصیبت ہے۔ اس قدر خوفزدہ ہونے والے ہو تم۔“ اس چڑا کے بچے کو بلاؤ اور بل کر بازو اوپر کرو نائنس۔“ خاور نے ایک بار پھر پیٹلے کی طرح دانت پیستے ہوئے کہا اس کی آنکھوں سے غصے کی شدت سے شعلے سے نکل رہے تھے اور کرنل اباگر جیسے ہی جیگر کی طرف مڑا خاور کا وہ بازو حرکت میں آیا اور دوسرے لمحے کرنل اباگر کی جیب سے ریلواری نکل کر خاور کے ہاتھ میں اس طرح پہنچ گیا جیسے کوئی ماہر سیب تراش اپنے کمال فن کا مظاہرہ کرتے ہوئے کسی کی جیب کاٹتا ہے لیکن جیگر نے شاید خاور کو ایسا کرنے دیکھ لیا۔

”بائیں ریلواری۔“ جیگر نے چیخ کر کہا مگر دوسرے لمحے دھماکہ ہوا اور جیگر چیخ مار کر گریخت کے بل پیچھے جاگرا۔ مشین گن اس کے ماتھوں سے نکل کر دور جاگری۔ کرنل اباگر چیختا ہوا مڑا ہی تھا کہ خاور کا وہی ماتھ لڑی قوت سے نیم دائرے کی صورت میں گھوما اور دوسرے لمحے کرنل اباگر بھی چیختا ہوا اچھلا اور پہلو کے بل فرش پر جاگرا۔ ریلواری کی نال کا ہرا پوری قوت سے اس کی کنٹینٹی پر پڑا تھا۔ یہ ضرب اس قدر شدید تھی کہ قابل رشک صحت کے مالک کرنل اباگر کے لئے یہی ایک ہی ضرب

کافی ہوئی تھی وہ ایک لمحے کے لئے گر کر تڑپا اور پھر ساکت ہو گیا۔  
 اودھ دین ڈن خاور۔ تم نے واقعی کمال کر دیا۔ دین ڈن۔  
 بے اختیار عمران کے منہ سے نکلا اور خاور مسکرا دیا۔ اس نے جلدی سے  
 ریلوے کی گال کو منہ میں پکڑا۔ اور خالی ہاتھ سے اس نے جلدی سے چلی  
 رسیوں کو ایک زوردار جھٹکے سے اس طرح کھینچا کہ اس کا دوسرا بازو بھی  
 چند ہی لمحوں بعد آزاد ہو گیا اور پھر اس کے لئے رسیوں سے آزادی کوئی  
 مسئلہ نہ رہی تھی۔ رسیوں کی گرفت سے باہر آنے ہی وہ بجلی کی سی تیزی  
 سے جیسگر کی گری ہوئی مشین گن کی طرف لپکا اور اس نے  
 اُسے اٹھا کر سب سے پہلے اپنے کا ندھے سے لٹکایا اور پھر دوڑتا ہوا  
 وہ عمران کے عقب میں آیا۔ اور چند لمحوں بعد عمران بھی رسیوں کی گرفت  
 سے آزاد ہو چکا تھا۔  
 ”ریلوے اور تجھے وہ اور تم دوسرے ساتھیوں کو کھولو اور اس کرنل کا بھی  
 خیال رکھنا میں باہر دیکھتا ہوں۔“ عمران نے تیز لہجے میں کہا اور خاور  
 نے جیب میں رکھا ہوا ریلوے کی گال کو عمران کے ہاتھ میں دیا اور خود وہ  
 چوہان کی طرف بڑھ گیا جب کہ عمران تیز تیز قدم اٹھاتا ہیروئی ڈروائے  
 کی طرف چل پڑا۔  
 ”تم نے واقعی آج ذمہ داری کا حیرت انگیز مظاہرہ کیا ہے خاور۔“  
 چوہان نے مسکراتے ہوئے کہا۔  
 ”بس اچانک ہی میرے ذہن میں یہ پلاننگ آگئی تھی۔ مسئلہ صرف  
 اس کرنل ابگر کو کھلانا تھا۔ اور وہ میرے قریب میں آگیا۔“ خاور  
 نے چوہان کی رسیاں کھولتے ہوئے کہا۔

”آج مجھے اندازہ ہوا ہے کہ ذمہ داری کسے کہتے ہیں کمال ہے۔ اس قدر  
 خوبصورت اور جامع پلاننگ کا تو میں تصور بھی نہ کر سکتا تھا۔“  
 عثمان جاویری نے بھی حسین آمینز لہجے میں کہا اور خاور مسکرا دیا۔  
 ”جب کہ میں سوچ رہا ہوں کہ یہ لوگ اس دنیا کے تو انسان نہیں  
 ہیں میری تو ہوش میں آنے کے بعد خوف ہے ہی آدھی جان سوکھ گئی  
 تھی کہ اب موت سے ہمیں کوئی نہیں بچا سکتا مگر اب کیا کہوں مجھے تو  
 ابھی تک یقین نہیں آ رہا کہ ایسی سچویشن میں ایسا بھی ہو سکتا ہے۔“  
 عمران کے روپ میں ظلم نے کہا اور خاور بے اختیار ہنس دیا۔  
 متوڑی دیر بعد وہ سب آزاد ہو چکے تھے۔ جیسگر کو ہلاک ہو چکا تھا،  
 البتہ کرنل ابگر اسی طرح بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ خاور نے رسیاں لے کر اس  
 کے ہاتھ اور پیر باندھے اور پھر اُسے چوہان کی مدد سے ایک استون کے  
 ساتھ باندھ دیا۔ اُسی لمحے عمران اندر داخل ہوا۔  
 ”باہر دو آدمی موجود تھے وہ تو ختم ہو گئے۔ ویسے یہ خاصا بڑا اڈہ ہے  
 یہاں جدید ترین قسم کی مشینری فٹ ہے۔“ عمران نے اندر آتے  
 ہوئے کہا۔  
 ”اس مشینری کی مدد سے تو اس نے ہمیں یہاں سے نہ صرف ٹپس کر لیا۔  
 بلکہ ہمیں بے ہوش بھی کر دیا۔“ چوہان نے کہا اور عمران اثبات میں  
 سر ہلاتا ہوا استون سے بندھے کرنل ابگر کی طرف بڑھ گیا۔ مشین گن اس  
 کے کا ندھے سے لٹکی ہوئی تھی۔ کرنل ابگر کے قریب پہنچ کر اس نے  
 جیب سے ایک تیز دھار خنجر نکال لیا لیکن دوسرے لمحے اس نے خنجر  
 واپس جیب میں رکھا اور اپنے ساتھیوں کی طرف مڑ گیا۔

نہیں ہے۔ ابھی عمران ان کا خذول کو دیکھ ہی رہا تھا کہ خاور کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک فائل تھی۔

”عمران صاحب۔ اس فائل میں ڈیزرٹ کا منڈوڑ کے سبب اڈول کی پوری تفصیل موجود ہے۔“ خاور نے فائل عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”یہ تو میں نے پہلے چیک کر لی تھی مجھے تو یہ بات ڈری کے بارے میں تفصیل چاہیے۔ اگر ہم ان اڈول کے چکر میں پھنسے رہیں تو پھر لہار ٹری کی طرف کیسے بڑھیں گے۔ ہمارا اصل ٹارگٹ تو لہار ٹری ہی ہے۔“

عمران نے کہا اور خاور سر ہلاتا ہوا واپس مڑ گیا۔ عمران ایک بار کھڑک کا خذول کی چیکنگ میں مصروف ہو گیا۔ ابھی وہ کا خذول کو دیکھ ہی رہا تھا کہ ٹینک میں مشین کی سائیڈ پر موجود ایک بلب جل اٹھا۔ اس کے ساتھ ہی مشین کے اس حصے سے ٹول ٹول کی آوازیں نکلنے لگیں۔ عمران نے جھنک کر مشین کے اس حصے کو دیکھا اور پھر ہاتھ بڑھا کر اس نے ایک بن آن کر دیا۔

”ہیلو ہیلو راڈی کا لنگ فزماں ہیڈ کو آر ٹر اور۔“ مشین میں سے ایک کرخت سی آواز نکلی۔

”یس کرئل اب اگر انڈنگ یو اور۔“ عمران کے حلق سے کرئل اب اگر کی آواز نکلی۔

”باس صدر ملکیت کی کال ہے آپ کے تے میں کنکٹ کر رہا ہوں اور۔“ دوسری طرف سے راڈی نے کہا اور چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اسرائیل کے صدر کی باوقار اور بھاری آواز سنائی دی۔

”ہیلو پریذیڈنٹ کانگ اور۔“ اور عمران اسرائیل کے صدر

”چوہان اور طلحہ یہاں رہیں گے۔ اسے ہوش میں لانے سے پہلے میں کچھ ضروری کوالف حاصل کر لینا چاہتا ہوں۔ اگر میری داپہی تک یہ ہوش میں آجائے تو خیال رکھنا کہ آواز نہ سمجھنے پائے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور چوہان نے بھی مسکراتے ہوئے سر ہلا دیا۔

عمران عثمان جامیری اور خاور کے ساتھ اس کمرے سے باہر آیا۔ باہر ایک راہداری تھی جس کا اختتام ایک اور بڑے ہال نما کمرے میں ہوتا تھا اور جب وہ اس کمرے میں داخل ہوئے تو عثمان جامیری اور خاور دونوں یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اس ہال نما کمرے میں دیواروں کے ساتھ سی عجیب و غریب قسم کی مشینیں نصب تھیں۔ ان میں سے دو مشینوں کے سامنے دو افراد فرش پر مردہ پڑے ہوئے تھے۔ ایک سائیڈ پر پار بڑی بڑی الماریاں بھی موجود تھیں۔ اور شمال کی طرف ایک اور چھوٹا کمرہ موجود تھا۔ شیشے کی دیواروں سے اسے ہال سے جدا کیا گیا تھا۔

”تم ان الماریوں کی تلاشی لو۔ ہم نے لہار ٹری کے متعلق تفصیلات معلوم کرنی ہیں۔ میں ادھر اس شیشے والے کمرے کو چیک کرتا ہوں۔“

عمران نے عثمان جامیری اور خاور سے مخاطب ہو کر کہا اور خود وہ اس شیشے کے پارٹیشن والے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

اس میں سائیڈ کی دیوار کے ساتھ ایک بڑی سی مشین نصب تھی جس کے سامنے میز اور اس کے پیچھے دو کرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔ عمران نے کرسی کھسکائی اور اس پر بیٹھ کر اس نے میز کی سائیڈ پر موجود ایک دروازہ کھولی اور اس میں موجود کا خذول کو باہر نکال کر دیکھنے لگا۔ یہ کا خذول مختلف پلوٹوں پر مبنی تھے۔ جن میں صرف ہی درج تھا کہ کوئی خلاف معمول بات





ہی بکھنٹ ٹرانسمیٹر کا بلب بجھ گیا اور وہ مکمل طور پر آف ہو گیا۔ عمران نے ہاتھ بڑھا کر اس کا بیٹن آف کر دیا لیکن چند لمحوں بعد ہی ٹرانسمیٹر کا بلب ایک بار پھر جل اٹھا اور ٹرانسمیٹر سے ٹول ٹول کی آوازیں نکلنے لگیں۔ عمران نے ہاتھ بڑھا کر اس کا بیٹن آف کر دیا۔  
 ”ہیلو باس میں راڈنی بول رہا ہوں جناب فیلڈ لائن پر ہیں اور“  
 راڈنی کی آواز سنائی دی۔

”ٹھیک ہے بات کراؤ اور“ عمران نے کہا اور پھر چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے ایک اور آواز اُبھری۔  
 ”ہیلو کنٹرل اگر فیلڈ بول رہا ہوں کیا بات ہے کیسے کال کی ہے۔ اور“  
 بولنے والے کے بلےجے میں ہلکا سا تحیر موجود تھا۔  
 ”فیلڈ امی امی صدر مملکت کی کال کھنی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ تمہیں بھی خطرے سے آگاہ کر دیا جائے اس لئے کال کی ہے اور“  
 عمران نے کنٹرل ہاگ کے بلےجے میں کہا۔

”کیسا خطرہ اور“ فیلڈ نے چونک کر پوچھا اور عمران نے وہی باتیں دوہرا دیں جو اس سے پہلے صدر مملکت سے ہوئی تھیں۔  
 ”اوہ اس کا مطلب ہے کہ جن لوگوں سے چہانے کے لئے صدر مملکت نے اس قدر رازداری برتی وہ آخر کار پتہ چل گئے۔ ویسے کمال ہے کہ اس قدر رازداری کے باوجود انہیں یہاں کا پتہ کیسے چلا اور“ فیلڈ کے بلےجے میں یقین نہ آنے والی حیرت تھی۔

”ہاں اسی لئے تو صدر صاحب نے ہر لحاظ سے ہوشیار رہنے کا کہا ہے۔ دیلے ڈاکٹر ورنائی کی کیا پوزیشن ہے۔ اور“ عمران نے پوچھا۔

رہنا۔ جیسے ہی یہ لوگ باہر آئیں ایک لمحہ خالق کے بغیر ان پر فائر کھول دینا۔ اور“  
 صدر مملکت نے انتہائی سخت بلےجے میں کہا۔  
 ”یس سر۔ میں پوری طرح غیظ ہوں اور“ عمران نے جواب دیا۔  
 ”جیسے ہی کوئی اہم واقعہ ہو مجھے رپورٹ دینا۔ میں تمہیں مخصوص فریکوئنسی بتا دیتا ہوں۔ اور“  
 صدر مملکت نے کہا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے ایک مخصوص فریکوئنسی بتا دی۔

”یس سر۔ اور“ عمران نے جواب دیا۔  
 ”اور سٹو لیبارٹری کے سیکورٹی انچارج فیلڈ کو بھی ہوشیار رہنے کا کہہ دو کیونکہ ان شیڈولوں سے کچھ بعید نہیں ہے کہ تم ان کے انتظار میں بیٹھے رہو اور وہ اچانک لیبارٹری میں کس جائیں اور ورائینڈ آئل“  
 دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر پر خاموشی طاری ہو گئی۔ لیکن چونکہ اس کا بلب جل رہا تھا اس لئے وہ سمجھ گیا تھا کہ ڈیزلٹ مکائنڈوز کے ہیڈ کوارٹر سے ابھی رابطہ قائم ہے۔

”ہیلو باس۔ کیا آپ لائن پر ہیں۔ اور“ چند لمحوں بعد ہی راڈنی کی آواز گونجی۔

”ہاں سنو۔ لیبارٹری سیکورٹی انچارج فیلڈ سے کال ملا کر اس کی تجھ سے بات کراؤ اور“ عمران نے اس بار انتہائی سنجیدہ بلےجے میں کہا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یہ راڈنی لازماً اس کی اور صدر کے درمیان ہونے والی گفتگو سن رہا ہو گا۔

”یس باس اور“ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ

گئے۔ کیونکہ ڈاکٹر درانی لو بلڈ پریشر کا مریض ہے۔ اور ”عمر ان نے کہا۔

”اوہ تمہیں کیسے پتہ چلا کہ وہ لو بلڈ پریشر کا مریض ہے۔ اوہ اچھا اچھا تم نے اُسے آبدوز سے لے کر لیبارٹری تک پہنچانے کے درمیان چیک کیا ہو گا لیکن یہاں اس کا باقاعدہ میڈیکل ٹیسٹ ہوا ہے۔ میڈیکل ٹیسٹ نے ایسی کسی بیماری کی نشان دہی نہیں کی اور ”فیلڈ نے خود ہی پہلے سوال کیا اور پھر خود ہی جواب دے کر تفصیل بھی بتادی۔

”فیلڈ۔ میڈیکل ٹیسٹ نے تو ابس کے متعلق بھی بتانا تھا۔ کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ اس کی جیب میں ایک شیشی کلوز ڈرین ٹی گولی لگی تھی۔ میری اس سے بات بھی ہوئی۔ کلوز ڈرین کے متعلق اچھی طرح جانتا ہوں۔ اس دوائی کی ایک خوراک ایک سال تک کام چلتی ہے اور اس دوران کوئی میڈیکل ٹیسٹ بیماری کو ظاہر نہیں کرتا۔ میرے پوچھنے پر ڈاکٹر درانی نے بتایا تھا کہ وہ جس لیبارٹری میں کام کرتے ہیں اس کے انچارج سرداور ہیں۔ وہ ایسے معاملات میں انتہائی با اصول اور سچے لچک آدمی ہیں وہ ہر ماہ لیبارٹری میں موجود اپنے سمیت ہر شخص کا میڈیکل ٹیسٹ کراتے ہیں اور اگر کوئی بیماری ظاہر ہو جاتے تو اس آدمی کی لیبارٹری سے اس وقت تک چھٹی ہو جاتی ہے جب تک کہ وہ بیماری ختم نہ ہو جاتے اس لئے اپنے آپ کو میڈیکل ٹیسٹ سے بچانے کے لئے انہیں کلینک میں استعمال کرنی پڑتی ہے چونکہ اس کی خوراک کا وقت عین اس روز تھا، جس روز انہیں اغما کیا گیا تھا اس لئے شیشی ان کی جیب میں نہ تھی اور ”

”اوہ ڈاکٹر درانی بے حد فہمی آدمی ہیں۔ انتہا سے زیادہ۔ وہ کسی طرح بھی کسانوں پر آمادہ نہیں ہو رہے۔ ان پر زیادہ تشدد بھی نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس طرح ان کے ذہن کے ہیکار ہونے کا خدشہ ہے۔ اس لئے فی الحال تو ہم ان پر زیادہ سختی نہیں کر رہے۔ البتہ ہم نے انہیں جی۔ ایس۔ ون کی سنگل ڈوز روزانہ دینا شروع کر دی ہے۔ ایک ماہ بعد ان کی قوت ارادی بالکل ختم ہو جائے گی۔ اس کے بعد وہ لڑکا ہمارے کام پر آمادہ ہو جائیگا اور ”فیلڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کتنے دن ہوئے ہیں ڈوز دیتے ہوئے اور ”عمر ان نے پوچھا۔

”تیس روز ہے۔ تین روز پہلے ہی یہ فیصلہ کیا گیا تھا اور ”فیلڈ

نے جواب دیا۔  
”ویسے اگر تم بڑا نہ مانو تو ایک مشورہ دو اور ”عمر ان نے کہا۔

”کیا مشورہ۔ اور ”فیلڈ نے چونک کر پوچھا۔  
”میں ایک الباطنیہ جانتا ہوں کہ صرف چند غول میں اس ڈاکٹر درانی کو تعینات کر سکتا ہوں ایک مخصوص نفسیاتی طریقہ ہے اور میں نے ایجوکیشن میں اس کی خصوصی ٹریننگ لے رکھی ہے۔ اس لئے اگر تم چاہو تو میں خود وہاں لیبارٹری آجائے گا ہوں اپنے آدمی راڈنی کے ساتھ۔ یا پھر تم اس ڈاکٹر درانی کو میرے ہیڈ کوارٹر لے آؤ۔ ورنہ تم جی۔ ایس۔ ون کی جو ڈوز دے رہے ہو۔ اس سے ڈاکٹر درانی کے ذہنی چیلے ہیکار ہو جائیں

کاغذوں کو سرسری انداز میں چیک کیا اور پھر انہیں دروازے میں ڈال کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی چمک نمایاں تھی۔ شیشے کے کمرے سے جب وہ باہر آیا تو خاور اور عثمان دونوں کرسیوں پر بیٹھے تھے۔

”ان المایلوں میں ایسی کوئی قابل موجود نہیں ہے عمران صاحب“

خاور نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”ہو نہہ اب اس کی ضرورت بھی نہیں رہی۔ لیبارٹری کا سیکورٹی انچارج خود وہاں آ رہا ہے۔ وہ خود ساری تفصیل بتا دے گا۔ میں اس آڈے کا بیرونی راستہ چیک کرتا ہوں تاکہ یہ لوگ اپنا تک نہ پہنچ جائیں تم وہاں چوبان کے پاس پہنچ جاؤ۔ راستہ چیک کرتے کے بعد ہمیں کونسل اباگر اور اس کے ساتھیوں کا میک اپ کرنا پڑے گا“ — عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

— عمران نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”لیکس یہاں ہم نے چیکنگ کی تو ان کے پاس کوئی ایسی شیشی نہ تھی اور“ — فیلر نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”وہ شیشی میں نے رکھ لی تھی۔ ایک اور کام کی غرض سے۔

اور“ — عمران نے منہ ہناتے ہوئے جواب دیا۔

”ہو نہہ یہ بات ہے تو ٹھیک ہے۔ میں اُسے تمہارے ہیڈ کوارٹر بھجوا دیتا ہوں۔ تم اپنا فارمولا استعمال کر کے دیکھ لو۔ کیونکہ لیبارٹری کے قانون کے مطابق کوئی غیر متعلق آدمی تو اندر داخل ہی نہیں ہو سکتا اور“ — فیلر نے کہا۔

”تم خود ساتھ آ جاؤ تو زیادہ بہتر ہے تاکہ تمہارے سامنے سارا کام ہو سکے اور“ — عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے میں خود آ جاؤں گا اور اینڈ آں“ — دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی مابطلہ ختم ہو گیا۔ لیکن بلب بدستور جل رہا تھا۔

”ہیلو پاس اب کیا حکم ہے اور“ — چند لمحوں بعد لاڈلی کی آواز سنائی دی۔

”میں تو یہاں سے ہسٹ نہیں سکتا۔ تم ایسا کرو کہ جیسے ہی ڈاکٹر دلانی اور فیلر ہیڈ کوارٹر پہنچیں تو انہیں لے کر میرے پاس آ جاؤ۔ اور“ — عمران نے کہا۔

”پس پاس اور“ — لاڈلی نے جواب دیا اور عمران نے اور اینڈ آں کہہ کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا اور پھر اس نے چند لمحوں تک میز پر موجود

کر سکیں پر دو افراد بیٹھے ہوئے صاف دکھائی دے رہے تھے۔ ان میں سے ایک پاکستانی اور دوسرا الگنٹری تھا۔ اُسی لمحے شیشے کے کیمین کے دروازے سے ایک مقامی بدو باہر نکلا اور ہال میں موجود دونوں افراد اُسے دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

”ان الماریوں میں ایسی کوئی فائل موجود نہیں ہے مگر ان صاحب“ اس الیشیائی کے لب بلبے اور اس کے ساتھ ہی ہلکی سی آواز میں سے برآمد ہوئی۔ اور مشین کے سامنے بیٹھا ہوا نوجوان اس طرح اچھل کر کھڑا ہو گیا جیسے اس کے پیروں کے نیچے بم پھٹ پڑا ہو۔

”ہو نہر اب اس کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ لیبارٹری سیکورٹی انچارج خود یہاں اہم ہے۔ وہ خود ساری تفصیل بتا دے گا۔ میں اس اٹے کا بیرونی راستہ چیک کرتا ہوں تاکہ یہ لوگ اچانک نہ پہنچ جائیں۔ تم وہاں چوہان کے پاس پہنچ جاؤ۔ راستہ چیک کرنے کے بعد ہمیں کرنل پاگو اور اس کے ساتھیوں کا میک اپ کرنا پڑے گا۔“ شیشے کے کیمین میں سے نکلنے والے مقامی بدو جسے عمران کے نام سے پکارا گیا تھا نے بڑے مطمئن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے قدم بڑھاتا ہیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے دونوں ساتھی بھی اس کے پیچھے چل پڑے اور نوجوان نے دوبارہ کرسی پر بیٹھ کر کئی اور ٹیمپلر کے لئے متروک کر دیئے۔ اس کے ساتھ ہی سکریں پر مسلسل جھماکے سے ہونے لگے۔ پھر سکریں چار حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ اس میں سے ایک حصے پر تو مہی ہال نما کمرہ نظر آ رہا تھا جس میں مشینیں اور شیشے کا کیمین تھا لیکن یہ کمرہ اب خالی پڑا تھا جب کہ ایک اور خانے میں ایک اور کمرے کا

ڈیزلرٹ کمانڈوز کے ہیڈ کوارٹر کے مشین روم میں ایک بڑی سی مشین کے سامنے بیٹھے ہوئے لمبے ترنگے نوجوان کے چہرے پر شدید حیرت کے تاثرات موجود تھے۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر سامنے موجود مشین کا ایک ٹین آف کیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے انتہائی چھرتی سے دوسری سائیکل پر موجود دو اور ٹیمپلر کے اور پھر ایک تاب کو گھمانے میں مصروف ہو گیا۔ اس کی نظریں تاب کے اوپر لگے ہوئے ایک ڈائل پر جچی ہوئی تھیں۔ تاب کے ساتھ ساتھ ڈائل پر سرخ رنگ کی ایک سوئی بھی حرکت کر رہی تھی جب سوئی ایک مخصوص ہندسے پر پہنچی تو اس نوجوان نے تاب کو چھوڑ کر اس کی دائیں سائیکل پر موجود ایک ٹیمپلر دیا اور اس کے ساتھ ہی تھوٹی سی اوپر موجود ایک چھوٹی سی سکریں خود بخود روشن ہو گئی۔ دس سیکنڈ تک تو اس پر جھماکے ہوتے رہے پھر ایک منظر ابھر آیا۔ یہ ایک بڑے ہال نما کمرے کا منظر تھا۔ جس میں دیوید سیکل مشینیں نصب تھیں۔ ایک طرف دو

باقی تمام افراد ختم ہو چکے ہیں اور اب وہاں انہی ایشیائیوں کا قبضہ ہے۔“ فوجوان نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے سائیڈ کی میز پر رکھے ہوئے ٹیلیفون کا ریسیور اٹھایا اور ایک نمبر پر کس کر دیا۔  
”یس آر تھر انڈنگ“ دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

”آر تھر میں راڈنی لول رہا ہوں مین روم سے۔ فلٹا میرے پاس آجاؤ۔“ فوجوان نے کہا اور پھر ریسیور رکھ دیا۔ اس کی پیشانی پر موجود سولسل میں تیزی سے اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ چند لمحوں بعد ایک لمبا ترنگا اور قدرے بھاری مگر مضبوط جسم کا لاجوان اندر داخل ہوا۔

”آؤ آر تھر یہاں بیٹھو ایک انتہائی اہم مسئلہ درپیش ہے۔“ راڈنی نے ساتھ بیڑی کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔  
”اوہ خاصہ پریٹن نظر آ رہے ہو کیا بات ہے؟“ آر تھر نے حیران ہوتے ہوئے کہا اور وہ ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

”ایک منٹ میں ہمیں ایک فلم دکھانا ہوں اس کے بعد بات کریں گے۔“ راڈنی نے کہا اور اس نے ایک بار پھر مشین کے مختلف بٹن دبائے شروع کر دیئے۔ جب اس نے ہاتھ ہٹایا تو سکریں ایک بار پھر روشن ہو گئی۔ سکریں پر اب وہی منظر نظر آ رہا تھا جو سب سے پہلے سکریں پر دکھائی دیا تھا۔ مشینوں والے کمرے کا جس میں ایک ایشیائی اور ایک انگریزی بیٹھا ہوا تھا اور پھر شیشے کے کپین سے ایک مقامی بدو باہر نکلا اور ان کی گفتگو سنائی دی۔ آر تھر انتہائی حیرت بھرے انداز میں

منظر دکھائی دے رہا تھا اور اس منظر کو دیکھ کر ایک بار پھر وہ فوجوان بے اختیار اچھل کر کھڑا ہو گیا کیونکہ اس کمرے میں ایک ستون کے ساتھ کرنل اباگر ریسیور سے بندھا کھڑا نظر آ رہا تھا۔ ایک لاش فرض پر پڑی تھی اور وہاں دو آدمی تو وہی تھے جو پہلے والے کمرے میں تھے جب کہ ایک اور ایشیائی بھی موجود تھا۔ کرنل اباگر کی گردن ڈھکی ہوئی تھی۔ وہ رہوش تھا۔ وہ تینوں آپس میں باتیں کر رہے تھے لیکن اب ان کے درمیان ہونے والی گفتگو مشین میں سے نشر نہ ہو رہی تھی۔ تیسرے خانے میں ایک سرنگ نظر آ رہی تھی جس کے آخر میں ایک چھوٹا سا کمرہ تھا اور شیشے کے کپین سے نکلنے والا مقامی بدو اس کمرے میں موجود تھا۔ وہ دیوار کے ساتھ موجود ایک چھوٹی سی مشین کے اوپر موجود لوہے کے چکر کو گھما رہا تھا چکر گومتے ہی اس کمرے کی چھت مقامی چلی گئی اور پھر وہ بدو اچھل کر باہر نکل گیا جب کہ چوتھے خانے میں ایک اور کمرے کا منظر موجود تھا جس میں موجود چھلی پیدا کرنے والے بڑے بڑے آٹومینک جنریٹ چل رہے تھے۔ اس کمرے میں کوئی آدمی موجود نہ تھا۔

تھوڑی دیر بعد مقامی بدو واپس اس کمرے میں آیا اور اس نے چکر گھما کر چھت بند کی اور پھر واپس سرنگ میں چلنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بھی اسی کمرے میں داخل ہوا جس میں کرنل اباگر اور دوسرے ایشیائی افراد موجود تھے۔ فوجوان نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر اس مشین کے مختلف بٹن آف کرنے شروع کر دیئے اور سکریں بھی تاریک ہو گئی۔ اور اس کے ساتھ مشین پر چلنے بچنے والے مختلف بلب بھی بجھ گئے۔

”اس کمرے کا مطلب ہے کہ کرنل اباگر قید ہو گیا ہے اور زیر و نعل کے

قلعی شک نہ پڑتا۔ لیکن جب اس عمر ان نے جو کرنل اباگر کے لیجے میں بات کر رہا تھا فیلڈ کو یہ بتایا کہ ڈاکٹر درانی کے پاس سے کوئی شیشی لٹکی اور کرنل اباگر اور ڈاکٹر درانی کے درمیان اس سلسلہ میں کوئی بات جیت ہوتی تو میں ٹھٹک گیا کیونکہ آبدوز سے ڈاکٹر درانی کی وصولی کے وقت میں کرنل کے ساتھ تھا۔ ڈاکٹر درانی بیہوش تھا اور وہیں سے ہم نے خصوصی ہیلی کاپٹر پر اسے یہاں سپید کوارٹریں لائے بغیر سیدھا لیبارٹری پہنچا دیا تھا۔ ڈاکٹر درانی اس دوران مسلسل بیہوش رہا تھا جب کہ کرنل اباگر فیلڈ کو کوئی اور کہانی سننا رہا تھا۔ اس بات پر مجھے شک ہوا تو میں نے ایس۔ وی۔ ٹی۔ وولوشین پر زیر و نوا کو چیک کرنے کا فیصلہ کیا اور نتیجہ سامنے آگیا۔ ”راڈنی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”لیکن تم نے مشین بند کیوں کر دی۔ کم از کم پتہ تو جملہ کہ یہ لوگ کرنل اباگر کے ساتھ کیا سلوک کرنے والے ہیں۔“ آر تھر نے کہا۔  
 ”اس مشین پر زیادہ دیر تک چیکنگ نہیں کی جاسکتی ورنہ مشین گرم ہو کر پھٹ جاتی۔ اس لئے اس کا بند کرنا مجبوری تھا۔ ویسے بھی پورا اڈہ چیک کرنے کے لئے مجھے اس کا فل سیٹ کھولنا پڑا تھا اور فل سیٹ کی وجہ سے ہی ساؤنڈ بند ہو گیا تھا ورنہ مشین جلد ہی بند ہو جاتی۔ بہر حال ان کا پروگرام اب سامنے آئی گیا ہے کہ ان کا مقصد سب سے ڈاکٹر درانی اور فیلڈ میرے ساتھ زیر و نوا پہنچیں اور وہ فیلڈ سے لیبارٹری کے بارے میں تفصیلات معلوم کر کے لیبارٹری کو تباہ کر دیں اور ہمیں ختم کر کے ڈاکٹر درانی کو ساتھ لے کر واپس چلے جائیں۔ اب ہم نے ان کا خاکہ کرنا ہے۔ میں یہیں سے زیر و نوا اڑا سکتا ہوں لیکن مسئلہ کرنل اباگر کی وہل موجودگی کا

پر منظر دیکھ رہا تھا۔ اس کے بعد ہم کے ہوتے اور پھر سکریں چار حصوں میں تقسیم ہو گئی اور کچھ دیر بعد سکریں آف ہو گئی اور راڈنی نے مشین آف کر دی۔

”کیا مطلب کرنل اباگر اور بندھا ہوا۔ اور یہ لوگ۔“ یہ اڈہ تو زیر و نوا لگتا ہے۔ ”باس بھی تو وہیں گیا ہوا ہے۔“ آر تھر نے تقریباً بھکلاتے ہوئے ہلچے میں کہا۔ اس کا چہرہ حیرت کی شدت سے بڑی طرح بگڑ گیا تھا۔

”ہاں چیف باس ان لوگوں کے قبضے میں آگیا ہے اور تم نے دیکھا کہ زیر و نوا اڈے پر اب سوائے چیف باس کے اور کوئی ہمارا آجی نظر نہیں آ رہا۔ اس کا مطلب ہے کہ باقی سب کو ان لوگوں نے ہلاک کر دیا ہے۔“ راڈنی نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”اوہ لیکن یہیں کون اور کہاں سے آگے ہیں۔“ آر تھر نے بوجھا اور راڈنی نے اسے تفصیل سے سب کچھ بتا دیا۔ ساتھ ہی اس نے ٹرانسپیر پر ہونے والی صدر مملکت۔ فیلڈ اور کرنل اباگر کے درمیان ہونے والی گفتگو بھی سنوادی اور آر تھر کا چہرہ اور زیادہ مسخ ہوتا گیا۔

”ویری ہیڈ۔ اس کا تو مطلب ہے کہ کرنل اباگر کے ہلچے میں بات جیت کرنے والا ان میں سے کوئی تھا۔“ اوہ ویری ہیڈ۔ لیکن تمہیں کیسے شک ہوا۔“ آر تھر اور زیادہ بوکھلا گیا۔

”ہاں یہ مقامی بدو جسے عمران کہا گیا ہے ہی بات کرنے والا تھا۔ اور چونکہ اس کا نام صدر مملکت نے بھی لیا تھا اس لئے یہ بدو نہیں ہو سکتا۔ یقیناً یہی ایشیائی ہے۔ مگر بدو کا میک اپ کیا ہوا ہے۔ مجھے

اور ساتھ ہی اس نے یہ بھی بتا دیا کہ ان سے بات کرنے والا بھی ایشیا تائی تھا جو کرنل اباگر کے دلچسپی میں بات کر رہا تھا۔

”اوہ ویری بیڈ نیوز ویری بیڈ — اس کا مطلب ہے کہ یہ لوگ یہاں تک آچکے۔ اوہ اگر تم وہاں پہنچ جاتے تو کیا ہوتا۔ اوہ ویری بیڈ اب کیا ہو گا اور“ — فیلڈ نے بری طرح گھبراتے ہوئے دلچسپی میں کہا اور اس پر اس قدر گھبراہٹ سوار تھی کہ اس کے منہ سے سوائے ویری بیڈ کی گردان کے اور کچھ نکل ہی نہ رہا تھا۔

”آپ فکر نہ کریں جناب ہم سب ٹھیک کر لیں گے آپ بس لیبارٹری کا خیال رکھیں اور جناب اب آپ ایک سپیشل کوڈ سمجھ لیں تاکہ آئندہ آپ کی اور ہماری یا کرنل اباگر کی گفتگو جو تو یہ سپیشل کوڈ پہلے دوہرایا جاتے اس طرح کسی فزڈ کا امکان نہ رہے گا۔ کال کرنے والا کہے گا واٹھ سکائی اور جواب دینے والا کہے گا واٹھ مون۔ اگر ہم آپ کو کال کریں گے تو ہم پہلے واٹھ سکائی کہیں گے اور اگر آپ ہمیں کال کریں تو آپ واٹھ سکائی کہیں گے۔ ہم دونوں میں سے جو بھی جواب دے گا وہ واٹھ مون کہے گا۔ اور“ — راؤٹی نے کہا۔

”بالکل ٹھیک ہے۔ یہ کام تو ہمیں پہلے ہی کر لینا چاہیے تھا۔ بہر حال سلا کام انتہائی احتیاط سے کرنا وہ لوگ واقعی انتہائی خطرناک ہیں۔ اور“ — فیلڈ نے جواب دیا۔ اب اس کا اچھا نڈل ہو چکا تھا۔ وہ شاید حیرت کے پہلے جھٹکے سے نکل آیا تھا۔

”آپ نے فکر نہیں جناب اور اینڈ آل“ — راؤٹی نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”ہے“ — راؤٹی نے کہا۔

”سیکیورٹی انچارج فیلڈ کو تو روکو وہ ڈاکٹر درانی کو لے کر یہاں آ جاوے۔“ — اگر مقرر نے کہا۔

”اوہ ہاں یہ بات تو میرے ذہن سے ہی نکل گئی“ — راؤٹی نے چونک کر کہا اور پھر جلدی سے مشین کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اس نے بجلی کی کسی تیزی سے اس کے مختلف ٹین دبائے ایک ناب کو مخصوص انداز میں بھی دایتیں اور کبھی بائیں گھا کر ایک سرخ رنگ کا ٹین آن کر دیا دوسرے ٹین مشین سے ٹول ٹول کی آواز نکلنے لگی اور ایک سرخ رنگ کا بلب تیزی سے جلتے جھٹکے لگا۔

”ہیلو ہیلو ڈیزرٹ کمانڈو ہیلڈ کو آرٹر کالنگ سیکیورٹی چیف اور“ — راؤٹی نے بار بار یہی فقرہ دوہرانا شروع کر دیا۔

”یس سیکیورٹی چیف آئڈنگ یو اور“ — چند لمحوں بعد مشین سے فیلڈ کی آواز نکلی اور اس کے ساتھ ہی جلتا بجتا بلب مستقل طور پر جلتے لگا۔

”جناب میں کرنل اباگر کا اسسٹنٹ راؤٹی بول رہا ہوں ہیلڈ کو آرٹر سے مجھے خطرہ تھا کہ کہیں آپ ڈاکٹر درانی کو لے کر یہاں آنے کے لئے چل نہ پڑے ہوں اور“ — راؤٹی نے کہا۔

”کیا مطلب ہم بس روانہ ہونے والے تھے۔ یہیلی کا پڑکی مکمل چیکنگ کی وجہ سے قدرے دیر ہو گئی ہے اور“ — فیلڈ کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔ اور جواب میں راؤٹی نے اسے بتایا کہ کس طرح ان ایشیا تائی نے کرنل اباگر کو نڈر اٹھائے میں قید کر لیا ہے اور خود اٹھے پر قبضہ کر لیا ہے

”اب کیا کرنا ہے“ — آر تھرنے ٹرانسٹرف ہوئے ہی پوچھا۔

”ایک ہی طریقہ ہے کہ میں فیلر بن جاتا ہوں۔ لازماً ان لوگوں نے فیلر کو نہیں دیکھا ہو گا اور تم بطور ڈاکٹر درانی چلو گے نہ ڈاکٹر درانی کا قد و قامت اور جسم بالکل تم جیسا ہے۔ اس کا میک آپ میں تم پر کردوں گا۔ اس طرح ہم آسانی سے زیر و ن کے اندر داخل ہو جائیں گے اور پھر وہاں جلتے ہی میں ایکس تھرنی ون کیپول کو جیب میں توڑ دوں گا۔ اس کیپول کے ٹوٹنے ہی وہاں موجود سب افراد ایک لے میں بہوش ہو جائیں گے جب کہ ہم دونوں اینٹی ایکس تھرنی ون انجکشن پہلے ہی لگا لیں گے اس طرح ہم پر ایکس تھرنی ون گیس اثر انداز نہ ہوگی اور ان کے بے ہوش ہوتے ہی ساری صورت حال ہمارے کنٹرول میں آجائے گی“ — راڈنی نے کہا۔

”اوہ ویری گڈ تم تو واقعی بے حد ذہین آدمی ہو — آج میں تمہاری ذہانت کا قائل ہو گیا ہوں۔ یہ سادہ مگر انتہائی فول پروف طریقہ ہے۔ ویری گڈ“ — آر تھرنے پر جوش بیجھ میں کہا اور راڈنی مسکرا دیا۔

”میرے ذہن میں پہلے سے ہی پلاننگ تھی۔ اس لے میں نے سوچ سمجھ کر تمہیں کال کیا تھا کیونکہ تمہارا جسم اور قد و قامت بالکل ڈاکٹر درانی جیسے ہیں — آؤ اٹھو میں تم پر ڈاکٹر درانی کا میک آپ کردوں“ — راڈنی نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور آر تھرنے سر ہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

راڈنی نے ایک پھوٹے کمرے میں لے آیا اور پھر اس نے ایک الماری سے جدید ترین میک آپ ہاس نکالا اور آر تھرنے کے چہرے پر ڈاکٹر

درانی کا میک آپ کرنا شروع کر دیا۔

”کمال ہے تم نے تو مجھے واقعی۔ بالکشتائی بنا دیا ہے“ — میک آپ مکمل ہونے کے بعد آر تھرنے آئینے میں اپنے آپ کو دیکھتے ہوئے حیرت بھرے بیچے میں کہا۔

”سنو آر تھرنے تم خاموش رہنا۔ یونا نہیں۔ ساری بات چیت بطور فیلر میں خود کروں گا“ — راڈنی نے کہا اور پھر وہ ایک اور الماری کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس مڑا تو اس کے ہاتھ میں ایک سرخ تھی۔ اس نے سرخ میں موجود آدھا خلول آر تھرنے کے بازو میں انجکٹ کیا اور پھر سوئی باہر نکال لی۔

”اب یہ باقی آدھا خلول تم میرے بازو میں انجکٹ کر دو۔ اس کا اثر چار گھنٹوں تک رہتا ہے اور اتنا وقفہ کافی ہے“ — راڈنی نے سرخ آر تھرنے کے حوالے کرتے ہوئے کہا اور آر تھرنے سر ہلاتے ہوئے سرخ تھرنی کے ہاتھ سے لی اور پھر سرخ میں موجود باقی خلول اس نے راڈنی کے بازو میں انجکٹ کر دیا۔

”آؤ اب وہ ایکس تھرنی ون کیپول بھی لے لیں۔ کچھ اسلیم بھی اور ہیڈ کوارٹر کے متعلق بھی راس کو کوہدایات دے دیں پھر زیر و ن کے لئے روانہ ہو جائیں گے“ — راڈنی نے کہا اور پھر وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے اس کمرے کے بیرونی دروازے کی بڑھ گئے۔



پلہنی طرح ہوش میں آجھاؤ اتنا ہی تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور کرنل اباجر کی خالی خالی نظر آنے والی آنکھوں میں لکھنوت شعور کی تیز چمک ابھر آئی۔ اس کے ساتھ ہی اس کا چہرہ بھی بگڑنے لگ گیا۔

”تت تت تم۔ تم نے یہ سب کیسے کر لیا۔ اوہ تم واقعی شیطان ہو۔“ کرنل اباجر نے دانت پیستے ہوئے کہا اور عمران ہنس پڑا۔ ”یعنی تمہارے خیال کے مطابق ذہانت صرف شیطان کے دماغ میں بھری رہتی ہے۔ انسان ذہانت سے خالی ہوتے ہیں۔ سن لیا خاور تم نے، خواہ خواہ ذہانت کی تعریفوں پر خوش ہو رہے تھے۔“

عمران نے کہا اور خاور نے اختیار مسکرا دیا۔ ”اُس شخص نے واقعی حیرت انگیز ذہانت سے کام لیا ہے۔ میں ابھی لڑنے تک نہ سمجھ سکا تھا کہ یہ کون ہے اور کیا چاہتا ہے۔ بہر حال تم یہاں سے بچ کر نہ پاسکو گے۔“ کرنل اباجر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا وہ اب پوری طرح سنبھل چکا تھا۔

”سنو کرنل اباجر میں نے تمہارے بلجے میں اسرائیل کے صدر سے بھی ٹرانسمیٹر پر بات کر لی ہے۔ اور لیبارٹری کے چیف سیمیکورڈی آفیسر فیلر سے بھی۔ اور میں نے فیلر کو ایسی ہی پڑھائی ہے کہ فیلر اب ڈاکٹر درانی کو لے کر یہاں پہنچنے ہی والا ہوگا۔ اس کے بعد فیلر قبے لیبارٹری کے بارے میں تفصیلات بتائے گا۔ اور فیلر کے میک اپ میں میرا کوئی بھی آدمی لیبارٹری میں واپس جاسے گا اور لیبارٹری تباہ کر کے واپس یہاں آجائے گا۔ اس کو بعد ہم خاکٹر درانی کو ساتھ لے کر اطمینان سے واپس

”اب اس کرنل اباجر کو ہوش میں لے آؤ۔ اس سے بھی دودھ باتیں ہو ہی جائیں۔“ عمران نے اس کمرے میں داخل ہوتے ہی کہا جس میں سنو کے ساتھ بیہوش کرنل اباجر بندھا ہوا تھا۔ ”بیرونی راستہ چیک کر لیا آپ نے۔“ چوہان نے چنک کر پوچھا۔

”ہاں میں بیرونی فضا کی سیر بھی کر آیا ہوں۔“ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اس دوران خاور کرنل اباجر کی طرف بڑھ چکا تھا اور پھر اس نے پوری قوت سے اور لگھلا کر کرنل اباجر کے چہرے پر زور دار تھپڑ برسائے شروع کر دیتے۔ چند تھپڑوں کے بعد ہی کرنل اباجر کے جسم میں حرکت کے آثار پیدا ہوئے اور ہنڈیوں بعد اس کی آنکھیں ایک جھٹکے سے کھلیں اور ساتھ ہی اس کے منہ سے کراہ نکل گئی۔

”ہیلو کرنل اباجر چیف آف ڈیزرٹ کمانڈوز جس قدر جلدی سے



یہی وجہ تھی کہ وہ اس آدمی کا چہرہ دیکھتے ہی پہچان گیا کہ اس آدمی پر ڈاکٹر درانی کا میک اپ کیا گیا ہے۔ میک اپ واقعی اتنی جمالت سے کیا گیا تھا کہ اگر وہ دوسرے آدمی کو میک اپ کرتے ہوئے اور میز پر میک اپ کا بکھرا ہوا سامان نہ دیکھ لیتا تو شاید وہ اتنی جلدی نہ پہچان سکتا کہ کسی پر بیٹھا ہوا آدمی ڈاکٹر درانی ہے یا کوئی اور۔

”کمال ہے۔ تم نے تو مجھے واقعی پاکیزہ بنائی بنا دیا ہے۔“ اسی لمحے گڑھی پر بیٹھے ہوئے آدمی نے کہا اور اس کی آواز میں اس سے نکلی وہ اس وقت آئینہ دیکھ رہا تھا۔

”سنو آر تھر تم خاموش رہنا۔“ بولنا نہیں ساری بات حقیقت بطور فیلد میں خود کروں گا۔“ دوسرے آدمی کی آواز سنائی دی۔ اور اس کی آواز سننے ہی عمران پہچان گیا کہ یہ راڈنی ہے۔ جس نے اسے پہلے راسٹمیر پر کال کر کے صدر مملکت اور فیلڈ سے بات کر لائی تھی۔ وہ ہونٹ بھینسنے خاموش کھڑا تھا۔ پھر راڈنی ایک الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری کھلی اور اس کے ایک خانے میں پڑے ہوئے باکس کو کھول کر اس نے اس میں سے ایک پیسکڈ سرخنگ نکالی اور پھر اس کی سوتی پر موجود کپ ہٹا کر اس نے آدھا خلول ڈاکٹر درانی بنے ہوئے آر تھر کے بازو میں انجکٹ کر دیا۔

”اب یہ باقی آدھا خلول تم میرے بازو میں انجکٹ کر دو۔ اس کا اثر چار گھنٹوں تک رہتا ہے۔“ اتنا وقفہ کافی ہے۔“ راڈنی نے سرخنگ آر تھر کو دیتے ہوئے کہا اور آر تھر نے سرخنگ راڈنی کے ہاتھ سے الیجھ سرخنگ میں موجود باقی خلول اس نے راڈنی کے بازو میں انجکٹ کر دیا۔

جس ان لوگوں نے۔“ عمران نے کہا اور پھر اس نے مشین پر لگی ہوئی ایک ناب کو داتیں طرف گھمایا تو اس کے اوپر ایک خانے میں ان کا حرف ابھر آیا اور عمران تیزی سے واپس مڑا۔ اور اس شیشے والے کیبن کی طرف بڑھ گیا۔ باقی سامتی بھی جسٹس کی وجہ سے اس کے پیچھے کیبن میں پہنچ گئے کہ عمران نے وہاں موجود آر تھرنگ مشین کے ایک حصے کو غور سے دیکھا اور پھر اس کے مختلف بٹن پر پریس کرنے شروع کر دیے۔ پھر اس نے جیسے ہی ایک بٹن دبا یا مشین پر موجود سکریں پر جھلکے سے ہوئے اور اس کے ساتھ ہی اس پر ایک کمرے کا منظر ابھر آیا۔ اس کمرے میں مشینیں نصب تھیں۔ اور ان مشینوں کے سامنے کئی افراد بیٹھے انہیں آپریٹ کرنے میں مصروف تھے۔ عمران نے مین ناب کے نیچے موجود دو سہری ناب گھمانا شروع کر دی اور اس کے ساتھ ہی منظر بدلتا گیا۔ ہیڈ کوارٹر کے مختلف حصے سکریں پر ابھرتے رہے لیکن عمران انہیں دیکھ کر بھر پور تھک کر رہا۔ اچانک سکریں پر ایک چھوٹے کمرے کا منظر ابھر آیا۔ جس کے درمیان ایک لمبی پرلیک آدمی بیٹھا ہوا تھا جب کہ ساتھ موجود میز پر میک اپ کا سامان کھلا پڑا تھا۔ اور ایک اور لڑکا اس کی سر پر بیٹھے ہوئے آدمی کا میک اپ کرنے میں مصروف تھا اور عمران کرسی پر بیٹھے ہوئے آدمی کا میک اپ ہو رہا تھا کہ بری طرح چونک پڑا کیونکہ وہ آدمی ڈاکٹر درانی لگ رہا تھا۔ وہی ڈاکٹر درانی جسے ان کا کہ یہاں لیبارٹری میں پہنچایا گیا تھا۔ عمران نے ڈاکٹر درانی کو ویسے تو ایک دوبارہ دیکھا ہوا تھا لیکن یہاں آنے سے پہلے اس نے سزاوار سے ڈاکٹر درانی کی پریسنٹ فائل لے کر اس کا بغور مطالعہ کیا تھا اور اس میں اس کے مختلف عمروں کے فوٹوں کے ساتھ ساتھ تازہ ترین فوٹو بھی موجود تھا۔

کی اور یہاں کی صورت حال دیکھتے ہوئے اس نے ایک ذہانت بھر پور پلان بنایا ہے۔ اس نے اپنے ایک ساتھی آر تھر پر ڈاکٹر درانی کا یہ آپ کیا ہے اور خود وہ فیلرین گیا ہے لیبارٹری کا سیکورٹی انچارج چونکہ ہم میں سے کسی نے فیلر کو نہیں دیکھا ہوا۔ اس کے بعد اس نے واقعی ہم پر قابو پانے کے لئے انتہائی ذہانت آمیز پلاننگ کی ہے کہ تعداد اثر مغنون کر دینے والی گیس ایکس تھرٹی ون کاپیسول لے کر وہاں آئے گا۔ اس سے محفوظ رہنے کے لئے اس نے خود اپنے آپ اور اثر کو اس سے بچنے والے حملوں کا انجکشن لگالیا۔ اس گیس کی خاصیت ہے بند جگر پر وہ پبلک جھپکنے میں پھیلتی ہے اور اس کے کیپسول کو انکلی بھی توڑا جاسکتا ہے۔ اب یہ ہونا ہے کہ وہ لوگ ریسلی کا پٹر پر پیچ کر آئیں گے۔ فیلر اور ڈاکٹر درانی سمجھ کر ہم انہیں اندر بلائیں گے اور ان کے بعد وہ جیب میں موجود ایکس تھرٹی ون کاپیسول توڑ دیں گے۔ خود وہ اس سے محفوظ رہنے کا انجکشن لگاتے ہوئے ہیں اس لئے وہ خود گیس کے اثر سے محفوظ رہیں گے جب کہ ہم سب فوری طور پر مغنوج جاتیں گے اور اس کے بعد ظاہر ہے۔ مردہ بدست زندہ والا کام شروع ہو جائے گا۔“ عمران نے تفصیلی بتاتے ہوئے کہا اور عمران کے ساتھیوں کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی گئیں۔

”اوہ واقعی انتہائی فول پروف قسم کا منصوبہ ہے۔“ چوہان نے کہا۔

”ہاں کس کا مطلب ہے کہ ریت میں بھی اُچی ذہانت کا عنصر موجود ہے۔ بلکہ میں تو کہوں گا کہ اس کرئل اب اگر سے زیادہ ذہین اس کا اسٹنٹ

”آؤ اب وہ ایک تھرٹی ون کاپیسول بھی لے لیں اور ہیڈ کوارٹر کے متعلق بھی راسکو کو ہدایات دے دیں۔ پھر زبردوں کے لئے روانہ ہو جائیں گے۔“ راؤنی نے کہا اور وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے کمرے کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھنے لگے۔ دروازے سے نکل کر وہ سکرین سے بھی آؤٹ ہو گئے۔ عمران نے ناب کو دوبارہ گمان شروع کر دیا اور پھر سکرین پر منظر بدلنے لگے لیکن پھر یکھوت بلکی سی سیٹی کی آواز سنائی دی اور سکرین پر دھند سی چھانے لگی۔ عمران نے چونک کر ایک ڈاسل کی طرف دیکھا اور پھر ایک طویل سانس لینے ہوئے ٹن آف کرنے شروع کر دیتے اور پھر سکرین مکمل طور پر آف ہو گئی۔

”کیا ہوا۔“ عمران کے پیچھے کھڑے چوہان نے کہا۔

”مشین گرم ہونے کی وجہ سے بند ہو گئی ہے۔ ان مشینوں میں یہی خافی ہے کہ یہ بہت جلد گرم ہو جاتی ہیں بہر حال ہمارے سروں پر منڈلنے والے ایک جیسب خطرے کی نشاندہی ہو گئی ہے۔“ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”کیسا خطرہ۔“ چوہان اور خاور نے پوچھا جب کہ طلحہ اور عثمان خاموش کھڑے تھے۔ طلحہ تو ویسے بھی خاموش ہی رہتا تھا۔ شاید یہاں جو کچھ بھی ہو رہا تھا وہ اس کی ذہنی سطح سے کہیں زیادہ بلند تھا اس لئے وہ دیکھنے اور سننے پر ہی اکتفا کر رہا تھا۔

”میرا خیال ہے یہ مشینیں ہر جگہ موجود ہیں۔ اور جس طرح ہم نے اسے آن کر کے صورت حال معلوم کی ہے اسی طرح ہیڈ کوارٹر میں موجود کرئل اب اگر کے اسٹنٹ راؤنی نے بھی اس قسم کی مشین کے ذریعے یہاں چیکنگ

راڈنی ہے۔ بہر حال اب ہم نے نہ صرف اپنا تحفظ کرنا ہے بلکہ ان پر بھی قابو پانا ہے۔ اس راڈنی نے لڈنا لیبارٹری کی کال کر کے فیلڈ کو بھی صورت حال بتا دی ہوگی اس لئے اب راڈنی ہمارے لئے اہم جبرہ ہے۔“ عمران نے کہا۔

”لیکن اب کیا کرنا ہوگا۔“ اس بار عثمان جاہیری نے کہا۔  
 ”کرنا کیا ہوگا۔ میں اور چوہان اس اوڑے سے باہر نکل کر کسی ٹیلے اوٹ میں چھپ جائیں گے۔ ہم لوگ اندر رہنا۔ خاور آسانی سے لی باگر کے بالچے کی قتل آمار سکند ہے۔ یہ لوگ جب آئیں گے تو لڈنا خفیہ کالی کریں گے۔ خاور اٹھ کر نہ گا اور بتائے گا کہ اوڑے کا راستہ بلا جا رہا ہے۔ پھر یہ دونوں سیلی کاپٹر سے اتر کر جیسے ہی اس صفائے لوف بڑھیں گے ہم انہیں چھپ لیں گے۔ کئی دفنہ میں ایکس تھریٹ کا کوئی اثر نہیں ہوتا چنانچہ کام آسانی سے ہو جائے گا۔“ عمران نے کہا اور باقی ساتھیوں نے سر ہلا دیئے۔ ظاہر ہے وہ سب عمران کی اس ننگ سے پوری طرح متفق تھے۔

فیلڈ نے ٹرانسمیٹر آف کیا اور وہ پھر اس طرح سر پکڑ کر بیٹھ گیا جسے اُسے چکر آ رہے ہوں۔  
 ”کیا بات ہے باس خیریت ہے۔“ دروازے پر کھڑے ایک مسلح نو جوان جس نے فیلڈ رنگ کی یونیفارم پہنی ہوئی تھی نے کہا اور تیزی سے دفنہ ہوا فیلڈ کی طرف بڑھا۔  
 ”کچھ نہیں رانس معاملات انتہائی خطرناک انداز میں الجھ گئے ہیں، اس لئے پریشان تھا۔“ فیلڈ نے سر اٹھاتے ہوئے کہا۔  
 ”کیسے معاملات باس۔ کیا لیبارٹری میں کوئی گڑبڑ ہوئی ہے۔“ رانس نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔  
 ”نہیں لیبارٹری میں تو کیا گڑبڑ ہوئی ہے لیکن لیبارٹری سے باہر حالات نازک ہو چکے ہیں۔ مجھے اس سلسلے میں مدد حکومت سے بہاہ راست بات کر لینی چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ کل کوئی مسئلہ پیدا ہو جائے اور تمام ذمہ داری ہم

وہ یقیناً ان پر قابو پالے گا۔ اور۔“ فیملر نے کہا۔ اسے صدر مملکت جیسے بڑے عہدے دار کے منہ سے ایسے مایوسی بھرے الفاظ سُن کر بے حد حیرت ہوئی تھی۔

”تم ان شیطانوں کو نہیں جانتے فیملر جب کہ میں ذاتی طور پر بہت حد تک واقف ہو۔ یہ لوگ ایسے کام کر لیتے ہیں جسے عام طور پر ناپسند سمجھا جاتا ہے۔ اب دیکھو میں نے کس شے کو کس قدر احتیاط میں رکھا لیکن یہ لوگ سیدھے انگڑا کر پہنچ گئے جیسے انہیں پہلے سے ہی سب باتوں کا علم ہو۔ اس کے بعد انہی تم نے خود لپورٹ دی ہے کہ کرنل باگراور ڈیزرٹ کمانڈرز کا طاقتور حلقہ بھی ٹوٹ گیا ہے حالانکہ میں جانتا ہوں کہ اس حلقے کو قائم کرنے کے لئے کس قدر کثیر دولت اور کتنی چلی منصوبہ بندی کی گئی تھی۔ اور اگر راڈنی ذہانت استعمال نہ کرتا تو تم ڈاکٹر دانی کو لے کر پکے ہوئے چل کی طرح ان کی جموں میں جا گرتے۔ اور اب بھی تجھے یقین ہے کہ راڈنی لاکھ محض مند بنے لیکن یہ شیطان اس کے بس کا لوگ ہی نہیں ہیں۔ اور۔“ صدر مملکت واقعی مکمل طور پر مایوسی کا شکار ہو چکے تھے۔

”سرا بھی وہ لوگ لیبارٹری سے دور ہیں۔ اور لیبارٹری میں کسی صورت بھی داخل نہیں ہو سکتے۔ آپ کو تو معلوم ہے کہ جب تک لیبارٹری کو اندر سے نہ کھولا جائے تو بھی لیبارٹری میں داخل نہیں ہو سکتی وہ لاکھ سر ہٹکتے ہیں لیکن یہ میرا دعویٰ ہے کہ وہ کسی صورت بھی لیبارٹری میں داخل نہیں ہو سکیں گے اور جب تک وہ لیبارٹری میں داخل نہ ہو جائیں۔ وہ لیبارٹری کو کسی قسم کا کوئی معمولی سا نقصان بھی نہیں پہنچا سکتے۔ اس لئے آپ

پر اُجھاتے۔“ فیملر نے کہا اور پھر اس نے جلدی سے سامنے موجود ایک بڑے اور ٹانگ رینج ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کرنا شروع کر دیا۔

”ہیلو ہیلو سیکورٹی چیف فیملر مزم گا لیا لیبارٹری اور۔“ فیملر نے بار بار یہ فقرہ دوہرا کرنا شروع کر دیا جس میں کچھ سیٹی پر وہ بات کر رہا تھا وہ فریکوئنسی صدر مملکت کی مخصوص فریکوئنسی تھی اور اس فریکوئنسی پر پورے صدر بات کرتے تھے۔ اس لئے اس نے جان بوجھ کر لفظ کانگ استعمال نہ کیا تھا کیونکہ صدر کو کال کرنا پورے گول کے خلاف تھا۔

”یسس بیڈیڈٹ انڈنگ اور۔“ ٹیکھٹ ٹرانسمیٹر سے صدر مملکت کی باوقار مگر جلدی آواز سنائی دی۔

”جناب میں فیملر رول رہا ہوں گا لیا لیبارٹری سے۔ آپ کو ایک اہم لپورٹ دینی ہے اور آپ سے مزید ہدایات دینی ہیں اور۔“ فیملر نے اہمیت کی صورت پر مودبانہ لہجے میں کہا۔

”کیا لپورٹ۔“ تفصیل سے بات کرو اور۔“ صدر مملکت کے لہجے میں حیرت تھی اور جو اب میں فیملر نے پہلے کرنل باگرا کی کال ملنے اور اس سے ہونے والی گفتگو کے بعد راڈنی کی کال اور اس کے ساتھ ہونے والی تمام گفتگو تفصیل سے دوہرا دی۔

”اے تو اس کا مطلب ہے کہ کرنل باگرا مکمل طور پر ناکام ہو چکا ہے۔ اور عراق اور اس کے ساتھیوں نے ڈیزرٹ کمانڈرز کا گھیراؤ کر اس کا خاتمہ کر دیا ہے۔ ساری پلاننگ ہی غلط ہو گئی ہے۔ اور۔“ صدر مملکت نے تہمتی مایوسانہ لہجے میں کہا۔

”ایسی تو کوئی بات نہیں سر۔ راڈنی بہت ذہین آدمی گ رہا ہے۔“

یہ فکریں ڈنڈرٹ کمانڈو کو چاہے وہ ختم کیوں نہ کر دیں مگر وہ اپنا اصل مقصد نہنگی بھر حاصل نہ کر سکیں گے اور۔۔۔ فیلڈ نے بڑے با اعتماد لہجے میں کہا۔

”ہو نہ ہو ٹھیک ہے۔ اب میری ہدایات سن لو۔ تم نے لیبارٹری کو مکمل طور پر سیل کر دینا ہے۔ ٹرانسمیٹر کال بھی تم بیرونی دنیا سے رسیو نہیں کرو گے۔ تہذا رابطہ اب صرف فحش سے براہ راست ہو گا تم نے تجھے کال کرنا ہے اور صرف میری کال رسیو کرنی ہے جب تک میں دوسرا حکم نہ دوں۔ بور۔۔۔ صدر مملکت نے اس بار تیز لہجے میں کہا

یس سر اور۔۔۔ فیلڈ نے جواب دیا۔

”اس ہدایت پر انتہائی سختی سے عمل کیا جائے گا اور اینڈ آف۔۔۔ دوسری طرف سے سخت لہجے میں کہا گیا ادا اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر میں سے دوبارہ ٹول ٹول کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ فیلڈ نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ٹرانسمیٹر آف کر دیا اور پھر اس نے سائیڈ پر موجود انٹر کام کال رسیو راٹھارٹیا اور ایک نمبر پر پری کر دیا۔

”یس۔۔۔ رسیور میں سے آواز ابھری۔

”رابرٹ لیبارٹری کو مکمل طور پر سیل کر دو اور بیرونی دنیا سے تا حکم ثانی ہر قسم کا رابطہ ختم کر دو۔۔۔ فیلڈ نے سخت لہجے میں کہا۔

”اوہ سر۔ کیا کوئی نظر ہے۔۔۔ دوسری طرف سے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا گیا۔

”ہاں یہ صدر اسرائیل کا حکم ہے۔ دشمن ملک کے ایجنٹ اس لیبارٹری کو تباہ کرنا چاہتے ہیں اور وہ لیبارٹری کے قریب پہنچ چکے ہیں۔۔۔

فیلڈ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ ٹھیک ہے سر حکم کی تعمیل ہوگی۔۔۔ دوسری طرف سے

کہا گیا اور فیلڈ نے اوکے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

تب اس یہ صورت حال کب تک رہے گی میں پوچھی لے کر جانا چاہتا ہوں۔۔۔ ساتھ کھڑے ہوئے دانس نے کہا۔

”فی الحال چھٹی بھول جاؤ۔ جب تک یہ ایجنٹ ختم نہیں ہو جاتے۔ ہم باہر جانا تو ایک طرف باہر جھانک بھی نہیں سکتے۔۔۔ فیلڈ نے جواب دیا۔

”ہاں اگر ہم خود ان ایجنٹوں کو ختم کر دیں تو میرے خیال میں یہ بات ہمارے کریڈٹ میں جاتے گی۔۔۔ دانس نے چند لمحے خاموشی پسے کے بعد کہا۔

”وہ کیسے۔۔۔ فیلڈ نے چونک کر پوچھا۔

ہمارے پاس ریڈلائٹ سٹارٹ موجود ہے۔ اگر ہم اسے اوپر فف میں پھونک دیں تو وہ دور دور تک کے علاقے کو نہ صرف چیک

کرنا رہے گا، بلکہ ہم اس کے ذریعے جہاں بھی چاہیں جس کو بھی چاہیں ریڈ ریز کے ذریعے ختم بھی کر سکتے ہیں۔ اس طرح ہم آسانی سے ان لوگوں کا خاتمہ کر سکتے ہیں۔ ورنہ تو ہم

انہوں کی طرح یہاں بند رہیں گے۔ اور یس معلوم تک نہ ہو سکے گا کہ باہر کیا ہو رہا ہے۔۔۔ دانس نے کہا۔

”اوہ واقعی دیری گڈ۔ اس کا تو تجھے خیال ہی نہ رہا تھا۔

دیری گذرانس ٹھیک ہے آؤ۔۔۔ فیلڈ نے مسرت بھرے لہجے میں کہا اور کسی سے اٹھ کر تیزی سے دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ جب کہ رانس بھی مسکراتا ہوا اس کے پیچھے چل پڑا۔



عمران کی نظریں آسمان پر لگی ہوئی تھیں۔ وہ چوہان کے ساتھ اس وقت زیردن اوڑے سے باہر ایک ٹیلے کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا جب کہ باقی ساتھی اوڑے کے اندر موجود تھے۔ اوڑے کا بیرونی راستہ بند تھا۔ انہیں یہاں چھپے ہوئے تقریباً آدھا گھنٹہ گزر چکا تھا کہ دور سے ایک سیاہ دھبہ سامنے نمود ہوا۔ اور عمران اس دھبے کو دیکھ کر چونک پڑا۔ دھبہ تیزی سے غلیب ہوتا چلا گیا اور پھر چند لمحوں بعد وہ دھبہ ایک تیز رفتار ہیلی کاپٹر کی صورت میں نظر آنے لگا۔ ہیلی کاپٹر واقعی انتہائی تیز رفتاری سے اڑ رہا تھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے وہ ان کے سروں پر پہنچ گیا۔ ہیلی کاپٹر کی رفتار آہستہ ہو گئی تھی۔ اور اوڑے کے بیرونی راستے کے اوپر فضا میں ہی معلق ہو گیا۔

”اب یہ کال کر رہے ہوں گے۔ راستہ کھلوانے کے لئے۔“ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ خاموش بیٹھ ہوئے چوہان نے سر ہلا دیا۔ توڑی دیہ بعد ہیلی کاپٹر آہستہ آہستہ نیچے اتارنے لگا۔

”یہ دونوں دو مختلف سائیلوں سے آئیں گے۔ ایک کو میں قاتل کہوں گا۔ دوسرے کو تم نے کرنا ہے۔“ عمران نے چوہان سے مخاطب ہو کر کہا۔

”میرا تو خیال ہے اس آرٹھر کو جو ڈاکٹر درانی کے میک اپ میں ہے گولی کیوں نہ مار دی جائے۔“ چوہان نے کہا۔

”ہاں وہ ہمارے لئے فضول کا دمی ہے لیکن اس وقت جب یہ راڈنی قاتل آجائے۔“ عمران نے کہا اور چوہان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ہیلی کاپٹر اب نیچے اتر چکا تھا۔ ہیلی کاپٹر کی دم اس ٹیلے کی طرف تھی جس کے پیچھے عمران اور چوہان دیکے ہوئے تھے۔ پھر ہیلی کاپٹر سے دو آدمی نیچے اترے۔

”دوئیں طرف اگر تھر ہے۔ تم اس طرف جاؤ۔“ عمران نے کہا اور پھر تیزی سے اٹھ کر ٹیلی کے سائیل سے نکل کر جیکے جیکے نگار میں وہ ریت پر دوڑتا ہوا ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھ گیا۔ وہ دونوں ہیلی کاپٹر سے نیچے اتر کر آگے اوڑے کے بیرونی راستے کی طرف چل پڑے تھے۔ عمران ہیلی کاپٹر کی سائیل سے ہوتا ہوا جب آگے بڑھا تو اس نے ان دونوں کو کھٹا اس راستے کے بالکل قریب کھڑا دیکھا۔ ان کی پوری توجہ اس جگہ پر تھی جہاں سے راستہ کھٹا تھا۔ راڈنی نے دونوں ہاتھ پہلوں میں ڈالے ہوئے تھے جب کہ آرٹھر جو ڈاکٹر درانی کے میک اپ میں تھا ڈھیلے ڈھالے اور بے نیازانہ انداز میں کھڑا ہوا تھا چوہان بھی ہیلی کاپٹر کی دوسری طرف سے ہوتا ہوا آگے پہنچ چکا تھا۔ اور پھر وہ دونوں ہی انتہائی احتیاط سے آگے بڑھنے لگے۔ وہ احتیاط اس بات



ڈال دیا۔

”اس کیپول کا کیا کرنا ہے“ — جو ہان نے پوچھا۔  
 ”اسے ہیلی کاپٹر کے ساتھ مار دو۔ ٹوٹ کر ختم ہو جائے گا۔“ —  
 عمران نے کہا اور جو ہان نے مڑ کر بے دلی قوت سے کیپول پیچھے موجود  
 ہیلی کاپٹر کی طرف اچھال دیا۔ کیپول ہیلی کاپٹر سے ٹکرا کر پرروں میں  
 بکھر دیا۔ عمران نے حیب سے ایک جھوٹا سٹائٹس میٹر نکالا اور پھر  
 اس کی سائیڈ پر موجود بیس دبا دیا۔

”ہیلو خاور عمران بول رہا ہوں۔ اب راستہ کھول دو کام ہو گیا ہے  
 اور“ — عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے اچھ“ — دوسری طرف سے خاور کی آواز سنائی دی۔  
 اور عمران نے سٹائٹس میٹر آف کر کے اسے حیب میں ڈال دیا۔

”تم اسے اٹھا کر اندر لے چلو۔ اب تجھے اس ہیلی کاپٹر کو بھی اندر لے  
 جانا ہو گا۔ لازماً اس کا بھی کوئی نہ کوئی سسٹم موجود ہو گا۔“ — عمران نے  
 کہا اور چند لمحوں بعد ان کے سامنے ریت کا ایک چھٹا سا حصہ کسی صندوق  
 کے ڈھکن کی طرح اوپر کو اٹھ گیا۔ اور خاور باہر جھانک رہا تھا۔  
 آگے بڑھا اور نیچے اتر گیا۔ جو ہان بھی راڈی کو اٹھا کر کانڈے پر لٹا ہے  
 اس کے پیچھے آگیا۔

”اسے وہیں کر نل پاگے کے ساتھ اچھی طرح بانڈھ دو۔ میں مشین روم  
 میں جا رہا ہوں تاکہ ہیلی کاپٹر کو اندر لے جانے کا راستہ ڈھونڈ لوں۔“  
 عمران نے کہا اور تیز قدم اٹھاتا سرنگ نما راستے میں آگے  
 چلا گیا۔

کی کر رہے کہ ان کے قدم تلے سے ریت ٹپکنے کی آواز نہ سنائی دے۔ سورج  
 چونچا کر چھتر اور راڈی کے سامنے بچک رہا تھا اس لئے ان کے سامنے پیچھے  
 پڑ رہے تھے۔ ورنہ اگر ان کی خلاف سمیت میں سورج ہوتا تو پھر لازماً سورج  
 اور جو ہان دونوں کے سامنے ان کی ساری احتیاط کا بھرم کھول دیتے۔

”کمال ہے ابھی تک راستہ ہی نہیں نکلا۔“ — راڈی کی آواز سنائی  
 دی اور عین اسی لمحے جو ہان اور عمران دونوں عین ان کے عقب میں پہنچ  
 گئے۔ ان دونوں کے ہاتھوں میں ریلواری موجود تھے۔ دوسرے لمحے ان دونوں  
 کے باندھ بیک وقت حرکت میں آگئے۔ اور ریلواریوں کے بھاری دھستے پوری  
 قوت سے ان دونوں کی کوپڑیوں پر بڑھے اور وہ دونوں ہی پیچھے ہوتے مڑ  
 کے بل سامنے ریت پر گرے یہ تھے کہ عمران کی لات بجلی کی کی تیزی سے  
 گھومی اور فیلر کی کنپٹی پر پوری قوت سے پڑی اور اٹھنے کی کوشش کرتا ہوا فیلر  
 دوبارہ ایک دھماکے سے پیچھے گرا۔ اور پھر ساکت ہو گیا۔ جب کہ اسی  
 لمحے جو ہان کے ریلواری سے شعلہ نکلا اور دھماکے کے ساتھ ہی اگر پھر کے حلق  
 سے جھج نکلی اور وہ بھی چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گیا۔

”مگد شواب اسے سیدھا کہے اس کی تلاش لے لو“ — عمران  
 نے کہا اور جو ہان نے ریلواری حیب میں ڈالا۔ اور اوندھے بڑے ہونے  
 راڈی کو اس نے گھا کر پشت کے بل کر دیا۔ دوسرے لمحے وہ اس کی حیب  
 سے نارنجی رنگ کا ایک بڑا سا کیپول اور ایک ریزرپٹل برآمد کر  
 چکا تھا۔

”اوہ تو یہ ریزرپٹل لے آتا تھا۔“ — عمران نے ریزرپٹل جو ہان  
 کے ہاتھ سے لے کر اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا اور پھر اسے حیب میں

”پوچھ گچھ کا کام تم میرے سپرد کر دو۔ پھر دیکھو یہ کیسے بولتے ہیں۔“ عثمان جا میری لئے کہا۔

”نہیں۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ میں جلد از جلد یہاں سے نکلنا چاہتا ہوں کیونکہ کسی بھی لمحے ہم اس چوہے دان میں گھس سکتے ہیں۔“ عمران نے سپاٹ ابھی میں جواب دیا۔

”آپ اگر کہیں تو ہم میں سے کوئی باہر رہ کر چیکنگ کرتا ہے۔“ خاور نے کہا۔

”ہاں ٹھیک ہے۔ چوہان یہاں میرے ساتھ رہے گا۔ تم تینوں با چلے جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ اچانک کوئی گڑبڑ ہو جائے اور ہمیں معلوم نہ ہو سکے۔“ فک ڈیٹر اسمیر تو تمہاری جیب میں ہے۔ اگر کوئی بات ہو تو مجھ سے رابطہ کر لینا۔“ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور خاور عثمان اور طلحہ کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا جب کہ چوہان اس دوران ڈاڈی کا ناک اور منہ بند کر کے اُسے ہوش میں لے آنے کی کوشش میں مصروف رہا۔ پندھوں بعد جب آؤڈ کے جسم میں حرکت نمودار ہوئی تو وہ اسے سمجھ کر کنٹرل اباگر کی طرف بڑھ گیا اور پھر وہ دونوں یکے بعد دیگرے چند گولوں کے وقفے میں ہوش میں آ گئے۔ اور ان دونوں کے حلق سے کراہیں سی نکلی گئیں۔

”راڈنی تم واقعی ایک ذہین آدمی ہو اور میں ذہانت کی قدر کرتا ہوں چاہے ذہین آدمی میرا مخالف ہی کیوں نہ ہو۔ تم نے جس طرح ایک تھقی دن کے ذریعے ہمیں منہ بوجھ کر کے ہم پر قابو پانے کا منصوبہ بنایا تھا اس سے تمہاری ذہانت ظاہر ہوتی ہے۔ اس لئے میں تمہیں ضائع نہیں کرنا چاہتا۔“

چوہان راڈنی کو اٹھاتے خاور کے ساتھ چلتا ہوا آگے بڑھا۔ خاور نے راستہ دو بار بند کر دیا تھا اور پھر وہ دونوں ایکٹھی اس کمرے میں پہنچ گئے۔ چوہان کنٹرل اباگر ابھی تک ستون سے بندھا ہوا تھا عثمان جا میری اور طلحہ دونوں اس کمرے میں کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ انہیں اندر آنا دیکھ کر وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔

”کیا ہوا کوئی گڑبڑ تو نہیں ہوئی۔“ عثمان جا میری نے

پوچھا۔ ”گڑبڑ کیسی عثمان صاحب۔ سب او۔ کے ہو گیا ہے۔“ چوہان نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے اور خاور دونوں نے بل کر راڈنی کو بھی طرح ستون سے بانٹھ دیا۔

”وہ اس کا دوسرا ساتھی۔“ عثمان جا میری نے پوچھا۔

”وہ غیر اہم تھا اس لئے تم سے باہر ہی گلی مار دی ہے۔“ چوہان نے کہا اور عثمان جا میری نے سر ہلا دیا۔

”عمران صاحب ساتھ نہیں آئے۔“ عثمان جا میری نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد پوچھا۔

”وہ سیلی کا پٹر کو اندر لے آنے کی کوشش کر رہے ہیں۔“

چوہان نے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد عمران مسکراتا ہوا اندر داخل ہوا۔ ”بڑی مشکل سے بڑا حصہ کوٹنے کا طریقہ تلاش کیا ہے۔ بہر حال اب سیلی کا پٹر محفوظ ہو گیا ہے۔ ٹھیک ہے اب ان دونوں کو ہوش میں آؤ۔ تاکہ ان سے صحیح معنوں میں پوچھ گچھ کی جا سکے۔“ عمران نے کہا۔

”گدو شواہچا ہتھیار ہے۔ مزہ تو آتا ہے آدمی کو مارنے کا کیوں راڈنی۔ یہ تم ہمارے لئے لے آئے تھے ناں۔“ عمران نے ہاتھ میں فوج داس خوفناک ریزپبل کواٹ پلٹ کر دیکھے ہوئے ایسے انداز میں کہا جسے بچے کسی دل پسند مکمل کرنے کو استعمال کر کے خوش ہوتے ہیں اور راڈنی کا چہرہ یکلخت زرد پڑ گیا۔

”تم مجھے کیسے پہچانتے ہو جب کہ میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا ہے۔“ راڈنی نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

”ابھی تم نے مجھے دیکھا ہی کہاں راڈنی۔ ویسے کیا تمہیں یہ معلوم نہ تھا کہ جس مشین کے ذریعے تم نے زیر و ن کو چیک کیا ہے ویسی ہی مشین یہاں بھی موجود ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور راڈنی بری طرح چونکا اور پھر اس کے ہونٹ سختی سے میچ گئے۔

”اب ابتدائی مذاکرات تو ہو گئے۔ اب تم مجھے بتاؤ کہ اگلی ایسا پٹری کا خصل وقوع کیا ہے اور اس کے حفاظتی انتظامات کی کیا تفصیل ہے۔“ عمران نے اس بار تشک لہجے میں کہا۔

”مجھے نہیں معلوم۔ میں کبھی وہاں نہیں گیا۔“ راڈنی نے فوراً ہی جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تو پھر خواہ مخواہ میں نے تمہیں لے آنے کی درد سہری مول لی۔ تمہیں بھی آکر قہر کے ساتھ ہی ختم کر دیتا۔ چلو دوسرا تماشہ دیکھنے کو بل جاتے گا۔“ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور ریزپبل کو راڈنی کی طرف سیدھا کر دیا۔ اس کے چہرے اور آنکھوں میں یکلخت سفاکی کے تاثرات ابھر آئے۔

تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم میرے چند سوالات کا صحیح صحیح جواب دے دو۔“ عمران نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

”تت تت تم یہاں کیسے آ گئے راڈنی۔“ کرنل اباگر نے ہونٹ جپاتے ہوئے راڈنی سے غافل ہو کر کہا۔

”تم خاموش رہو کرنل اباگر۔ تم اپنے اسسٹنٹ کے مقابلے میں بالکل ہی ڈفر آدمی ہو۔ اور مجھے ایسے لوگوں سے شدید نفرت ہے جو صرف طاقت کے زور پر سب کچھ کر لینا چاہتے ہیں۔ اب اگر تم بولے تو میں تمہیں گولی مار دوں گا۔“ عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

کاش۔ مجھے پہلے خیال آجاتا کہ تم ایسے آدمی ہو تو آج تم یوں میرے سامنے زبان نہ چلا رہے ہوتے۔“ کرنل اباگر نے ہونٹ میستے ہوئے کہا۔

”او۔ کے تم نے میری ہدایت کا خیال نہیں رکھا اس لئے اب تمہیں خاموش کرنے کا بھی طریقہ رہ گیا ہے۔“ عمران نے پشیمارتے ہوئے کہا اور دوسرے ٹپے اس نے وہی ریزپبل نکالا جو اس نے راڈنی کی جیب سے حاصل کیا تھا اور اس کا ڈرنگ کرنل اباگر کی طرف کرتے ہوئے ٹریجر دیا۔ ایشل میں سے تیز مٹرن رنگ کی شعلہ نکلی اور دوسرے ٹپے کو کرنل اباگر کی میچ سے گونج اٹھا۔ ریزپبل ہی اس کے جسم پر پڑی۔ اس کے بولے جسم میں خوفناک آگ بھڑک اٹھی اور پھر گونجت جلتے کی سڑاند کے ساتھ ساتھ کرنل اباگر کی پے درپے پٹوں سے کچھ گونج اٹھا۔ دوسرے ٹپے وہ شعلہ بنا زمین پر گرا۔ اور چند لمحوں بعد جب شعلے بجھے تو وہاں صرف راکھ کا ایک چھوٹا سا ڈھیر موجود تھا۔

”دیکھو رادنی اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو ایک ہی صورت ہے کہ  
 ڈرامہ نویس پر لیبارٹری کے سیکوریٹی انچارج فیلڈ سے بات کرو اور کسی  
 نہ کسی طریقے سے یہاں بلانے پر آمادہ کر لو ورنہ -----“ عمران  
 نے انتہائی سپیڈ بلج میں کہنا شروع کیا لیکن اس سے پہلے کہ اس  
 کا فقرہ مکمل ہوتا ایک خوفناک اور دل ہلا دینے والا دھماکا ہوا۔  
 اور دوسرے لمحے عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے پورا اڈہ اس کے سر پر ٹوٹ  
 گیا۔ اس نے اس کے فزکس میں آخری احساس ہی باقی رہا تھا کہ اس کے

”وہ آنٹی سون میں ہے۔“ مکمل طور پر ذمہ زمین ہے۔ صرف اندر سے کھولی جاسکتی ہے۔ باہر سے کسی طرح بھی اندر نہیں داخل ہوا جاسکتا۔ ویسے میں کبھی اندر نہیں گیا صرف ڈاکٹر درانی کو وہاں پہنچانے کے لئے پہلی کاپڑ پر گیا تھا۔ کرنل اباجر کے ساتھ۔ تب سے مجھے معلوم ہے کہ وہ آنٹی سون میں ہے۔ مجھ پر یقین کرو مجھے اس سے زیادہ تفصیل کا قطعی علم نہیں ہے۔“ راڈنی نے ہدایتی انداز میں کہا۔

”تم نے فیصلہ کو منع کیا تھا یہاں آنے سے۔“ عمران نے پوچھا۔

”ہاں جب مجھے تم پر شک پڑا کہ تم کرنل اباجر نہیں ہو۔ کیونکہ ڈاکٹر دھانی کو تو تم نے آبدوز سے وصول کر کے سیدھا لیبارٹری پہنچا دیا تھا۔ اس لئے جب تم نے اس کی بیماری اور پیشی کے بارے میں باتیں کیں تو مجھے شک پڑ گیا اور میں نے ایس۔وی ٹی مشین کے ذریعے چیکنگ کی پھر میں نے کال کر کے فیکٹور کو ساری تفصیلات بتادیں اور اُسے یہاں آنے سے روک دیا۔“ راڈنی نے جواب دیا۔

”یہ آنٹی سون کہاں ہے۔“ عمران نے ہونٹ چہلے موندے پوچھا۔

جسم میں موجود تمام ہڈیاں یکجہت خوفناک دباؤ کی وجہ سے پریں ہو کر  
چبٹی ہو گئی ہیں اور اس آٹھری احساس کے بعد ہر قسم کے احساسات  
یکجہت ختم ہو کر رہ گئے، بالکل ایسے جیسے فلم چلتے چلتے ٹوٹ جاتی  
ہے اور سکرین پر سے منظر غائب ہو جاتا ہے۔ شاید اس خوفناک  
اور بدل ہلا دینے والے دھماکے کے بعد اس کی زندگی کی فلم بھی ایک  
جھٹکے سے ٹوٹ چکی تھی۔

اس کو ہیڈ کوارٹر کے میں آپریشن روم میں بیٹھا ہوا تھا کہ یکجہت  
ٹرانسمیٹر میں سے سیٹی کی تیز آواز نکلی۔ اور اس کو نے چونک کر ٹرانسمیٹر کی طرف  
دیکھا اور دوسرے لمحے اس نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔  
”ہیلو کون بول رہا ہے اور“ — ایک باوقار مگر انتہائی حکمرانہ آواز  
سنائی دی۔

”میں اس کو بول رہا ہوں ڈیڑرٹ کمانڈوز ہیڈ کوارٹر سے۔ آپ  
کون صاحب ہیں اور“ — اس کو نے حیرت بھرے لہجے میں جواب  
دیتے ہوئے کہا۔

”پریڈنٹ آف اسرائیل سپیکنگ کرنل اباگر کا اسٹنٹ ڈاؤنی  
کہاں ہے اور“ — دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کو صدر اسرائیل  
کا نام سن کر اس بری طرح اچھلا کہ کرسی سمیت پیچھے گرتے گرتے بچا۔ اس  
کے قصور میں بھی نہ تھا کہ اسرائیل کا صدر اس طرح براہ راست اس سے

”یس سر ایس۔ وی۔ ٹی مشین سے میں چیک کر سکتا ہوں۔ اور۔“  
 — راسکو نے جواب دیا۔

”او۔ تم اچھی طرح دواں کے حالات چیک کرو میں ڈومنٹ  
 بعد پھر کال کروں گا تجھے تفصیلی رپورٹ دینا اور۔“ — صدر مملکت  
 نے کہا۔

”یس سر اور۔“ — راسکو نے جواب دیا اور صدر مملکت نے  
 اور اینڈ ایل کہہ کر رابطہ ختم کر دیا۔ راسکو نے جلدی سے ٹرانسمیٹر آف  
 کیا اور پھر اٹھ کر وہ تیزی سے ایک سائیڈ پر موجود ایک مشین کی طرف  
 بڑھ گیا۔ اس نے اس مشین کو آپریٹ کرنا شروع کر دیا۔ چند لمحوں بعد  
 مشین پر ایک منظر فکس ہوا۔ لیکن یہ کمرہ خالی پڑا تھا۔ راسکو نے ٹاپ  
 گھما کر فکس تبدیل کیا۔ اور پھر سکرین پر ایک کمرے کا منظر ابھرا تو راسکو  
 بڑی طرح چونک پڑا۔ کیونکہ کمرے میں ستونوں کے ساتھ کرنل ابا گراور  
 راڈنی رسیوں سے بندھے ہوئے کھڑے تھے اور ان کے سامنے ایک  
 پاکیشانی اور ایک مقامی بدو موجود تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ایک  
 ہٹن دیا یا اور مقامی بدو کی آواز کمرے میں گونج اٹھی۔

”تجھے ایسے لوگوں سے شدید نفرت ہے جو صرف طاقت کے زور  
 پر سب کچھ کر لینا چاہتے ہیں اب اگر تم بولے تو میں تمہیں گولی مار دے گا“  
 — مقامی بدو کا لہجہ یہ حد تیز اور سخت تھا۔ وہی بول رہا تھا جبکہ  
 وہ پاکیشانی خاموش کھڑا تھا۔

”کاش تجھے پہلے خیال آجائے کہ تم ایسے آدمی ہو سکتے ہو تو ہرج تم لوں  
 میرے سامنے کھڑے زبان نہ چلا رہے ہوتے“ — کرنل ابا گراور کی ہنسی

گفتگو بھی کر سکتا ہے۔ وہ بڑی طرح بوکھلا گیا تھا۔

”وہ وہ سروہ راڈنی سروہ زیدو ون میں گیا ہے۔ اب میں اس  
 کی جگہ یہاں انچارج ہوں سر اور۔“ — راسکو نے بری طرح گھبرائے  
 ہوئے بلچے میں جواب دیا۔

”اپنے آپ کو سمجھا لو سونو، تمہیں پوری طرح معلوم ہے کہ ہیڈ کوارٹر  
 میں کون کون سی مشینری نصب ہے۔ اور انہیں کس طرح آپریٹ کیا  
 جائے۔“ — صدر مملکت نے اس بار نرم بلچے میں کہا۔

”یس سر میں مشینری کا ہی انچارج ہوں سر اور۔“ — راسکو نے  
 اپنے آپ کو سمجھاتے ہوئے جواب دیا۔

”سونو زیدو ون میں دشمن ایجنٹ موجود ہیں۔ تمہیں معلوم ہے اور۔“  
 — صدر مملکت نے کہا۔

”یس سر تجھے راڈنی نے تفصیل بتائی ہے۔ وہ انہیں پکڑنے کے لئے  
 دواں گیل ہے۔ آر فکٹر کے ساتھ۔ آر فکٹر پر اس نے کسی پاکیشانی ڈاکٹر  
 کا میک اپ کر دیا ہے اور۔“ — راسکو نے جواب دیا۔ وہ پوری  
 طرح سنبھل چکا تھا۔

”کتنی دیر ہوتی ہے اُسے یہاں سے گئے ہوئے اور۔“ — صدر مملکت  
 نے پوچھا۔

”سر یہاں سے گئے ہوئے آدھا گھنٹہ ہو چکا ہے۔ وہ اب دواں  
 پہنچ چکے ہوں گے اور۔“ — راسکو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیا تم یہاں سے کسی صورت چیک کر سکتے ہو کہ زیدو ون کی کاپیڈ زینٹ  
 ہے۔“ — صدر مملکت نے پوچھا۔

کیا تم فوری طور پر زیروون اڈہ تباہ کر سکتے ہو۔ وہاں جا کر اسے تباہ کرنے کے لئے تمہیں کتنا وقت چاہیئے۔ اور“ — صدر مملکت نے پچھنے پچھنے ہلچے میں کہا۔

”اڈہ جناب اڈہ جناب پورا اڈہ تو جناب یہاں سے بھی تباہ کیا جاسکتا ہے۔ یہاں ڈسٹرکشن یاورشین موجود ہے سر۔ اور اس کی مدد سے جناب سارے اڈے اڑانے جاسکتے ہیں سر مگر اس طرح پورا اڈہ یکلخت تباہ ہو جائے گا۔ اور“ — راسکو نے جواب دیا۔

”اوہ اگر ایسا ہے تو پھر بہت اچھا ہے فوراً یہ پورا اڈہ تباہ کر دو۔ اڑا دو اس اڈے کو۔ تاکہ اس میں موجود ہمارے دشمن بھی ختم ہو جائیں اور“ — صدر مملکت نے یکلخت انتہائی پرجوش اور گونجدار ہلچے میں کہا۔

”نچ جناب ٹھیک ہے مگر وہاں راڈنی اور — اور“ پورا اڈہ تباہ کرنے کا حکم سن کر راسکو فطری طور پر گھبرا گیا تھا۔

”اوہ یہ نائنس ایٹ ازمائی آرڈر پورا اڈہ اڑا دو فوراً — اور سنو اس کے بعد کمانڈر کی پوری فورس وہاں بھیج دو تاکہ وہ وہاں سے سب افراد کی لاشیں اٹھا کر یہاں لے آئیں۔ کتنی دیر میں لاشیں آجائیں گی یہاں۔ اور“ — صدر مملکت نے کہا۔

”سبس بیر ایک گھنٹے کے اندر پہنچ جائیں گی سر اور“ — راسکو نے جواب دیا۔

”او۔ کے فوراً حرکت میں آ جاؤ۔ فوراً بغیر کوئی وقت ضائع کے اور جب اڈہ تباہ ہو جائے تو تجھے ٹرانسمیٹر کال پر اطلاع دینا۔ فوری کونٹری نوٹ

سنائی دی۔ او۔ کے قہ نے میری ہدایت کا خیال نہیں رکھا اس لئے اب تمہیں خاموش کرنے کا بھی طریقہ ترہ گیا ہے“ — اس مقامی بدو نے پھنکارنے ہوتے ہلچے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے ریز پشٹل نکال لیا۔ راسکو پشٹل دیکھ کر چونک پٹا۔ اور پھر اس کی آنکھیں خوف اور دہشت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ جب اس مقامی بدو نے کرنل اباگر پر دینے فائر کر دیا اور اب وہ سکرین پر کرنل اباگر کے جسم کو آگ کا شعلہ بنے صاف طور پر دیکھ رہا تھا اس کے ہونٹ پھینچ گئے۔ اسی لمحے اسے ٹرانسمیٹر کال کی آواز سنائی دی اور اس نے مٹین آف کی، اور بھاگتا ہوا واپس ٹرانسمیٹر کے قریب آیا اور اس نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

”ہیلو سیلڈ اور“ — دوسری طرف سے صدر مملکت کی سخت مگر باوقار آواز سنائی دی۔

”راسکو بول رہا ہوں جناب میں نے چیک کیا ہے جناب۔ راڈنی اور کرنل اباگر زیروون کے تیسرے کمرے میں سوتوں کے ساتھ ریسوں سے بندھے ہوئے کھڑے تھے۔ ان کے سامنے ایک مقامی بڑا کھڑا تھا اور اس کے ساتھ ایک پاکیشینی جناب۔ اور پھر اس مقامی بدو نے جناب میرے سامنے ریز پشٹل کا فائر کرنل اباگر پر کر دیا جناب اور کرنل اباگر شعلوں کی لپیٹ میں آ گئے جناب اور“ — راسکو نے ہلچلتاے ہوئے ہلچے میں جلدی جلدی کہنا شروع کر دیا۔

”ہو نہہ اس کا مطلب ہے کہ راڈنی بھی ان کے ہاتھ لگ گیا ہے۔

کرلو اور ”۔ صدر مملکت نے انتہائی محکمانہ انداز میں کہا اور ساتھ ہی انہوں نے اپنی مخصوص فریختی بتا دی۔  
”یس سر میں ابھی اڈہ تباہ کر دیتا ہوں سر اور“۔ راسکو نے جواب دیا۔

”سنو اگر تم نے درست طور پر کام کیا تو ہمیں ڈیڑھ گھنٹہ کا کام چھوڑ دینا پڑے گا اور اسرائیل کا قومی ہیرو بن جائے گا۔ فوراً ایکشن میں آجاؤ اور اینڈ آف“۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر خاموش ہو گیا۔ ڈیڑھ گھنٹہ کا کام چھوڑ دینا پڑا اور اسرائیل کا قومی ہیرو بن جانے کا سہنے ہی راسکو کا خون پارے کی طرح اچھلنے لگا تھا۔ اس نے بجلی کی کسی تیزی سے ٹرانسمیٹر آف کیا اور پھر دوڑتا ہوا وہ مشین روم کی سائیڈ میں لگے ہوئے ایک اور دروازے کی طرف بڑھ گیا جہاں انتہائی خوفناک مشین ڈسٹرکشن یا در نصب تھی۔ مشین پر پٹرنگ رنگ کا کور چڑھا ہوا تھا۔ اس نے جلدی سے کور علیحدہ کیا اور پھر مشین کو آپریٹ کرنا شروع کر دیا۔ وہ اس طرح پھرتی اور تیزی سے یہ کام کر رہا تھا جیسے اس کے سم میں بجلیاں بھرنے لگی ہوں۔ تھوڑی دیر بعد وہ مشین کو آپریٹنگ پوزیشن میں لے آیا اور اس نے اس کے کنٹرول سیل کو آپریٹ کر کے اس پر زیرو ون ٹارگٹ فلکس کر دیا۔ مشین کی بوتلیاں چونکہ اب چارج ہوئی تھیں اس لیے انہیں فلکس پاور میں آنے کے لیے چند منٹ درکار تھے اور یہ چند منٹ اس نے اڈے کی تازہ ترین پوزیشن چیک کرنے میں گزارنے کا فیصلہ کیا اور اس سائیڈ روم سے نکل کر وہ تیزی سے دوڑتا ہوا واپس ایس۔وی۔ٹی مشین کی طرف بڑھ گیا۔

اس نے مشین کے ٹینک کے تو سکرین پر ایک بار پھر اس کمرے کا منظر ابھر آیا جس میں راڈنی ایک ستون سے بندھا ہوا کھڑا تھا جب کہ اس کے سامنے وہی مٹا ہی بدو اور ایک طرف ایک الیشیائی خاموش کھڑا تھا۔ مقامی بدو نے ریزرپٹل راڈنی پر تان رکھا تھا اور راڈنی مسلسل بولے چلا جا رہا تھا اور اس کی آواز مشین میں سے نشر ہونے لگی۔ راڈنی تیز تیز پیچھے میں اسے لیبارٹری کے محل وقوع کے بارے میں بتا رہا تھا۔ اس کا پیچھے ہی بتا رہا تھا کہ وہ اس وقت سخت خوف کے عالم میں بول رہا ہے۔

راسکو چند لمحوں تک کھڑا یہ سن رہا تھا پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر مشین بند کر دی اور واپس اس سائیڈ روم کی طرف بڑھ گیا۔  
”تمہاری موت کے بعد ہی میں چیف بن سکتا ہوں راڈنی اس لیے مجبوری ہے“۔ راسکو نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور مشین روم میں آکر اس ڈسٹرکشن یا در مشین کی فائنل چیکنگ میں مصروف ہو گیا۔ جب اُسے ڈائلوگ نے بتا دیا کہ مشین پوری طرح کام کرنے کے لیے تیار ہو چکا ہے اور زیرو ون اڈے کا ٹارگٹ بھی درست طور پر اینڈ جسٹ ہو چکا ہے تو اس نے مشین کے دو ٹینک پر ایس کر پڑے۔ دوسرے ٹینک مشین میں سے سیٹی کی تیز آواز نکلنے لگی اور ڈائلوگ پر موجود سوتیل تیزی سے مخالف سمتوں میں چلنے لگیں۔ راسکو نے سرخ رنگ کے ایک ہینڈل پر اپنا ہاتھ رکھا اور جب ڈائلوگ پر حرکت کرتی ہوئی دو ڈول سوتیلیاں مخصوص ہینڈل پر پہنچیں تو اس نے ایک جھٹکے سے ہینڈل کو باہر کھینچ لیا۔ ہینڈل کے باہر آتے ہی مشین میں سے نکلنے والی سیٹی کی آواز یکجہت کمرے میں کسی چیخ کی



نے جواب دیا۔

”اور۔ کے اور اینڈ آل“ — صدر مملکت نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ راسکو نے ٹرانسمیٹر آف کیا اور پھر تیزی سے فون کی طرف بڑھ گیا تاکہ کمانڈوز کا ایک دستہ لے کر ہیلی کاپٹر کے ذریعے زیرِ وِں کے اڈے تک پہنچ سکے۔

طرح گونجی اللہ دوسرے طے مشین اس طرح خاموش ہو گئی جیسے اس کی روح نکل چکی ہو۔ راسکو نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے سینڈل چھوڑا۔ اور پھر مشین کو مکمل طور پر آف کرنے میں مصروف ہو گیا۔ اُسے آف کرنے کے بعد اس نے اُسے دوبارہ سرخ کور سے ڈھک دیا اور پھر کمرے سے باہر نکل کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا دوبارہ ایس۔وی۔ٹی مشین کی طرف بڑھ گیا۔ گوارے معلوم تھا کہ زیرِ وِں اڈہ مکمل طور پر تباہ ہو چکا ہے لیکن پھر بھی صدر مملکت کو رپورٹ دینے سے پہلے وہ تسلی کر لینا چاہتا تھا۔ اس نے ایس۔وی۔ٹی مشین آف کی لیکن سگریٹ تار ایک ہی رہی تو اس نے مشین بند کی اور ٹرانسمیٹر کی طرف بڑھ گیا۔

”ہیلو ہیلو راسکو بول رہا ہوں سر اور“ — صدر مملکت کی بتائی ہوئی مخصوص فری کونسنسی ایڈجسٹ کرتے ہی اس نے پکارنا شروع کر دیا۔

”یس پریذیڈنٹ آف دی لائن کیا رپورٹ ہے اور“ — صدر مملکت کی سخت آواز سنائی دی اور راسکو نے جواب میں اب تک ہونے والی کارروائی کی پوری تفصیل بتا دی۔

”ویری گڈ۔ اب تم فوراً کمانڈوز فورس وہاں بھیج دو وہاں موجود جتنی لاشیں اور ان کے ٹکڑے ہیں وہ سب اپنے ہیڈ کوارٹر منگوا لو۔ جب لاشیں یا ان کے ٹکڑے آجائیں تو پھر مجھے کال کرنا۔ اور“ — صدر مملکت نے جواب دیا۔ ان کے ہالچے میں ہلکی سی مسرت کے تاثرات موجود تھے۔

”یس سر۔ میں خود وہاں جاتا ہوں سر۔ اور“ — راسکو

ادھر ادھر سر گھماتے ہوئے پوچھا۔

”وہ آپ سے کم زخمی ہے لیکن ابھی تک ہوش میں نہیں آیا۔ بہر حال زیادہ خطرے والی بات نہیں ہے۔ آپ دونوں کے جسم زخمی ہیں، لیکن ہڈیاں ٹوٹنے سے بچ گئی ہیں“ — خاور نے کہا۔

”اگر ہڈیاں بچ گئی ہیں تو پھر سمجھو سب کچھ بچ گیا ہے“ — عمران نے خوش گوار سے ہلچے میں کہا اور زیادہ تیز ہو گئیں لیکن اب عمران چونکہ پوری طرح دی۔ دھکی لہری اور زیادہ تیز ہو گئیں لیکن اب عمران چونکہ پوری طرح سنبھل چکا تھا اس لئے وہ اٹھ کر بیٹھنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ وہ ٹیلوں کے درمیان موجود تھا۔ اس کے ساتھ ہی چوہاں لیٹا ہوا تھا۔ اس کے جسم پر خون کے بڑے بڑے دھبوں کے ساتھ ساتھ اس کے سر کے ایک حصے پر بھی خون کے دھبے موجود تھے۔

”اوجھ عثمان اور طلحہ وہ کہاں ہیں“ — عمران نے حیرت سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

”وہ دونوں پانی، خوراک اور دوائیں لینے گئے ہیں۔ بہرہ رہے تھے کہ یہاں سے کچھ دور ایک چھٹی سی بستی ہے“ — خاور نے جواب دیا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”یہ ہوا کیا تھا میرا خیال ہے ہم دونوں اس کمرے میں دب گئے تھے وہ لاؤٹی اس کا کیا ہوا“ — عمران نے چونک کر پوچھا۔

”عثمان، طلحہ اور میں تینوں ٹیلوں کی اوٹ میں اوٹے کی نگہبانی کر رہے تھے کہ بیلکھنٹ ایک خوفناک اور دل ہلا دینے والا دھماکا ہوا۔ اور جسے ہم نے فٹال پتھر سے اس طرح اڑے والی جگہ سے ریت کا ایک

عمران کی آنکھیں ذرا سی کھلیں اور اس کے ساتھ ہی اس کے پورے جسم میں درد کی تیز لہری سی دوڑنے لگیں۔ درد کی یہ لہری اس قدر تیز تھیں کہ عمران جیسے شخص کے حلق سے مچی بے اختیار کراہیں نکل گئیں۔

”عمران صاحب ہوش میں آئیے“ — اچانک خاور کی آواز عمران کے کانوں میں پڑی تو اس کا سوا ہوا آشور بیلکھنٹ جاگ اٹھا۔ اس کی آنکھیں پوری طرح کھل گئیں۔ اس نے اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی لیکن خاور نے جو اس پر تھکا ہوا تھا اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے لیٹے رہنے پر مجبور کر دیا۔

”آپ شدید زخمی ہیں عمران صاحب۔ اس لئے ابھی آپ لیٹے رہیے“ — خاور نے کہا اور عمران نے سر ہلا دیا۔ اس کے پورے جسم میں ابھی درد کی تیز لہری سی دوڑ رہی تھیں۔

”خوہاں کا کیا ہوا“ — وہ بھی تو عمر

ہم وہاں سے بھاگ پڑے۔ پھر یہاں اس اڈے سے کافی دور آکر ہم ٹھہرے۔ اس کے بعد عثمان جاہری اور طلحہ نے کہا کہ وہ بلی۔ خوراک اور ادویات لینے قریبی بستی جاتے ہیں کیونکہ باوجود کوشش کے آپ کو بوڑھا نہ کر سکتا تھا۔ چنانچہ وہ دونوں ہی دوڑتے ہوئے چلے گئے اور میں یہاں آپ کے پاس بیٹھ گیا اور اب آپ کو خود بخود ہوش آگیا ہے۔

”کتنی دیر ہوگئی ہے۔ ان دونوں کو گئے ہوتے“ — عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔

”ابھی دس پندرہ منٹ ہی ہوئے ہوں گے ویسے وہ کہہ رہے تھے کہ اگر وہ مسلسل دوڑتے ہوئے جائیں اور اسی طرح واپس آئیں، تب بھی کم از کم تین گھنٹے انہیں لگ جائیں گے“ — خاور نے جواب دیا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”ظاہر ہے یہاں بسنیاں تو قریب قریب ہیں نہیں نجانے یہ کہاں ہوا گی بہر حال ہم اس اڈے سے کتنی دور موجود ہیں“ — عمران نے پوچھا اور اس نے اٹھ کر کھڑا ہونے کی کوشش شروع کر دی۔ ناور نے اسے سہارا دیا اور تھوڑی سی جدوجہد اور خفناک تکلیف برداشت کرنے کے بعد عمران کھڑا ہونے میں کامیاب ہوئی گیا۔

”ایک ضرر لاگ تو دور ہوگا، سی اڈہ“ — خاور نے کہا اور عمران نے سر ہلا دیا اور پھر وہ چوہان کی طرف مڑ گیا کیونکہ چوہان کے سر پر گھنے والی چمٹ اسے زیادہ خطرناک شخص ہو رہی تھی۔ چوہان کے قریب پہنچ کر وہ اس کے ساتھ بیٹھ گیا اور پھر اس نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اس کے دل کی کیفیت چیک کرنا شروع کر دی۔

فوارہ سا اوپر آسمان کی طرف بلند ہوتا گیا۔ اور ہم تینوں گھبرا کر اٹھے۔ اور اس طرف کو بھاگنے لگے۔ اس فوارے کے ساتھ ہی اندر موجود بلی کا بڑے کے پرزے بھی بکھر کر باہر آگئے تھے۔ چنانچہ ہم نے انہیں غنیمت سمجھا اور پھر اندازے سے ان پر نزل کی مدد سے اس جگہ کی کھدائی شروع کر دی جہاں ہمارے اندازے کے مطابق وہ کمرہ موجود تھا جس میں آپ اور چوہان تھے۔ بلی کا پٹر کے ان بڑے پرزوں کی مدد سے ہم تینوں نے بل کر ریت ہٹائی تو کنکرہ ٹیٹ کی چھت ایک طرف پڑی نظر آئی۔

چونکہ اڈے کی چھت اور دیواریں کنکرہ ٹیٹ کی بنی ہوئی تھیں اور دھماکہ شاید اس کمرے میں ہوا تھا جہاں مشین رقم تھا اس لئے اس سائیڈ کی دیوار نیچے گری اور اس صرح آدمی چھت فوارہ کو دور جاگری اور آدمی نیچے جھک کر فرش سے لگ گئی۔ آدمی چھت گرنے کی دیر سے راڈنی کے بندھے ہوئے جسم کو تو لہجے کے سرلوں کے کوفوں نے دھجیوں میں بدل دیا لیکن آپ اور چوہان اس چھت کے تلے کے نیچے دب گئے۔ مگر پوری چھت آپ پر نہ گری۔ چنانچہ ہم نے سائیڈ کھود کر راستہ بنایا اور پھر آپ کو اور چوہان کو باہر کھینچ لیا۔ چھت کے کنکرہ ٹیٹ کے بڑے بڑے ٹکڑے آپ دونوں پر گرے تھے۔ اس طرح آپ دونوں شدید زخمی تھے لیکن آپ کی ہڈیاں بہر حال ٹٹنے سے بچ گئی تھیں۔ باہر لا کر آپ دونوں کے ناک اور منہ میں بھری ہوئی ریت نکالی گئی لیکن آپ کی حالت تشویش ناک تھی، ہوش ہی نہ رہا تھا۔ پھر اس خیال سے کہ یہ دھماکا لانا کہیں دور سے کسی مشین کے ذریعے کیا گیا ہے اس لئے ہوسکتا ہے کہ کچھ لوگ یہاں آئیں۔ میں نے آپ کو اٹھایا اور عثمان جاہری نے چوہان کو اٹھا



گئے۔ عمران نے مسکراتے ہوئے حجاب دیا اور چوہان سر ملاتا ہوا اٹھ کر کھڑے ہوئے کی کوشش میں مصروف ہو گیا۔ ہیلی کا پڑاب کافی واضح ہو گئے تھے۔ دونوں جیگی اور تیز رفتار ہیلی کا پڑ تھے۔

”خاور ہم نے ان میں سے ایک ہیلی کا پڑ پر قبضہ بھی کرنا ہے اور کم از کم ایک اہم آدمی کو بھی قابو کرنا ہے ورنہ ہم یہاں ریت میں ہی مہموک پیاس سے ختم ہو جائیں گے۔“ عمران نے خاور سے مخاطب ہو کر کہا۔

”فٹیک ہے۔ آپ یہاں ٹھہریں میں بچلا ہاتا ہوں۔“ خاور نے کہا اور پھر عمران کے سر ہلانے پر اس نے تیزی سے کندھے سے لٹکی ہوئی مشین گن اتاری اور جھکے جھکے انداز میں دوڑتا ہوا ٹیلوں سے نکل گیا۔ عمران زیادہ تیز حرکت نہ کر سکتا تھا اس لئے وہ مجبوراً وہیں رک رہا۔ ہیلی کا پڑ اب ان سے کچھ دور فضا میں معلق ہو گئے تھے۔ عمران نے چوہان کو ٹیلے کی اوٹ لینے کا اشارہ کیا اور خود بھی ایک ٹیلے کی اوٹ میں دبک گیا۔ چوہان بھی رنگینا ہوا ٹیلے کی اوٹ میں ہو گیا۔ ہیلی کا پڑ کچھ دیر تک فضا میں معلق رہے۔ پھر آہستہ آہستہ وہ چمک اٹمے لگے۔ اور چند لمحوں بعد وہ ٹیلوں کی اوٹ میں چھپ کر ریت پر اتر گئے۔ عمران ہورنٹ پیچھے خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ وہ ہیلی کا پڑوں میں کافی لوگ آئے ہوں گے۔ یہ سب تر بیت یافتہ کمانڈرز تھے۔ اس لئے اکیلے خاور کے لئے ان سب سے نمٹنا خاصا دشوار مسئلہ تھا لیکن پوزیشن ایسی تھی کہ وہ اور چوہان دونوں وقتی طور پر بیکار ہو کر رہ گئے تھے لیکن عمران خاور کی صلاحیتوں سے واقف تھا اس لئے اسے یقین تھا

کہ وہ آسانی سے مار نہ کھاسکے گا اور پھر ٹوڑی دیر بعد دور سے فضا ریت ریت سے گونج اٹھی۔ دوسرے لمحے کی مشین گنیں چلنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ بولوں لگ رہا تھا جیسے دو گردلوں میں جھڑپ ہوئی ہو۔ عمران خاموش بیٹھا تھا کہ نیکوٹ اس نے ایک ہیلی کا پڑ کو انتہائی تیز رفتاری سے فضا میں بلند ہوتے دیکھا اور اس کے ساتھ ہی ہیلی کا پڑ کی سائیڈل سے شعلے نکل کر زمین پر گر گئے لگے اور راکٹ میزائلوں کے خوفناک دھماکوں سے فضا گونج اٹھی۔ دوسرے لمحے مشین گنوں کی آوازیں بند ہو گئیں۔ ہیلی کا پڑ کافی بلندی پر جا کر معلق ہو گیا۔ اُسی لمحے ہیلی کا پڑ کی سائیڈل سے ایک شعلہ نکلا اور پھر ایک ہورنٹ دھماکے سے گونج اٹھا۔ اور آگ کا ایک فوارہ ساریت کے ٹیلوں کے پیچھے سے نکل کر آسمان کی طرف بلند ہوا اور عمران سمجھ گیا کہ دوسرا ہیلی کا پڑ ہسٹ ہو گیا ہے۔ اُسی لمحے ہیلی کا پڑ تیزی سے مڑا۔ اور پھر اس طرف کو اُٹنے لگا جہاں عمران موجود تھا۔ پھر عمران کے قریب ہی وہ ریت پر اتر گیا۔ اور خاور چلانگ لگا کر نیچے اُترا۔ اور دوسرے لمحے اس نے صیٹ کر ایک آدمی کو ہیلی کا پڑ کے اندر سے کھینچا اور اُسے اٹھا کر کاندھے پر لاوا۔ اور دوڑتا ہوا ان ٹیلوں کی طرف بڑھنے لگا جہاں عمران اور چوہان موجود تھے۔

”بہت خوب خاور تم نے واقعی عقل مندی سے کام لیا ورنہ یہ بھروسے ہوتے لوگ اتنی آسانی سے نہ مارتے۔“ عمران نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب یہ ان کا ایڈر ہے۔“ خاور نے کاندھے پر لیٹے

اندامیں اٹھنے لگا لیکن اسی لمحے عمران نے پیراس کی گردن پر قبضہ کر لیا اور اسے ذرا سا موڑ دیا۔ چند لمحوں تک اس آدمی کا جسم ذبح ہوئی بکری کی طرح پھوٹتا رہا۔ اس کے حلق سے ہلکی ہلکی چیخیں نکل رہی تھیں اور اس کا چہرہ تیزی سے بگڑتا جا رہا تھا۔

”سو ایک لمحے میں تمہاری روح تمہارے جسم سے نکل سکتی ہے۔ اس لئے جو پوچھتا ہوں صحیح صحیح بتا دو“ — عمران نے غراتے ہوئے کہا اور پیر کو واپس کر دیا۔

”بب بب بتاتا ہوں خدا کے لئے اس قدر عذاب نہ دو — تم تم میں مہرجاؤں گا میں مہرجاؤں گا اور اس قدر اذیت“ — اس آدمی نے روتے اور بلبلا تے ہوئے کہا اور عمران اس کے چہرے کی کیفیت اور لہجہ کو دیکھ کر ہی سمجھ گیا کہ یہ آدمی کتنے مجرب و مالوم ہیں۔ وہ نہ اس کی حالت اس قدر جلدی خراب نہ ہو جاتی۔

”ٹھیک ہے میرا وعدہ کہ تمہیں زندہ رہنے دیا جائے گا بشرطیکہ تم ہمارے ساتھ پورا پورا تعاون کرو“ — عمران نے لات کو اس کی گردن سے ہٹاتے ہوئے کہا۔

”تم تم میں تیار ہوں۔ تجھے مت مارو“ — اس آدمی نے اسی طرح بلبلا تے ہوئے کہا۔

”تمہارا نام کیا ہے“ — عمران نے غراتے ہوئے پوچھا۔

”تم میرا نام راسکو ہے۔ راسکو“ — اس آدمی نے جواب دیا اور پھر عمران کے پے در پے سوالوں کے جواب میں اس نے تفصیل سے بتایا کہ وہ ہیڈ کوارٹر میں شنیری کا انچارج ہے۔ کرنل ابگر کے بعد

ہوئے یہ کوشش آدمی کو عمران کے سامنے ریت پر پھینکنے ہوئے کہا اور عمران نے سر ہلا دیا۔

”یہ بیسی کا پٹر کے قریب کھڑا دوسرے لوگوں کو ہدایات دے رہا تھا۔ کہ میں پچھتا ہوا اس کے قریب گیا اور پھر میں نے اس کے سر پر ضرب لگا کر دیہوش کیا اور باقی قریب موجود آدمیوں پر فائر کھول دیا۔ اس پر ادھر ادھر کھبھرے ہوئے کمانڈوز نے فوراً ٹیلوں کی اوٹ لے کر چھ پر فائر کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ میں نے اسے اٹھا کر بیسی کا پٹر میں ڈالا اور بیسی کا پٹر کی مدد سے میں نے ان سب پر راکٹ میزائل فائر کر کے ان کا خاتمہ کیا اور دوسرا بیسی کا پٹر بھی تباہ کر دیا اب وہاں کوئی آدمی نہیں اس کے علاوہ بارہ کمانڈوز تھے“ — خاور نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے بیلٹ سے اس کے ہاتھ باندھ دو۔ اب یہ خود بتائے گا کہ اڈے میں دھماکہ کس طرح ہوا اور کس نے کرایا“ —

عمران نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور خاور نے کمر کے گرد موجود بیلٹ کھولی اور پھر اس نے ریت پر پڑے ہوئے اس آدمی کو اونٹھا کر کے اس کے دونوں بازو عقب میں کرتے ہوئے انہیں بیلٹ سے مضبوطی سے باندھ کر اسے دوبارہ سیدھا کر دیا اور جھک کر اس نے اس کی ناک اور منہ دونوں ہاتھوں سے بند کر دیئے۔ چند لمحوں بعد ہی اس آدمی کے جسم میں حرکت محسوس ہوئی تو خاور نے ہاتھ ہٹا دیئے اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔ چند لمحوں بعد اس آدمی نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں اور پھر جیسے ہی اس کا شعور جاگا وہ خوفزدہ انداز میں عمران اور اس کے ساتھ کھڑے ہوئے خاور اور چہان کو دیکھ کر کھلے ہوئے

کراٹھلیا اور پھر اسے اسی حالت میں سیلی کا پٹر میں سوار کرایا۔ عمران،  
خاور اور جوہان بھی سیلی کا پٹر پر سوار ہو گئے۔ پائلٹ سیٹ خاور نے  
سنبھال لی جب کہ عمران سائڈ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ راسکو اور جوہان  
عقبی سیٹوں پر تھے۔ دوسرے لمحے خاور نے سیلی کا پٹر نفا میں بلند کیا  
اور تیزی سے اُسے اس سمت میں لے جانے لگا جدھر عثمان  
جامیری اور طلحہ گئے تھے۔ سیلی کا پٹر میں ایک طاقتور دوربین موجود  
تھی۔ عمران نے دوربین آنکھوں سے لگالی اور پھر تشریف آؤ سے گئے  
کی اڑان کے بعد اُسے دور سے دو افرو ٹیلوں کے درمیان دوڑتے  
ہوئے نظر آئے جو یکدم مختلف ٹیلوں کی اوٹ میں چھپ گئے۔

”میں نے انہیں دیکھ لیا ہے۔ وہ سیلی کا پٹر کو دشمن کا سمجھ کر چھپ  
گئے ہیں۔ شمال کی طرف لے جاؤ اسے اور بلندی کم کر دو۔“  
عمران نے دوربین ہٹاتے ہوئے خاور سے کہا اور خاور نے اس کی  
رفنار بھی کم کر دی اور اس کاٹخ شمال کی طرف موڑ کر اس کی بلندی کم  
کرنے لگا۔ عمران اب سر باہر نکالے جھک کر دیکھ رہا تھا۔  
”بس ٹھیک ہے۔ یہاں معلق کر دو اسے۔“ ایک جگہ  
پہنچتے ہی عمران نے کہا اور خاور نے اسے معلق کر دیا۔

”عثمان جامیری باہر آجاء۔ میں عمران ہوں۔“ عمران نے  
زور سے چیختے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے ایک ٹیلے کی اوٹ سے  
عثمان جامیری اچھل کر باہر آتے دکھائی دیا۔ اس کے چہرے پر  
حیرت کے آثار نمایاں تھے۔ اس نے پشت پر پانی کی ایک بڑی پگال  
اور ایک بڑا سا قیلا لادا ہوا تھا۔ پھر ایک اور ٹیلے کی اوٹ سے طلحہ

راٹنی اور راٹنی کے بعد کمانڈر کا انچارج اترتھا مگر راٹنی اور اترتھروں  
جب اس اڈے کی طرف آنے لگے تو اُسے عارضی طور پر انچارج بنایا  
گیا اور پھر صدر مملکت کی کال اور گفتگو کے ساتھ ساتھ ایس۔وی۔ٹی  
مشین سے چیکنگ اور ڈسٹرکشن پاور مشین سے دھماکے تک اس نے  
پوری تفصیل بتادی۔  
”اب ہیڈ کوارٹر میں کتنے افراد موجود ہیں۔“ عمران نے  
پوچھا۔

”فیلڈ کمانڈو کوئی نہیں ہے۔ مشینری اپریمز موجود ہیں۔“  
راسکو نے جواب دیا۔

”میں نے تعداد پوچھی ہے۔“ عمران نے کڑخت لہجے میں پوچھا۔  
”آٹھ۔ آٹھ آدمی ہیں۔“ راسکو نے جواب دیا۔

”خاور اسے اٹھا کر ٹیلے کے ساتھ پشت لگا کر بٹھا دو۔ اور خود تم سیلی  
کا پٹر لے کر اس طرف کو جاؤ جدھر عثمان جامیری اور طلحہ گئے ہیں بلندی  
پر سے وہ انہیں دور سے نظر آجائیں گے۔ انہیں ساتھ لے آؤ۔ ورنہ  
نجاتے انہیں واپسی میں کتنی دیر لگے۔ ہمیں فوراً اب ہیڈ کوارٹر پہنچنا  
ہے۔“ عمران نے ہونٹ چبھتے ہوئے کہا۔

”میرا خیال ہے ہم سب اس سیلی کا پٹر پر سوار ہو جائیں پھر جہاں  
یہ دو ٹولے ہیں انہیں ساتھ لے کر ہیڈ کوارٹر کی طرف چل پڑیں۔ اور عمران  
نے سر ہلا دیا۔

”ٹھیک ہے یہ اچھی تجویز ہے۔ اس طرح کافی وقت بچ جائے گا۔“  
عمران نے کہا اور خاور نے بندھے ہوئے راسکو کو بازو سے پکڑ

”یس را سکو اٹھنگ اور“ — عمران کے منہ سے راسکو کی آواز نکلی۔

”کیا پوزیشن ہے راسکو۔ دوسرا سیلی کا پٹر تم نے کیوں تباہ کیا ہے۔ اور“ — فیلر کی تیز آواز سنائی دی۔ اور عمران اس کے فقرے سے ہی کچھ گیا کہ کسی جگہ سے انہیں باقاعدہ چیک کیا جا رہا ہے۔ ایک آدمی زندہ بچ گیا تھا۔ اس نے اچانک سیلی کا پٹر لے کر نکلنا چاہا۔ اس پر مجبوراً غصے سے سیلی کا پٹر تباہ کرنا پڑا۔ اور“ — عمران نے جواب دیا۔

”کتنے آدمی تمہارے مارے گئے ہیں اور“ — فیلر کی آواز سنائی دی۔

”سات کمانڈوز مار دیئے گئے ہیں۔ اب باقی باقی بچے ہیں“ — عمران نے ایک ٹرک رک کر جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ہو نہ ہو شک ہے تمہارے سیلی کا پٹر میں چھ افراد کی نشاندہی ہو رہی ہے لیکن تم شمال کی طرف کیوں گئے تھے اور“ — فیلر نے سخت الجھے میں پوچھا۔

”ہم نے دو آدمیوں کو ٹیلوں کی اوٹ میں پھنستے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ ہم سمجھے کہ شاید ان کے ساتھی ہوں گے۔ لیکن وہ مقامی لوگ تھے۔ ہم نے دشمن گن سے ان کا خاتمہ کر دیا۔ اور“ — عمران نے ہونٹ بیچنے سے کہنا۔

”تمہیں اب مکمل یقین ہے کہ وہ پاکستانی ایجنٹ ختم ہو چکے ہیں۔ اور“ — فیلر نے کہا۔

یہی بابر آگیا وہ ابھی تک عمران کے میک آپ میں تھا۔ اس کی پشت پر بھی جھپٹا اور چھانگل لدی، ہوتی تھی۔ اور خاور نے انہیں دیکھتے ہی سیلی کا پٹر نیچے اتار لیا۔

”آجاؤ تمہیں کافی تکلیف اٹھانی پڑی خواہاں اور پانی کے لئے“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ یہ سیلی کا پٹر کہاں سے ہاتھ لگ گیا آپ کے“ — عثمان جا میری نے قریب آتے ہوئے حیرت بھرے آنچے میں پوچھا۔

”جب اللہ دینے پر آتے تو پھر سیلی کا پٹر بھی مل جاتے ہیں آجاؤ اوپر“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور عثمان جا میری اور طلحہ

دونوں سیلی کا پٹر پر سوار ہو گئے۔ عمران نے جھانک لے کر پانی بیا۔ اور نہ صرف عمران بلکہ راسکو سمیت سب کو پانی دیا گیا کیونکہ واقعی بیاس سب کو لگی ہوئی تھی۔

اس کے بعد عمران کی ہدایت پر خاور نے سیلی کا پٹر کڑھ بیٹھ کر اوڑھنی کی طرف موڑ دیا۔

لیکن ابھی انہیں پرواز کرتے ہوئے چند ہی لمحوں میں گئے کہ اچانک سیلی کا پٹر کا ٹرانسمیٹر جاگ اٹھا۔

”ہیلو ہیلو فیلر کا لنگ اور“ — ٹرانسمیٹر سے فیلر کی آواز ابھری اور عمران چونک بڑا۔

”اس کے منہ میں رو مال ڈال دو“ — عمران نے مڑ کر چوہان سے کہا اور چوہان راسکو پر جھپٹ بڑا۔ اور چند لمحوں بعد ہی اس کے منہ میں کپڑا ڈال دیا گیا۔ عمران نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔



راکھو نے تفصیل سے بتایا کہ جیسے ہی وہ سیلی کا پٹر لے کر فضا میں بلند ہوا فیلر کی کال آگئی۔ اس نے بتایا کہ اس نے لیبارٹری سیدلر کے دیہ لائٹ سٹلایٹ فضا میں بھیج دیا ہے تاکہ اگر پاکستانی ایجنٹ کسی طرے سے لیبارٹری کی طرف آئیں تو اس سٹلایٹ سے وہ ان کا خاتمہ کر دے گا۔ اس سٹلایٹ کی وجہ سے ہی اس نے ہمارے سیلی کا پٹر چیک کرتے اور میں نے اسے تفصیل بتادی کہ کس طرح صدر صاحب کے کہنے پر میں نے کارروائی کی ہے اور اب ان کے حکم پر ہی ایجنٹوں کی لاشیں لینے جا رہا ہوں۔ اس پر وہ خاموش ہو گیا اور اب اس کو دوبارہ کال آئی ہے۔

”سو نہ ریڈ لائٹ سٹلایٹ“ عمران نے اس طرے سے ہنسا رہا بھرتے ہوئے کہا جیسے کوئی گہری بات سوچ رہا ہو۔

”ہاں سب کے سب ختم ہو گئے ہیں لیکن اس کے لئے ہمارا ایک اڈہ بھی تیار ہوا ہے اور پاس کرنل باگرا، پاس راڈنی اور پاس آر تھرمی ہلاک ہو گئے ہیں اور اب صدر صاحب کے فرمان کے مطابق ڈینڈٹ کمانڈوز کا چیف میں ہوں یا دور“ — عمران نے جواب دیا۔

”اب تم کہاں جا رہے ہو اور“ — فیلر نے پوچھا۔  
 ”ہیڈ کوارٹر واپس جا رہا ہوں تاکہ صدر صاحب کو تفصیلی رپورٹ دے سکوں کہ خطرہ مکمل طور پر دور ہو چکا ہے اور“ — عمران نے کہا۔  
 ”او۔ کے ٹھیک ہے۔ اور اینڈ آئل“ — دوسری طرف سے بھی اہلکار بھرتے بلجے میں کہا گیا اور عمران نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”اس کے منر سے کہہ کر نکالو اور اٹھا کر اسے نیچے پھینک دو۔ اس نے تجھ سے یہ سب کچھ کیوں چھپا تھا“ — عمران نے ٹرانسمیٹر آف کرتے ہی راکھو کی طرف منہ کرنا شروع کیا۔  
 ”تو نے مجھ سے کہا اور جہاں نے پہلے اس کے منر سے کہہ کر اٹھنا اور پھر اسے دونوں بازوؤں سے اس طرح پکڑ لیا جیسے ایک جھکے سے اٹھا کر سیلی کا پٹر کی کھلی کھڑکی سے باہر پھینک دے گا۔

”ٹوک جاؤ خدا کے لئے تجھے موت پھینکو تم نے خود ہی نہ پوچھا تھا اور تجھے یاد نہ رہا تھا“ — راکھو نے بری طرح گھگھکاتے ہوئے بلجے میں کہا۔

”اچھا جیو اب بتاؤ“ — عمران نے سر ہلا کر کہا اور جواب میں

کے ہیڈ کوارٹر کی طرف جا رہا ہے۔ نہ ہی اس راسکو یا اس کے کمانڈرز نے وہاں طلبہ چیک کیا۔ نہ لاشیں دیکھیں۔ اور بقول اس کے صرف ایک آدمی مار کر یہ پالس چل پڑا۔ اور پھر مقامی آدمی مارنے کا کافی دور شمال کی طرف گیا۔ اسے ادھر ادھر ہانے کی ضرورت ہی کیا تھی۔

— رانس نے کہا اور فیلڈ نے سر ہلاتا دیا۔  
”واقعی راسکو کی باتوں میں کافی قبول موجود ہیں۔ اس لئے تو میں نے سٹائٹ آف نہیں کیا۔ لیکن ان کمانڈرز پر اب ہمارا تو کنٹرول نہیں ہے۔ اس لئے ہم کیا کر سکتے ہیں“ — فیلڈ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”میرا تو خیال ہے کہ ہمیں صدر مملکت کو اپنے خدشات سے آگاہ کر دینا چاہیے۔“ — رانس نے کہا۔

”نہیں صدر صاحب اس بات پر ناراض ہو جائیں گے کہ ہم نے لیبارٹری کو ان کے احکامات کے مطابق مکمل طور پر سیل کرنے کی بجائے جندی طور پر سیل کیا اور ریڈ سٹائٹ اوپر بھیج دیا۔ نہیں ہمارا تعلق صرف لیبارٹری تک ہے اور ہمیں یہیں تک محدود رہنا چاہیے۔ کمانڈرز جانیں اور اعلیٰ حکام جانیں۔“ — فیلڈ نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ رانس بھی سر ہلاتا ہوا ساتھ اٹھا۔

”جیک اگر سٹائٹ سے کوئی خاص کاشی کہے تو تجھے اطلاع دے دینا میں اپنے دفتر میں ہوں گا۔“ — فیلڈ نے ایک بڑی مشین کے پاس کھڑے ہوئے آدمی سے کہا۔

”یس باس“ — اس آدمی نے جواب دیا اور فیلڈ قدم بڑھاتا اس

”باس، راسکو کی بات سے میرا دل پوری طرح مطمئن نہیں ہو رہا۔“  
”جے جے ٹیوٹس ہو رہا ہے جیسے کہیں نہ کہیں کوئی گڑبڑ ضرور ہے۔“  
فیلڈ کے ٹرانسمیٹر آف کرتے ہی ساتھ بیٹھے ہوئے رانس نے کہا اور فیلڈ چونک پڑا۔

”کیا گڑبڑ۔“ وضاحت سے بات کرو۔ رانس۔“ — فیلڈ کا لہجہ غامض تھا۔

”باس آپ نے سٹائٹ سے بھیجے ہوئے کاش تو چیک کئے ہیں۔“  
دو پہلی کا پڑ گئے۔ ان میں راسکو کے علاوہ بارہ کمانڈرز تھے۔ پھر یہ پہلی کا پڑ نیچے اترے۔ اس کے بعد ایک پہلی کا پڑ فضا میں بلند ہوا پھر اس میں سے فائرنگ ہوتی دوسرا پہلی کا پڑ تباہ ہو گیا۔ اس کے بعد یہ پہلی کا پڑ کچھ دور دوبارہ اترتا۔ پھر وہاں سے بلند ہوا۔ اور شمال کی طرف گیا وہاں نیچے اترتا۔ اور پھر بلند ہو کر اب یہ دوبارہ ڈیزرٹ کمانڈرز

دی ہے اور گو انہوں نے وقتی طور پر اطمینان کا اظہار کیا ہے لیکن ان کے بلجے سے تجھے یہی اندازہ ہوا ہے کہ وہ مکمل طور پر مطمئن نہیں ہیں ویسے انہوں نے کہا ہے کہ وہ اپنا خصوصی نمائندہ جلد ہیڈ کوارٹر بھجوا رہے ہیں تاکہ تفصیلی اور مکمل انجوائری کی جائے اور۔۔۔ اسکو نے کہا۔

”اوہ اس لئے تم تصاویر منگو رہے ہو۔ لیکن ایر سٹلائٹ تصاویر نہیں بنا سکتا۔ وہ صرف ایر سیٹنگ سنٹر پر سپیشل کاشن دیتا ہے۔ اس لئے تصاویر والا مسئلہ تو حل نہیں ہو سکتا۔ تم نے صدر صاحب سے سٹلائٹ کے بارے میں بات کی ہے۔ اور۔۔۔“ فیلڈ نے جواب دیا۔

”نہیں میں نے تو نہیں کی۔ کیا تجھے کرنی چاہیے تھی۔ اگر ایسا ہے تو میں دوبارہ کال کر کے کہہ دیتا ہوں اور۔۔۔“ اسکو نے کہا۔ ”اسے نہیں اچھا کیا کہ انہیں تم نے یہ بات نہیں کی۔ کیونکہ صدر صاحب نے تو لیڈر ٹری کو مکمل سیل کرنے کے احکامات دیئے تھے لیکن میں نے اپنے طور پر چیکنگ کے لئے سٹلائٹ آن کر دیا تھا۔“ فیلڈ نے جواب دیا۔

”اوہ پھر تو اچھا ہوا۔ کہ میں نے اس سلسلہ میں کوئی بات نہیں کی۔ مگر اب تو لیڈر ٹری سیل کرنے کی ضرورت نہیں رہی اور۔۔۔“ اسکو نے کہا۔

”ہاں بظاہر تو نہیں رہی لیکن کچھ ایسی الجھنیں درپیش ہیں کہ ابھی میں نے سٹلائٹ آف نہیں کیا۔ تم یہ بتاؤ کہ تم شمال کی طرف کیوں

اپریشن دوم سے نکل کر اپنے دفتر کی طرف بڑھ گیا۔

”تم اپنی ڈیوٹی پر جاؤ۔ رائسن ہفتہ وار سپلائی کا وقت ہونے والا ہے۔“ فیلڈ نے اپنے پیچھے آتے ہوئے رائسن سے کہا اور رائسن سر ہلاتا ہوا ایک اور ماہداری میں مڑ گیا۔

فیلڈ اپنے دفتر میں آکر آرام کر سکی پڑ بیٹھ گیا۔ اس کی پیشانی پر سلوٹیں موجود تھیں۔ جو اس بات کا واضح طور پر پتہ دے رہی تھیں کہ وہ ذہنی طور پر بری طرح الجھا ہوا ہے۔ اس ذہنی ادھیڑ بکن میں کافی دیر گزر گئی لیکن اس کا ذہن کسی واضح نتیجے پر نہ پہنچ پا رہا تھا کہ اچانک ٹرانسمیٹر پر کال آگئی۔ فیلڈ نے چونک کر ٹرانسمیٹر کی طرف دیکھا اور پھر جلدی سے ہاتھ بڑھا کر اس کا بٹن آن کر دیا۔

”ہیلو ہیو۔ اسکو کاننگ فرام ہیڈ کوارٹر اور۔۔۔“ ٹرانسمیٹر آن ہوتے ہی اسکو کی آواز سنائی دی اور فیلڈ اسکو کی طرف سے کال سن کر ایک بار پھر چونک پڑا۔

”یس فیلڈ انڈنگ اور۔۔۔“ فیلڈ نے تیز بلجے میں کہا۔ ”مٹ فیلڈ کیا آپ اپنے سٹلائٹ کے ذریعے تصاویر بھی تیار کرتے ہیں اگر ایسا کرتے ہیں تو یقیناً وہ تصاویر تجھے دے دیں تاکہ میں صدر صاحب کو نبوت کے طور پر بھجوا دوں۔ اور۔۔۔“ اسکو نے کہا۔

”ہمارے صدر صاحب سے بات ہوئی ہے اور۔۔۔“ فیلڈ نے ہونٹ چہانے ہوئے پوچھا۔

”ہاں ابھی ہوئی ہے۔ میں نے انہیں تفصیلی رپورٹ دے

آدمی کی حجب سے ہمیں لیبارٹری کا اندرونی نقشہ بھی ملا اور اس کے ساتھ ساتھ ایک ایسا کاغذ تھا جس میں ریڈ لائٹ سٹلائٹ گورنر کی تفصیلات درج تھیں۔ اس نے ہمیں بتایا کہ لیبارٹری کے اندر ہمارا ایک خاص آدمی اہم پوائنٹ پر موجود ہے جو ریڈ لائٹ سٹلائٹ کو آن کرے گا۔ اور پھر ہمیں خفیہ طور پر اطلاع دے گا اور ہم اسی ریڈ لائٹ سٹلائٹ گورنر کی مدد سے اس ریڈ لائٹ سٹلائٹ کو ڈی سرکل کر کے اس حرج کو لیبارٹری کے خلاف استعمال کر کے لیبارٹری کو ختم کر سکیں گے۔ آپ کو شاید معلوم نہیں کہ میں یہاں ہیڈ کوارٹر مشینری انچارج ہوں۔ اس نے میں ایسی جدید مشینری کی پوری تفصیلات جانتا ہوں۔ مجھے اس کاغذ میں درج ریڈ لائٹ سٹلائٹ گورنر کی اہمیت کا پورا احساس تھا۔ چنانچہ میں نے اس پر نشہ دیا تو مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ گورنر اس نے شمال کی طرف ٹیلوں کے اندر نصب کیا ہوا ہے اور وہاں اس کے دوا آدمی موجود ہیں۔ اس بنا پر میں شمال کی طرف گیا۔ وہاں دوا آدمی تو موجود تھے جنہیں میں نے فائر کر کے ختم کر دیا لیکن وہ گورنر وہاں باوجود تلاش کے نہیں مل سکا۔ میں اس آدمی کو زندہ ہیڈ کوارٹر لے آیا ہوں لیکن میں نے جان پوچھ کر صدر مملکت سے یہ ساری باتیں نہیں کہیں کیونکہ اس طرح تمہاری پوزیشن لازماً نازک ہو جاتی اور مجھے یہ گوارا نہ تھا اور۔۔۔ اس کو سن کر وہ افسوس سے کہیں یہ تفصیل سننے ہی حیرت اور خوف سے پھیلنے لگی۔

”اوہ اوہ مسٹر اسکو۔ اوہ تم نے مجھ پر ذاتی احسان کیا ہے مگر یہ بات سامنے آجانی تو مجھے تو ایک لمحے میں غولی سے اڑا دیا جاتا۔ میں

گئے تھے۔ نہیں ادھر جانے کی آخر ضرورت ہی کیا تھی اور پھر تم نے مجھے کو بھی چیک نہیں کیا اس کی وجہ۔ اور۔۔۔“ فیملرے کہا۔

”اوہ تو تم میری وجہ سے اچھ رہے ہو۔ ایک بات تو یہ سن لو کہ ملکہ کھودنے کی ضرورت ہی نہ رہی تھی۔ ڈسٹرکشن یا ڈسٹینس نے جو خوفناک دھماکا کیا تھا وہ دھماکا چونکہ اوڑے کے اندر ہوا تھا اس لئے اندر سے ملکہ آتش فشاں کے لاوے کی طرح باہر نکلا اور پھر ریت پر بکھر گیا۔ لاشوں کے مختلف ٹکڑے وہاں بکھرے پڑے تھے۔ ایک آدمی پہلے سے ہی باہر موجود تھا۔ اس کی وجہ سے مجھے اپنا پہلی کا پٹر بھی تباہ کرنا پڑا۔ اور میرے کمانڈر بھی اس کی مشین گن کی فائرنگ سے ہٹ ہو گئے۔ اس لئے ملکہ کھودنے کا تو مسئلہ ہی باقی نہ رہا تھا۔ باقی رہا شمال کی طرف جانے والا مسئلہ۔ تو یہ ایک ایسی بات ہے کہ اس سے تمہاری پوزیشن نازک ہو گئی تھی اس لئے میں نہ چاہتا تھا کہ اسے اوپر کر دوں مگر تم اٹھ پڑ شک کر رہے ہو اور۔۔۔“ اس کو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ تم یہ کیا کہہ رہے ہو۔ میری پوزیشن نازک کیسے ہوگی۔ تم کہنا کیا چاہتے ہو۔ اور۔۔۔“ فیملرے چونک کر جواب دیتے ہوئے کہا۔

”مسٹر فیملر میں تو تمہارا پردہ رکھنا چاہتا تھا۔ کیونکہ بہر حال تم بھی ہمارے ساتھی ہو لیکن اب بات کھل گئی ہے تو سن لو کہ جس آدمی کی وجہ سے ہمیں دوسرا پہلی کا پٹر تباہ کرنا پڑا تھا۔ اُسے ہم نے زندہ پکڑ لیا تھا اور پھر ہم نے اُسے ایک طرف لے جا کر اس پر تشدد کیا۔ اس

شک ہوا ہے۔ میں اسے ساتھ لے کر تمہارے ہیڈ کوارٹر آ جانا ہوں۔ اگر وہی آدمی ہوگا تو ہمیں فوراً علم ہو جائے گا اور ہم اُسے بھی وہیں قابو کر لیں گے اور پھر اہل دونوں پر تشدد کر کے حالات معلوم کر لیں گے اس طرح لیبارٹری بھی خطرے کی زد میں نہ آئے گی اور کام بھی ہو جائے گا اور۔“ فیملر نے تجربہ پیش کرتے ہوئے کہا۔

”تمہاری یہ تجویز زیادہ اچھی ہے۔ تجھے تو بہر حال کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں تو اس آدمی کو مجبی تمہارے پاس بھیجنے کے لئے تیار ہوں۔ اور“ — — — اسکو نے بڑے کھلے دل سے بات کر کے ہوتے کہا۔

”نہیں وہی تمہارے سید کو ارٹ میں ہی سارے معاملات طے ہو جائیں تو یہ میرے لئے زیادہ بہتر ہے۔ ٹھیک ہے میں پہل ریلٹ سٹاٹ آف کر کے تمہارے پاس آنے کے لئے روانہ ہو جاؤں گا۔ باقی باتیں وہی ہوں گی اور“ — — — فیلڈ نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے کتنی دیر میں پہنچو گے تاکہ میں تمہارے استقبال کے لئے تیار رہوں اور“ — — — اسکو نے پوچھا۔

ایک گھنٹہ تو لگ جائے گا ریڈ سلائٹ کو آف کر کے واپس لانے میں۔ اور اگر ہم ایک گھنٹے بعد یہاں سے روانہ ہوں تو ایک گھنٹہ ہمیں تہارے سے بیڑہ کو آڑے پیچھے میں لگ جائے گا بس دوڑھانی گھنٹے کے اندر اندر میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔ اور —“ فیلر نے کہا۔

”میں تمہارا انتظار کروں گا مگر کس بات کا خیال رکھنا کہ جس آدمی پر تمہیں شک ہو اُسے ان حالات کا یہ نہ لگنے دینا۔ ورنہ تم جلسے ہو کہ ایسے لوگ فوری طور پر بھی کوئی لمبی گریڈ کر سکتے ہیں۔ ابھی تو

تہمہ ایدہ اسان، ہمیشہ یاد رکھوں گا اور“ — فیلر نے بے اختیار ہوتے ہوئے کہا۔

”احسان کی کوئی بات نہیں مسٹر فیلمر۔ ہم دونوں ایک ہی کلاس سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے اگر ہم ایک دوسرے کا خیال نہ رکھیں گے تو پھر اور کون رکھے گا اور“ — راسکو نے جواب دیا اور فیلمر کے ذہن میں راسکو کی غفلت کے بیک وقت کئی چہرے روشن ہو گئے۔ وہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ راسکو اس قدر کھلے دل کا آدمی ہو سکتا ہے۔ ”وہ آدمی اب کہاں ہے مسٹر راسکو۔ اور“ — فیلمر نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔

”ہیڈ کوارٹر میں ہے۔ لیکن تشدد کی وجہ سے فی الحال اس کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ اس لئے ایک آدھ روز بعد میں اس سے دوبارہ معلومات حاصل کر لی گئی ہیں اور“ — اس کو نے جواب دیا۔

”اوہ کیا تم مجھ پر ایک اور احسان کر سکتے ہو۔ اُسے میرے حوالے کر سکتے ہو۔ تاکہ میں خود اس سے معلومات حاصل کر سکوں۔ اوور“  
— فیکل نے کہا۔

”مستر فیلر نے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ وہ آدمی جو ان کا ساتھی ہے وہ اسے دیکھتے ہی ایکشن میں آجاتے اور معاملہ خراب ہو جاتے۔ اگر تم ایک دور وزعیر کر سکو تو میں خود اس سے تمام معلومات حاصل کر کے بتا دوں گا۔ اور“ — سا کوٹنے کہا۔

وہ مطمئن ہو گا اور ” — راسکو نے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔  
 ”میں سب سمجھتا ہوں راسکو — فکر مت کرو۔ اوور لینڈ اہل —  
 فیلڈ نے کہا اور پھر ایک طویل سانس لیتے ہوئے اس نے ہاتھ بڑھا  
 کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”ہو نہہ تو راسنس خدا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ میرے ہاتھ سے  
 ڈاکٹر درانی نکل جائے اور لیبارٹری کی تباہی کا سارا الزام بھی تجھ پر آ  
 جائے۔ اس طرح وہ میری جگہ خود نمبر ون بن جائے۔ میں اس کی  
 ہڈیاں چبا جاؤں گا“ — فیلڈ نے دانت پیسنے کے انداز میں بڑبڑاتے  
 ہوئے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا آپریشن روم کی طرف بڑھ گیا۔

عمران نے ٹرانسمیٹر آف کیا اور اس کے چہرے پر گہرے المیہ  
 کے آثار نمایں ہو گئے۔  
 ”بڑی مشکل سے قابو آیا ہے یہ فیلڈ“ — عمران نے مسکراتے  
 ہوئے کہا۔

”اب آپ کا پروگرام یہ ہے کہ فیلڈ اور اس کے ساتھی کے میک  
 آپ میں آپ لیبارٹری جائیں گے اور پھر اُسے تباہ کر کے وہاں سے  
 ڈاکٹر درانی کو ساتھ لے آئیں گے“ — جولان نے سر ہلاتے  
 ہوئے کہا۔

”دیکھو اس بات کا فیصلہ تو فیلڈ اور اس کے ساتھی کے اپنے پیروی ہو  
 سکتا ہے کہ آئندہ کیا کرنا ہے۔ فی الحال اس لیبارٹری کی سیل تو مکمل گئی۔  
 بھی بہت بڑی کامیابی ہے“ — عمران نے مسکراتے ہوئے جواب  
 دیا۔ اس وقت وہ اپنی اصل شکل میں تھا۔ یہاں پہنچتے ہی اس نے

میں ذرا آگے کھڑا تھا اور عمران دو قدم پیچھے بڑے مودبانہ انداز میں کھڑا  
آٹھویں گھمراہ تھا۔ پہلی کا پڑ سے دو افراد پیچھے اترے۔ دونوں ہی عام  
سے لباس میں تھے جب کہ خاور اور عمران دونوں کمانڈوز کی یونیفارم  
میں تھے۔

”ہیلو مسٹر فیلر میں آپ کا اپنے ہیڈ کوارٹر میں خوش آمدید کہتا ہوں“  
خاور نے راسکو کے ہاتھ میں آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

”اوہ شکریہ مسٹر راسکو“ — ایک فوجی جس نے نیلے رنگ کا سوٹ  
پہنا ہوا تھا سسکراتے ہوئے جواب دیا اور اس کے بات کرتے ہی  
یہ بات واضح ہو گئی کہ وہ فیلر تھا لیڈارڈی کا سیکورٹی انچارج جبکہ  
دوسرا اس کا ساتھی تھا اور خاور نے آگے بڑھ کر بڑی گرجوئی سے فیلر  
سے مصافحہ کیا۔

”یہ میرا اسسٹنٹ ہے جیری“ — خاور نے عمران کی طرف  
اشارہ کرتے ہوئے کہا اور عمران نے باقاعدہ فوجی انداز میں سیلوٹ  
کر دیا۔ فیلر نے مسکراتے ہوئے اس کے سیلوٹ کا جواب دیا۔

”یہ میرے اسسٹنٹ ہیں رانس۔ اور رانس یہ ڈیڑھ کمانڈوز  
کے چیف راسکو ہیں“ — فیلر نے خاور سے اپنے اسسٹنٹ کا  
تعارف کراتے ہوئے کہا۔

”آپ سے بل کہ بہت مسرت ہوئی مسٹر راسکو“ کافی عرصہ بعد  
ملاقات ہو رہی ہے۔ — پہلے تو آپ کا جسم اس قدر پھیر رہا تھا جتنا  
اب نظر آ رہا ہے“ — رانس نے ایسے ہیچ میں کہا جیسے وہ  
راسکو کو دیکھ کر حیران ہو رہا ہو۔ اور عمران اس کی بات سن کر چونک پڑا۔

سب سے پہلے تو ہیڈ کوارٹر میں تمام افراد کا خاتمہ کیا۔ پھر راسکو کو بھی  
ختم کر کے ہیڈ کوارٹر پر اپنا مکمل کنٹرول کر لیا۔ راسکو سے صدر مملکت  
کی مخصوص فزیکوٹنی کا پتہ اسے مل گیا تھا اس لئے اس نے خود ہی  
کال کر کے صدر کو تسلی دے دی تھی کہ پاکستانی ایجنٹوں کا خاتمہ کر دیا  
گیا ہے لیکن اس نے غصہ کیا تھا کہ صدر پوری صدر مطمئن نہیں ہو  
سکے۔ اور اسے خطرہ تھا کہ صدر کو قی خاص گروپ نہ بھجوا دیں اور وہ  
اس گروپ کے آنے سے پہلے پہلے اپنا مشن مکمل کر لینا چاہتا تھا۔ اس  
لئے اس نے فیلر کو کال کیا۔ اور پھر فیلر کی باتیں سن کر اس نے  
اسے پکڑ دینے کے لئے نئی کہانی سنا دی اور آخر کار وہ فیلر کو زیرِ دام  
لے آنے میں کامیاب ہو ہی گیا۔

”خاور تم راسکو کا میک اپ کرلو۔ میں ہتھارہ اساتھی بن جاؤں گا۔  
ہم دونوں فیلر اور اس کے ساتھی کا استقبال کریں گے۔ عثمان جاوی  
چوہان اور طلحہ تینوں ایک سائیڈ پر ہو جائیں گے۔ فیلر اور اس کے  
ساتھی پر ہم دونوں جب قابو پائیں گے تو پھر تم لوگ سامنے آ جانا“  
— عمران نے کہا اور سب نے سر ہلا دیے۔

اور اس کے بعد وہ فیلر اور اس کے ساتھی کے استقبال کی  
تیاریوں میں مصروف ہو گئے اور ذاتی دو گھنٹے اور دس منٹ بعد  
فیلر کا پہلی کا پڑ ہیڈ کوارٹر کے اندر بنے ہوئے مخصوص پہلی پید پر  
اتر آیا۔ خاور اور عمران دونوں اس کے استقبال کے لئے موجود  
تھے پونہ دوہ دونوں ہی فیلر اور اس کے ساتھی کو پہلے سے نہ جانتے  
تھے اس لئے وہ خاموش کھڑے ہوئے تھے۔ خاور راسکو کے میک اپ

”جسوں کا کیا ہے رانس یہ تو تبدیل ہوتے رہتے ہیں“ — خاور نے مسکراتے ہوئے کہا۔ لیکن رانس نے بجلی کی سی تیزی سے جیب سے ہاتھ باہر نکالا تو اس کے ہاتھ میں ریلو اور موجود تھا۔

”خبردار تم دونوں ہاتھ اٹھا دو۔ تم اصل راسکو نہیں ہو“ — رانس نے کزخت ایچے میں کیا لیکن دوسرے لمحے وہ بری طرح جھپٹا ہوا تیزی سے گھوما اور پھر دھڑام سے بیچے فرش پر جاگرا۔ ریلو اور اس کے ہاتھ نکل کر دور جاگرا تھا اور وہ فرش پر گر کر اس طرح تڑپنے لگا جیسے پانی سے نکلے ہوئی چیل۔

”نگ نگ کیا مطلب“ — فیلڈ نے بری طرح چومنیختے ہوئے کہا۔

”تم بھی ہاتھ اٹھا دو مسٹر فیلڈ۔ اب تم بھی مشکوک ہو چکے ہو“ — عمران نے بجلی کی سی تیزی سے گھوم کر فیلڈ کے عقب میں آتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ فیلڈ کوئی حرکت کر تا عمران کا ہاتھ گھوما اور سائیکسٹر لے ریلو اور کا دستہ پوری قوت سے فیلڈ کی گھوڑی پر پڑا اور فیلڈ بری طرح جھپٹا ہوا منہ کے بل بیچے فرش پر جاگرا۔ اس کے بیچے گرے ہی عمران کی لات گھومی اور فیلڈ کی کپڑی پر پٹا پھوٹا اور اس کا اٹھنے کے لئے تیزی سے سٹپا ہوا جسم ایک جھٹکے سے سیدھا ہو گیا۔ وہ ساکت ہو چکا تھا۔ رانس ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔ عمران کے سائیکسٹر لے ریلو اور بے نکلنے والی گولی ٹیک اس کے دل میں سوراخ کر گئی تھی۔

”یہ رانس بے حد خطرناک آدمی ثابت ہوا تھا۔ فیلڈ اسے کچھ بتاتے بغیر ساتھ لے آیا تھا ورنہ ہمیں کافی مشکل کا سامنا کرنا پڑتا“ —

عمران نے ریلو اور جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے چوہان، عثمان، چاہی اور طلحہ بھی باہر آگئے۔

”خاور اسے اٹھا کر اندر لے چلو۔ جلدی کرو۔ اور چوہان تم عثمان اور طلحہ کے ساتھ باہر رہو۔ اور پوری طرح چوکنہ رہنا“ — عمران نے تیز ایچے میں اپنے ساتھیوں سے کہا۔ خانو نے جلدی سے گے بڑھ کر فرسش پر اوپر سے منہ پڑے ہوئے فیلڈ کو اٹھا کر کاندے پر لا دا۔ اور عمران کے پیچھے اندر دنی کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ پھر عمران کے کہنے پر پہلے فیلڈ کی تلاشی کی گئی لیکن اس کی جیبیں اسلحے سے خالی نکلیں۔ البتہ ایک سرنج رنگ کی ڈائری برآمد ہوئی تھی اور پھر اسے ایک بھاری کرسی پر بٹھا کر نائٹوں کی باریک کسی سے اچھی طرح باندھ دیا۔ عمران نے جیب سے ایک تیز دھار خنجر نکالا اور اسے بائیں ہاتھ میں پکڑ کر اس نے دائیں ہاتھ سے فیلڈ کے جہرے پر کھنڈر مارنے شروع کر دیے۔ تیسرے خنجر پر ہی فیلڈ ہوش میں آگیا۔

”تو تو تم نے دھوکہ کیا ہے۔ تم نے دھوکہ کیا ہے راسکو“ — فیلڈ نے ہوش میں آتے ہی عمران کے ساتھ کھڑے ہوئے ناور سے خطاب ہو کر پتختے ہوئے کہا۔

”راسکو تو بڑیاں بھی گل سڑ چکی ہوں گی مسٹر فیلڈ۔ میرا نام علی عمران ہے۔ وہی علی عمران جسے روسکے کے لئے ہمارے صدر نے اس قدر گہری اور خفیہ پلاننگ کی تھی۔ لیکن اس احمق نے یہ بات کیسے فرض کر لی کہ پاکیشا کا سانس دان بہو دیوں کے قبضے میں رہے اور ہم لوگ اس تک نہ پہنچ سکیں گے“ — عمران نے خنجر کو دوبارہ



دائیں ہاتھ میں پکڑتے ہوئے انتہائی سخت بلچھے میں کہا۔  
 ”اوہ اوہ تو تم ہو وہ علی عمران۔ پاکیشیائی ایجنٹ۔ مگر سن لو کہ تم  
 کسی طرح بھی ڈاکٹر درانی کو زندہ واپس نہ حاصل کر سکو گے اور نہ ہی تم  
 لیبارٹری میں داخل ہو سکتے ہو۔ تم زیادہ سے زیادہ مجھے مار ڈالو گے مار  
 دو۔ میں مرنے کے لئے تیار ہوں۔“ فیملر نے چیخنے ہوئے کہا اور  
 عمران بے اختیار رنک ادا کیا۔

”مسٹر فیملر موت تو اپنے وقت پر ہی آتی ہے۔ اب دیکھو تمہارے  
 ساتھی رانسن کو ہم فوری طور پر نہ مارنا چاہتے تھے۔ لیکن اس نے حرکت  
 ہی ایسی کی کہ اس کا فوری خاتمہ ہمارے لئے ضروری ہو گیا۔ جہاں تک تمہاری  
 موت کا تعلق ہے تو ہمیں نہیں معلوم کہ تمہاری موت کا وقت کون سا  
 مقرر ہے۔ آئندہ طرعی ہو سکتا ہے۔ اور نہیں بھی۔ لیکن ہم تم سے ایک  
 سودا کرنا چاہتے ہیں۔ خوب سوچ کچھ کر جواب دینا۔“ عمران نے  
 اسی بار نہ مسکراتے ہوئے بلچھے میں کہا۔

”کیسا معاہدہ۔ میں تم لوگوں سے کوئی معاہدہ نہیں کر سکتا۔“ فیملر  
 نے اسی بلچھے میں چیخنے ہوئے کہا۔

”پہلے سن لو پھر فیصلہ کرنا۔ اگر تم اپنی لیبارٹری بچانا چاہتے ہو تو ڈاکٹر  
 دھانی کو ہمارے حوالے کر دو۔ ہم ڈاکٹر درانی کو یہاں سے لے کر چلے  
 جائیں گے۔ ہمیں تمہاری لیبارٹری میں ہونے والے کام سے کوئی عرصہ  
 نہیں ہے۔ لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر مجبوراً ہمیں لیبارٹری کو بھی تباہ  
 کرنا پڑے گا۔“ عمران نے سپاٹ بلچھے میں کہا۔

”تمہارے لئے دونوں ہی کام ناممکن ہیں۔ تم زیادہ سے زیادہ تجھ پر تشدد  
 کر سکتے ہو۔ کر لو۔“ نیچے مار سکتے ہو مار دو لیکن تمہارے ہاتھ سوائے بالوی  
 کے کچھ نہ آئے گا۔“ فیملر نے تیز بلچھے میں کہا۔ اس کا انداز بتانا  
 تھا کہ وہ ذہنی طور پر ہر قسم کے تشدد کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار اور  
 چمکا ہے۔

”مگر شو مسٹر فیملر اب ہمیں مکمل یقین ہو گیا ہے کہ تم صبح آؤی ہو۔  
 جیری انہیں کھول دو۔“ اچانک بائیں کھڑے خاور نے مسکراتے ہوئے  
 کہا اور عمران نے بھی مسکراتے ہوئے خنجر واپس جیب میں رکھا اور کسی  
 کے عقب میں جا کر رسیاں کھولنے لگا۔

”لگ کیا مطلب کیا تم۔“ فیملر اس کی اپیلٹ پر بُری طرح  
 بوکھلا گیا تھا۔

”مسٹر فیملر ہمیں اس آؤی نے بتایا تھا کہ فیملر خود غدار ہیں۔ لیکن ہمیں  
 اس کی بات پر یقین نہ آیا تھا۔ اس لئے مجبوراً ہمیں تمہارا امتحان لینا پڑا۔“  
 خاور نے مسکراتے ہوئے کہا اور فیملر نے ایک طویل سانس لیا۔  
 اُسی لمحے اس کی رسیاں کھل گئیں اور وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔  
 ”مگر تم نے رانسن کو اس طرح کیوں ہلاک کر دیا۔“ فیملر نے  
 چونک کر کہا۔

”اس لئے کہ رانسن ہی غدار تھا۔ اور اگر اُسے موقع مل جاتا تو وہ ہمارے  
 ساتھ تمہارا خاتمہ بھی کر دیتا۔ آؤ تمہارے ساتھ میں نہیں رانسن کی غذا کی  
 ثبوت دکھاتا ہوں۔“ خاور نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر بڑے  
 دوستانہ انداز میں فیملر کا بازو پکڑ کر اسے ایک علیحدہ کمرے میں لے گیا۔  
 ”سنو اگر تم کوئی نیا کھیل کھیلنا چاہتے ہو تو ہمیں بالوی ہوگی۔“

اور تمہاری کارکردگی بھی صدر صاحب کے سامنے زیادہ اچھی طرح ثابت ہو جائے گی۔“ خاور نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”اوہ ہاں ٹھیک ہے۔ لیکن تم مجھے اس آدھی سے ملو تو وہی۔ میں دیکھوں تو یہی کہ وہ ہے کون۔“ فیملر نے کہا۔

”اچھا ملو ادیتے ہیں۔ وہ یہاں موجود ہے۔ ہمیں جھاگ نہیں سکتا۔ اگر تم چاہو تو لمبے شک اُسے اپنے ساتھ لے جاؤ اور چاہو تو اُسے میرے آدھی وہاں پہنچا سکتے ہیں تم یہاں سے ٹرانسمیٹر کال کر کے اپنے آدھی کو اُسے گرفتار کرنے کی ہدایت دے دو۔“ خاور نے جواب دیا۔

”بہنیں جب تک میں ساتھ نہیں ہوں گا ہر کسی صورت بھی لیبارٹری کا آؤٹ گیٹ اوپن نہیں کرے گا۔ میں نے اُسے خصوصی طور پر ہدایات دی ہیں۔ اس لئے میں اُسے ساتھ لے جاؤں گا۔“ فیملر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”لیکن فیملر ان ہدایات کا کیا فائدہ۔ اگر تمہاری جگہ کوئی اور آدھی فیملر بن جائے تو پھر برصبر کیا کرے گا۔“ خاور نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”تم نے مجھے حق سمجھ رکھا ہے۔ میں اتنی اہم لیبارٹری کا سیکورٹی چیف ہوں۔ میں نے ہر جگہ کے ساتھ خصوصی کوڈ طے کئے ہوئے ہیں۔ ان کوڈز کے بغیر لیبارٹری کا دروازہ نہیں کھل سکتا۔“ فیملر نے طنز پر انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

”او۔ کے ٹھیک ہے۔ لیکن اگر تم ساتھ لے گئے تو پھر تو صدر مملکت کو علم ہو جائے گا۔ یہ آدھی یہاں سے گیا ہے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم برصبر سے بات کرو اور اُسے بتاؤ کہ ایک آدھی لیبارٹری کی طرف

فیملر نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

”مسٹر فیملر تمہارے ساتھ ہم نے کیا کھیل کھیلنا ہے۔ تم تو ہماری اپنے آدھی ہو۔ سزا بھی تختہ دی دیر پہلے صدر مملکت کی کال پھر آئی تھی۔ اور صدر مملکت خود حاضریہ طور پر ایک ٹیم کے ساتھ یہاں پہنچ رہے ہیں۔

میرے آدھی بھینڈ کر ہم اہم آدھی کو جس نے لازماً ہاتھ کے حوالے کرنے کی بجائے براہ راست صدر مملکت کے پیش کردہ لیکن میں جانتا ہوں کہ اس کا نتیجہ تمہارے اور میرے دونوں کے لئے تباہ کن نکلے گا۔ کیونکہ میں نے

اس آدھی کی موجودگی کو صدر سے چھپا کر جرم کیا ہے اور اس آدھی سے باتیں کر کے صدر مملکت کو تم پر اعتبار ختم ہو جائے گا کیونکہ رانسن غدار تھا اور وہ تمہارا اسسٹنٹ بنا ہوا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ ایسی پلاننگ کی جائے کہ لاٹھی بھی نہ ٹوٹے اور سانپ بھی مر جائے۔“ خاور نے فیملر کو ایک

کرسی پر بٹھاتے ہوئے خود اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔

”کیا پلاننگ۔“ فیملر نے ہونٹ کے پوچھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ اس کا ذہن ابھی تک خاور اور عمران کی طرف سے صاف نہیں ہوا۔

”ہم اس آدھی کو تمہاری لیبارٹری کے قریب پھینکوا دیتے ہیں۔ تم وہاں موجود اپنے آدھیوں سے کہو کہ اسے گرفتار کر لیں۔ پھر صدر مملکت سے کہا جاسکتا ہے کہ وہ آدھی زیر و نواڑے سے فرار ہو کر لیبارٹری پہنچ گیا تھا۔ جب رانسن نے غداری کرتے ہوئے اس کا ساتھ دیا اور تم نے دیگر شاٹ کی مدد سے اُسے ٹریس بھی کر لیا اور گرفتار کرنے کے ساتھ ساتھ غدار رانسن کو بھی گولی سے اڑا دیا۔ اس طرح ہم بھی مکمل طور پر سیف ہو جائیں گے

فیلر نے ٹرانسمیٹر پر فریکوئنسی ایڈجسٹ کی اور پھر اس کا ٹین کی کر دیا۔

”ہیلو ہیلو براٹ ڈے کالنگ اور“ — فیلر بار بار یہ فقرہ دہرا رہا تھا۔

”یس ڈارک ڈے اسٹنگ اور“ — چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

”برجر تجھے یہاں ڈیزرٹ کمانڈوز کے ہیڈ کوارٹر میں آکر پتہ چلا ہے کہ ایک پاکستانی ایجنٹ ہماری لیبارٹری پہنچنے کی کوشش کر رہا ہے اس لیے میں فوری طور پر واپس آ رہا ہوں تاکہ میں اسے ہیلی کاپٹر سے چیک کر کے اسے گرفتار کر سکوں مگر جب تک میرے اور تمہارے درمیان سپیشل کوڈ نہ دہرائے جائیں تم نے میرے کہنے پر بھی لیبارٹری کاؤٹ فرے نہیں کھولنا سمجھ گئے اور“ — فیلر نے تیز تیز بلجے میں کہا۔

”یس ہاس آپ نے پہلے بھی یہی ہدایت دی تھی آپ بے فکر رہیں۔ ایسا ہی سوچا اور“ — دوسری طرف سے کہا گیا۔

”او۔ کے اورور اینڈ اہل“ — فیلر نے کہا اور ساتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”ٹھیک ہے۔ ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ انسان کو ایسے حالات میں ہر قدم چھونک چھونک کر رکھنا چاہیے“ — خاور نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور فیلر نے سر ہلا دیا۔

”اب تجھے اجازت دو۔ میں اب فوری طور پر واپس جانا چاہتا ہوں“ — فیلر نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

گیلے اور میں اسے تلاش کر رہا ہوں جیسے ہی اسے تلاش کر لوں گا پھر تم سے رابطہ قائم کروں گا“ — خاور نے کہا۔

”اوہ ہاں ایسا ہو سکتا ہے ٹھیک ہے ٹرانسمیٹر لے آؤ میں اس سے بات کر لیتا ہوں۔ اس طرح واقعی اسے یہ معلوم نہ ہو سکے گا کہ میں اس آدمی کو ساتھ لے آیا ہوں۔ رائسن کی لاش بھی ساتھ لے جاؤں گا اور اس سے یہی کہوں گا کہ رائسن اس آدمی کا ساتھی تھا۔ اس نے اسے بھی گولی مارنی پڑی“ — فیلر نے اس تجویز پر رضامند ہوتے ہوئے کہا۔

”او۔ کے“ — خاور نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے زور سے اور ٹھکانہ بلجے میں جبری کو آواز دی۔

”یس ہاس“ — چند لمحوں بعد ہی عمران روانہ ہو کر نمودار ہوا خاور سمجھ گیا کہ وہ باہر ماہداری میں ہی موجود ہو گا، اس نے فٹنہ آگیا۔

”جبری جاکر ٹرانسمیٹر لے آؤ اور سنو اس آدمی کو بیہوش کر کے فیلر صاحب کے ہیلی کاپٹر میں پہنچا دو۔ رائسن کی لاش بھی ہیلی کاپٹر میں رکھوا دینا سمجھے“ — خاور نے انتہائی ٹھکانہ بلجے میں کہا۔

”یس ہاس“ — عمران نے موڈ بانہ بلجے میں جواب دیا اور واپس مڑ گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اندر داخل ہوا۔ اس نے ایک ڈنگ رینج ٹرانسمیٹر اٹھایا ہوا تھا۔ اور وہ خاموشی سے ٹرانسمیٹر دمیانی میز پر رکھ کر واپس چلا گیا۔

کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور فیملی بچتا ہوا اچیل کر پہلو کے بل فرش پر جاگرا۔ عمران نے جھک کر اسے گردن سے پکڑا اور دوسرے لمحے فیملی کا جسم اس طرح فضا میں اٹھایا جیسے وہ زمین سے چانگن فضا میں پہنچ گیا ہو جہاں انسان کا کوئی وزن ہی نہیں ہوتا۔

”تم بہت ہوشیار رہیں رہے تھے فیملی اب دیکھنا تمہاری اس لیبارٹری کا کیا شہر ہوتا ہے۔“ عمران نے عزائم سے کہنا اور دوسرے لمحے اس کے اس ہاتھ کو جس سے اس نے فیملی کی گردن پکڑی ہوئی تھی خصوصاً انداز میں جھکا دے کر اسے فرش پر پھینک دیا اور فیملی کے حلق سے بے اختیار جنھیں نکلنے لگیں لیکن اس کا جسم اسی طرح ساکت و مامت پڑا ہوا تھا جیسے کسی جسم پر انسانی سرنٹ کھایا ہو۔ ”عمران صاحب یہ تو بے حد شاعر آدنی ہے اس نے باوجود میری کوشش کے سپیشل کوڈ نہیں بتائے۔“ خاور نے قدرے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

”میں آج تمہاری ذہانت پر بچہ خوش ہوا ہوں خاور تم نے واقعی جس انداز میں سوشل کوڈ میں کیا ہے وہ قابلِ دلہ ہے۔ اور تمہاری اس ٹیکنیک کی وجہ سے مجھے نہ صرف سپیشل کوڈ حاصل کرنے کا موقع مل گیا بلکہ میں نے اور بھی بہت کچھ حاصل کر لیا۔ اسے اٹھا کر اندر لے آؤ۔“ عمران جسے جبری کے نام سے فیملی سے متعارف کرایا گیا تھا تحسین آمیز لہجے میں کہا اور خاور کی آنکھیں سرت سے چمک اٹھیں۔ عمران کی طرف سے ذہانت کا سرٹیفیکیٹ اس کے لئے سب سے بڑا تمغہ تھا اس نے جھک کر فرش پر بے حس و حرکت پڑے کر رہتے ہوئے فیملی کو اٹھایا

”المنان سے بیٹو فیملی جبری ہدایت کی تعمیل کر رہا ہے۔ جیسے ہی تمہارا سیل کا پٹر لٹا فنگی کے لئے تیار ہو گیا وہ اگر اطلاع دے گا۔“ خاور نے مسکراتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی بڑے جھٹ بھرے انداز میں اس نے فیملی کا بازو پکڑ کر اسے واپس کر سی پر بٹھا دیا۔ ”نچلنے وہ کتنی دیر لگائے گا جب کہ میرا دل بے چین ہو رہا ہے۔“ فیملی نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”بے چینی کی کیا بات ہے فیملی، تم خواہ مخواہ نوکس ہو رہے ہو۔ سب ٹھیک ہو جاتے گا۔ چند منٹ تو انتظار کر لو۔“ خاور نے مطمئن لہجے میں کہا اور فیملی ہونٹ پیچ کر خاموش ہو گیا۔

”صدر مملکت کی بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ آخر وہ یہاں ایک غیر ملک میں خفیہ طور پر کیسے پھرا سکتا ہے۔“ خاور نے کہا۔

”اوہ واقعی مجھے تو اس بات کا خیال ہی نہ آیا تھا۔“ فیملی نے چونک کر کہا مگر اسی لمحے دروازے پر جبری دو بارہ نمودار ہوا۔ ”اس آدنی کو اور راسن کی لاش کو سیل کا پٹر میں پہنچا دیا گیا ہے باس۔“ عمران نے انتہائی مودبانہ لہجے میں کہا۔

”او۔ کے آؤ فیملی۔“ خاور نے اٹھتے ہوئے کہا اور فیملی بھی تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر وہ خاور کے ساتھ چلتا ہوا اس کمرے سے باہر نکلا۔ عمران ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔

”فیملی صاحب۔“ اچانک عمران نے آگے بڑھ کر فیملی سے مخاطب ہو کر کہا اور فیملی اس کی آواز سن کر جیسے ہی مڑنے لگا عمران

جب تک پہنچا نہ جاتے اس وقت تک خطرہ موجود رہے گا۔ رانس نے ڈاکٹر دترانی کو بھی اس سے آگاہ کر دیا ہے اس لئے ڈاکٹر دترانی بھی اگر چاہے تو لیبارٹری تباہ کر سکتا ہے لیکن چونکہ وہ خود بھی ساتھ ہی مر جاتے گا اس لئے ظاہر ہے اسے ابھی تک اس کی جرأت نہیں ہو سکی۔ وہ بھی رانس کی طرح اس پاکیزہ شانی ایجنٹ کے انتظار میں ہے لیبارٹری کو فوری خطرے سے بچانا ضروری ہو گیا ہے۔ اس لئے تم ایسا کرو کہ لیبارٹری کے ایٹمک سنٹر میں جاؤ اور وہاں موجود زیر و دون مشین پر فکس آرا گنم سینڈرڈ کو تبدیل کر کے سکس ون سکس زیر و پرفکس کر دو۔ سمجھ گئے ہو کیا کرنا ہے اور۔“ گمران نے فیلر کے ہاتھ میں اوریٹر آواز میں کہا۔

”یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں باس زیر و دون مشین کو اگر سکس ون سکس زیر و پرفکس کر دیا گیا تو لیبارٹری کا ایٹمک سنٹر سے رابطہ منقطع ہو جائے گا اور۔“ دوسری طرف سے انتہائی حیرت بھرے ہاتھ میں ہلکا ہلکا ”تو تمہارا کیا خیال ہے کہ میں اتنی باتوں سے بچنے میں ہلکا ہلکا سنو غدار رانس نے جو انکشاف کیا ہے اس کے مطابق رانس نے ایٹمک مین پاور سپلائی لائن کی تھرو ڈنٹ اپ سٹر اپ میں ایکوون ہنڈرڈ کو تھرو ڈنٹ پیر کر رکھا ہے۔ جانتے ہو اس کا کیا مطلب ہے اور۔“ گمران نے فیلر کے ہاتھ میں حلق کے بل پیچھے ہوئے کہا۔

”اوہ اوہ ویری ہیڈ باس اس کا تو مطلب ہے کہ ایسی تھری لائن پلس کا زیر و کاشن ملے، پوری لیبارٹری ہلک سے اڑھلے گی اور۔“ برجر نے حیرت اور خوف سے پیچھے ہوتے ہوئے کہا۔

اور اسے کانہ سے پر لاد کر وہ گمران کے پیچھے چل پڑا۔ وہ جب ہیڈ کوارٹر کے مشین روم میں داخل ہوا تو عثمان، چوہان اور ظہر وہاں پہلے سے موجود تھے۔

”اسے ایک کرسی پر بٹھا دو اور چونکہ یہ بول سکتا ہے اس لئے اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس دو۔ اس کے بعد یہ دیکھے گا کہ ہم ڈاکٹر دترانی کو کیسے لیبارٹری سے نکلالتے ہیں اور کس طرح یہودیوں کی یہ خوفناک لیبارٹری تباہ ہوتی ہے۔“ گمران نے خاور سے مخاطب ہو کر کہا اور خاور نے کرائستے ہوئے فیلر کو ایک کرسی پر بٹھا یا تو ظہر نے جلدی سے آگے بڑھ کر ایک کپڑا اس کے منہ میں ٹھونس دیا۔ گمران نے دیوار میں نصب ایک بہت بڑے ٹرانسمیٹر کا مین آن کر دیا۔

”ہیلو ہیلو براٹھ ڈے کالنگ اور۔“ گمران کے حلق سے فیلر کی آواز نکلنے لگی۔

”یس ڈارک ڈے اسٹنگ اور۔“ چند لمحوں بعد ہی لٹیمپ سے فیلر کے اسسٹنٹ برجر کی آواز سنائی دی۔

”برجر میں ڈیزرٹ کمانڈوز کے ہیڈ کوارٹر سے بول رہا ہوں۔ ابھی میں نے نہیں کال کیا تھا۔ دوبارہ اس لئے کال کر رہا ہوں کہ غدار کا پتہ چل گیا ہے۔ غدار رانس نکلا ہے اور رانس نے انتہائی ہولناک انکشاف کیا ہے۔ لیبارٹری انتہائی خوفناک خطرے کی زد میں ہے۔ کسی بھی لمحے تباہ ہو سکتی ہے اور یہ کام غدار رانس نے کیا ہے تباہ اس پاکیزہ شانی ایجنٹ کے ساتھ مل کر لیبارٹری کو تباہ کیا جاسکے۔ وہ آرمی

برائٹ نائٹ باہر سے کہا جاتے گا اور تم اندر سے جواب دو گے نائٹ سو برائٹ۔ پھر باہر سے کہا جائے گا۔ اسکاٹی انڈاؤک بیٹ ملڈز آر برائٹ اور سپیشل کوڈ مکمل ہو جاتے گا۔ اور۔۔۔ عمران نے بڑے مطمئن انداز میں کہا۔

”او۔۔۔ کے باکس اب میں پوری طرح مطمئن ہو گیا ہوں۔ میں ابھی کام شروع کر دیتا ہوں۔ ڈاکٹر درانی کو میں انتھونی کے ساتھ ڈیزرٹ کمانڈوز کے سید کو رٹر مجھواتا ہوں۔ پھر جب سپلائی لائن منقطع ہو جائے گی تو میں آپ کو کال کر دوں گا۔

”او۔۔۔ کے اور اینڈ آئل“ — عمران نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کے کے اس نے ایک طویل سانس لیا۔ اس کے چہرے پر کامیابی کی تیز چمک نمایاں ہو گئی تھی۔

”کمال ہے عمران صاحب یہ سانس باتیں آپ نے کہاں سے سیکھ لیں“ — عثمان جاویری نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔  
”جب میں پیدا ہوا تھا تو قیمری والدہ نے مجھے سانس گھٹی لگائی تھی بس تب سے یہ گھٹی میرے رگ و پے پی دوڑ رہی ہے۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”سانس کی گھٹی کیا مطلب۔ گھٹی تو کھجوروں، شہد یا زیتون وغیرہ کی لگائی جاتی ہے۔ یہ سانس کیا کوئی پھل ہے۔ جو اس کی گھٹی لگائی جائے۔“ — عثمان جاویری کی حیرت اور بڑھکی۔

”اب یہ تو مجھے پتہ نہیں کہ وہ کیا تھی لیکن حق وہ سانس کی گھٹی بڑا مشہور سانس تھا۔ پیر سانس“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور

”ہاں یہی سازش کی گئی ہے۔ اور یہ کس قدر خوفناک سازش ہے اب جب تک ایٹمک سپلائی نہ روک دی جائے اس وقت تک اس سرٹاپ کو کھول کر تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے اب ایک ہی صورت ہے کہ فوری طور پر زیرِ دن مشین کو سکس ولن سکس زیرِ پورے فکس کر کے لیبارٹری کو فوری خطرے سے بچالیا جائے اور پھر جب تک سرٹاپ میں تبدیلی کا عمل مکمل نہ ہو جائے اس وقت تک ڈاکٹر درانی کو بھی لیبارٹری کے اندر نہ رہنے دیا جائے اس لئے فوراً حرکت میں آجاؤ۔ زیرِ دن مشین کو سکس ولن سکس زیرِ پورے فکس کر کے ڈاکٹر درانی کو پیش کر کے ہیلی کاپٹر میں بٹھاؤ اور یہاں ڈیزرٹ کمانڈوز کے سید کو رٹر مجھواتا دو جب ڈاکٹر درانی یہاں پہنچ جائے گا تو میں ڈیزرٹ کمانڈوز کے ساتھ اس پاکیشینی ایجنٹ کی تلاش میں نکلوں گا اور تم اس دوران سرٹاپ میں تبدیلی کا کام شروع کرادینا۔ جب تبدیلی مکمل ہو جائے اور لیبارٹری خطرے کی زد سے باہر آجائے تو پھر مجھے یہاں کال کرنا۔ اس وقت تک میں اس پاکیشینی ایجنٹ کو بھی کور کر لوں گا۔ پھر انہیں ختم کر کے اور ان کی لاشیں صدر مملکت کو بھجوا کر میں لیبارٹری واپس آجاؤں گا۔ اور۔۔۔“ — عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے باس ٹیکس اگر آپ نامہ مضامینوں تو وہ سپیشل کوڈ دو ہر ادیں جو صرف آپ کے اور میرے درمیان طے ہوتے ہیں تاکہ مجھے مکمل طور پر یقین ہو جاتے کہ میں آپ سے بات کر رہا ہوں اور۔۔۔ برصغیر نے جھگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

”گڈ تمہاری یہ احتیاط مجھے بے حد پسند آتی ہے۔ سنو سپیشل کوڈ“

کہا جاتا ہے۔ جب اس فیلر نے برائے اور ڈارک ڈسے کے الفاظ کو ڈکے طور پر استعمال کئے تو میں سمجھ گیا کہ یہ سپیشل کوڈ کون سا ہو سکتا ہے۔ جہاں تک اس کی سائنسی معلومات کا تعلق ہے تو اس کا پتہ مجھے اس کی جیب سے برآمد ہونے والی سرنج رنگ کی فائبر سے چلا تھا۔ یہ صرف سیکورٹی چیف ہی نہیں بلکہ یہ بنیادی طور پر ایک سائنس دان بھی ہے۔ اس سے میں سمجھ گیا کہ یہودیوں نے اس لیبارٹری کی مخالفت کا خصوصی انتظام کرنے کی غرض سے سائنس دانوں کو ہی سیکورٹی کی خصوصی تربیت دے کر اس شعبے میں تعینات کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا نائب برجر سائنس کی اس قدر پیچیدہ باتیں آسانی سے سمجھ گیا۔ — عمران نے تفصیلی وضاحت کرتے ہوئے کہا اور عثمان جاہیری اور طلحہ دونوں ہی عمران کو اس طرح دیکھنے لگے جیسے وہ کسی انسان کی جملے کسی مافوق الفطرت چیز کو دیکھ رہے ہوں۔

”آؤ اب باہر چل کر فاکٹر درانی کا استقبال کریں۔“ عمران نے اٹھتے ہوئے کہا اور سامنے ساتھی اٹھ کھڑے ہوئے۔

”اس فیلر کا کیا کرنا ہے؟“ جوہان نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”یہ حرکت نہیں کر سکتا۔ اور جب تک یہ انھونی قبضے میں نہ آجائے، اس کا منہ بھی بند رہنا چاہیے۔“ عمران نے کہا اور تیز قدم اٹھاتا بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

اس بار جوہان اور خاور دونوں بے اختیار قہقہہ مار کر ہنس پڑے جبکہ عثمان اور طلحہ اسی طرح حیرت سے منہ کھولے بیٹھے تھے۔

”سائنس پیر سائنس کیا مطلب کیا یہ سائنس کی کوئی نئی قسم ہے؟“ عثمان جاہیری کی حیرت طر پر طر بڑھتی جا رہی تھی۔

”اگر نیوکلر سائنس۔ خلائی سائنس۔ دفاعی سائنس ہو سکتی ہے تو پیر سائنس کیوں نہیں ہو سکتی؟“ عمران نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا اور جوہان اور خاور دونوں ایک بار پھر اپنے قہقہے نروک سکے۔

”عثمان صاحب۔ عمران صاحب سائنس کو سائنس کہہ رہے ہیں۔ ہمارے ہاں سائنس درپیش کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ پیر سائنس کا مطلب ہے درپیش آدمی۔“ خاور نے وضاحت کرتے ہوئے کہا اور اس بار عثمان اور طلحہ بھی بے اختیار ہنس پڑے کیونکہ عمران کے اس لطیف مذاق کی کچھ انہیں اب آتی تھی۔

”عمران صاحب یہ سپیشل کوڈ آپ کو کیسے معلوم ہو گئے جب کہ میرے سامنے فیلر نے یہ سپیشل کوڈ جہاں بوجھ کر نہ دھرائے تھے۔“ خاور نے اس بار سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

”یہ فیلر صاحب دراصل ابھی ان معاملات میں صرف فعل ان دی پلنگ ہی ہیں۔ انہیں یہ معلوم نہیں کہ یہ کوڈ جسے وہ سپیشل کوڈ کہہ رہے تھے یہ بڑا عام اور شہور کوڈ ہے جسے عرف عام میں ڈسے کوڈ کہا جاتا ہے۔ یہ کوڈ باقاعدہ زبان کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے جسے ہوائی جہازوں کے پائلٹ اب تک اس کوڈ کا ایک حصہ استعمال کرتے ہیں۔ انتہائی خطرے کی صورت میں وہ جب مدد کے لئے پکار رہے ہیں تو ”ڈسے“

بے حد پریشان ہوں اور اس پریشانی کے سلسلے میں ہی میں نے آپ کو یہاں فوری طور پر طلب کیا ہے۔“ صدر مملکت نے جواب دیا اور کرنل پلومر صدر مملکت کی بات سن کر بے اختیار چونک پڑا۔  
”اوہ سر کیا بات ہے۔“ کرنل پلومر نے کہا۔

”کرنل پلومر آپ اسرائیل کی انٹرسروسز ایجنسی کے چیف ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ کا کام سب سے مشکل اور گھٹن ہے کہ آپ اسرائیل کی اندرون اور بیرون ملک کام کرنے والی تمام ایجنسیوں اور سرکار کی نگرانی کرتے رہتے ہیں تاکہ اگر کہیں ذرا سا بھی غداری کا شبہ ہو تو آپ اس کا فوری طور پر تدارک کر سکیں۔“ صدر مملکت نے کہنا شروع کر دیا۔  
”تو کی سرکشی پر آپ کو غداری کا شبہ ہوا ہے۔“ کرنل پلومر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”میں میں آپ کو پوری تفصیل بتاتا ہوں اس کے بعد آپ مجھے ملانے کی بجائے کہ کیا کرنا چاہیے۔ سب سے پہلے تو میں آپ کو ایک ایسا پلان بتاتا ہوں جو میں نے خود بنایا اور خود ہی اسے کنٹرول کیا۔“ صدر مملکت نے کہا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے ڈاکٹر درانی کے اعجاز اور اسے اگلیاں لیاہارٹی تک پہنچانے اور اسے خفیہ رکھنے کے سلسلے میں جو ہر اقدامات کئے گئے ان کی تفصیل بتانی شروع کر دی اور کرنل پلومر اس طرح حیرت سے منہ کھولے یہ سب تفصیل سننا دبا جیسے وہ کوئی الف لیلی داستان سن رہا ہو۔

”یہ سب کچھ صرف اور صرف دو مقاصد کو سامنے رکھ کر کیا گیا۔ پہلا مقصد تو یہ تھا کہ ڈاکٹر درانی کے اعجاز اور اس کے اگلیا لیاہارٹی میں پہنچنا

اسرائیل کے صدر جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئے کمرے میں لگی پرہیز ہوا آدنی ایک جھینکے سے کھڑا ہو گیا۔ اس کا انداز بے حد متعجبانہ تھا۔  
”تشریف رکھیں۔“ صدر مملکت نے کہا اور خود اپنی مخصوص کرسی کی طرف بڑھ گئے۔ ان کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ اس وقت شدید ذہنی الجھنوں کا شکار ہیں۔

”سر اگر اسے گستاخی نہ سمجھا جائے تو پوچھ سکتا ہوں کہ آپ اس قدر پریشان کیوں ہیں۔ حالانکہ آپ کے متعلق تو ساری دنیا میں یہ بات ضرب المثل کے طور پر کہی جاتی ہے کہ گھٹن سے کھنکھ حالات میں بھی آپ کی پریشانی پر شکن نہیں آتی۔“ اس آدنی نے موڈ بانہ لیجے میں کہا اور صدر مملکت جو اس دوران کرسی پر بیٹھ چکے تھے جھپکی سی ہنسی ہنس کر رہ گئے۔

”آپ کی قیافہ شناسی درست ہے کرنل پلومر۔ میں واقعی اس وقت



بھی اس قدر پریشان ہیں۔“ کرنل پلومر نے چونک کر کہا۔  
 ”ہاں میں اس کے لئے پریشان ہوں کہ بچے کو اس کی طرف سے  
 ملی ہوئی رپورٹ پر مکمل یقین نہیں آ رہا۔ اس نے جس انداز میں بلکہ  
 میں کہوں گا کہ جتنی آسانی سے ان خوفناک ایجنٹوں کا خاتمہ کیا ہے۔ یہی  
 بات بچے کھٹک رہی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اس کو سیکرٹ ایجنٹ  
 کم ہے اور مشینوں کا ماہر زیادہ ہے۔ اور اس کے مقابل جو لوگ ہیں  
 وہ دنیا کے خوفناک ترین سیکرٹ ایجنٹ ہیں۔ اگر اس کو رپورٹ  
 غلط ثابت ہوئی تو اس کا نتیجہ یہی ہو گا کہ وہ لوگ ڈاکٹر درانی کو بھی چھڑا  
 کر لے جائیں گے اور اسراہیل کی یہ انتہائی قیمتی لیبارٹری بھی تباہ کر دیں  
 گے۔ اگر یہ لیبارٹری تباہ ہو گئی تو نہ صرف ناقابل تلافی نقصان ہو گا بلکہ ایک  
 نقصان ایسا ہو گا جس کا اندازہ بھی نہیں لگایا جاسکتا۔ اس لیبارٹری میں  
 ڈیٹھ آف نیوجرنائی جو ہتھیار تیار ہو رہا ہے وہ بھی ختم ہو جائے گا، اور  
 اس کا فارمولہ بنانے والے سائنس دان بھی جو گزشتہ آٹھ سالوں سے  
 اس کی ریسرچ اور تکمیل میں مصروف ہیں وہ بھی ختم ہو جائیں گے حالانکہ  
 اگر ڈیٹھ آف فیوچر مکمل ہو جائے تو پھر سوائے یہودیوں کے دنیا کی تمام  
 قوموں بالخصوص مسلمانوں کا مستقبل مکمل طور پر مردہ ہو جائے گا اور پھر  
 قیامت تک اس دنیا پر یہودیوں کی بلا شرکت غیرے بفقہ اور حکومت  
 سب سے گی۔“ صدر مملکت نے کہا۔

”اور میں آپ کی پریشانی سمجھ گیا ہوں سر واقعی جب تک یوری تسلی  
 نہ ہو جائے مطمئن ہو کر بیٹھ جانا حماقت کے سوا اور کچھ نہیں۔ ڈیٹھ آف  
 فیوچر مکمل ہونے پر تو یہودیوں کے علاوہ باقی قوموں کا مستقبل مردہ

مکمل طور پر صیغہ راز میں رہے اور پاکستانی حکومت اور خاص طور پر پاکستان  
 سیکرٹ سروس کو یہ علم ہی نہ ہو سکے کہ ڈاکٹر درانی کو زمین کھا گیا یا آسمان  
 اور ان کو کسی طرح علم بھی ہو جائے تو وہ ڈاکٹر درانی کو چھڑانے کے لئے  
 جب اگلیا لیبارٹری تک پہنچنے کا کوشش کریں تو وہاں ڈیزرٹ کمانڈو  
 ان کا یقینی طور پر خاتمہ کر سکیں۔“ صدر مملکت نے کہا۔  
 ”اور ویری گڈ پلاننگ سر آپ نے تو مکمل کر دیا اس قدر گہری  
 اور خوبصورت پلاننگ تو ماہر سے ماہر سیکرٹ ایجنٹ بھی نہیں کر سکتا“  
 کرنل پلومر نے بڑے خلوص بھرے لہجے میں کہا اور صدر مملکت  
 بے اختیار شکر ادا کیے۔

”شکریہ کرنل پلومر، لیکن اب پلاننگ کا حشر بھی سن لو۔ پہلا مقصد  
 تو آغاز میں ہی فوت ہو گیا۔ کیونکہ پاکستانی سیکرٹ سروس کے ایجنٹ  
 براہ راست انگریز پہنچ گئے جہاں کے صحرائیں اگلیا لیبارٹری ہے۔ نجانے  
 انہیں کیسے پتہ چلا کہ ڈاکٹر درانی کو وہاں پہنچایا گیا ہے حالانکہ اس لیبارٹری  
 سے تو انگریز ہی واقف نہیں ہیں، بہر حال وہ پہنچ گئے۔ پھر وہ ڈیزرٹ  
 کمانڈو تک پہنچ گئے۔ اور ڈیزرٹ کمانڈو کا چیف کرنل اباجر اور اس کا  
 ایک اڈہ ان کے ہاتھ چھڑ گیا۔ پھر کرنل اباجر کا اسٹنٹ رائٹی بھی ان  
 کا شکار ہو گیا۔ اس کے بعد اس کے تیسرے اسٹنٹ رائٹو نے جو  
 ہیڈ کوارٹر کی مشینری کا انچارج ہے، اس نے میرے کہنے پر وہ اڈہ تباہ  
 کر دیا۔ اس طرح وہ پاکستانی ایجنٹ بھی ختم ہو گئے۔“ صدر مملکت  
 نے کہا۔

”اور سر پھر تو اب پریشانی والی کوئی بات نہیں رہی۔ لیکن آپ پھر

کے ہیڈ کو اڑھائی چیکنگ کی ہے تاکہ لہری تسلی ہو سکے۔ — صدر منکلت نے جواب دیا۔

”سر انکوائری تو بہت دور ہے اور ہم براہ راست جا بھی نہیں سکتے۔ اس لئے فوری طور پر چیکنگ کے لئے یہی طریقہ استعمال ہو سکتا ہے کہ ہم وہاں کال کر کے اس کو اسکو پر مزید جرح کریں ورنہ میرے وہاں پہنچنے میں کم از کم دو روز تو لگ ہی جائیں گے۔“ کرنل پلو مرنے جواب دیا۔

”اسکو تو اپنی رپورٹ دے چکا ہے۔ اب مزید کیا کہے گا۔“ صدر نے قدرے مایوس سے ہلچہ میں کہا۔

”آپ کے بات کرنے اور میرے بات کرنے میں فرق ہو گا جناب۔ میری ساری عمر انہی باتوں کو چیک کرنے میں گزری ہے۔ میرا تو فیڈبک ہی یہی ہے کہ میں باتوں باتوں میں دوسرے سے اصل راز اگوا لیتا ہوں۔“ کرنل پلو مرنے بڑے اعتماد بھر سے ہلچہ میں کہا۔

”اوہ اہل فاضی اس بات کا تو مجھے خیال ہی نہ رہا تھا۔ ویری گڈ تم واقعی یہاں بیٹھے بیٹھے اصل راز اگوا سکتے ہو۔“ صدر منکلت نے لیکنٹ مسرت بھر سے ہلچہ میں کہا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے میز پر موجود فطر کام کا ریسپورڈ اٹھایا اور اس کے دو نمبر کیے بعد دیگرے پریس کر دیئے۔

”پیس سر۔“ دوسری طرف سے ایک مودبانہ آواز سنائی دی۔

”سپیشل ٹرانسپورٹ بمجوادو میرے پاس۔“ صدر منکلت نے کہا

ہو جاتے گا جب کہ اگر یہ لیبارٹری تباہ ہو گئی تو میں سمجھتا ہوں یہ وہاں کا مستقل مرنے والے گا اور پائیکٹیا سیکرٹ سروس کے بارے میں مجھے زیادہ کون جان سکتا ہے۔ میرے پاس ان کے کارناموں کا مکمل ریکارڈ موجود ہے۔ گو میری سروس فیڈ میں کام نہیں کرتی لیکن معلومات کے لحاظ سے ہم سب سے آگے ہیں مگر سب اب اس کا کیا حل آپ نے سوچا ہے۔“ کرنل پلو مرنے جذباتی ہلچہ میں کہا۔

”آپ نے درست کہا ہے کرنل پلو مرنے۔ اگلیا لیبارٹری کی تباہی واقعی یہودیوں کے مستقبل کی موت کے مترادف ہے۔ میں نے آپ کو اس لئے بلایا ہے کہ آپ خود فوری طور پر ڈیزرٹ کمانڈوز کے ہیڈ کوارٹر میں جائیں اور وہاں جا کر اچھی طرح انکوائری کے لئے رپورٹ دیں تاکہ میری پوری طرح تسلی ہو جائے۔“ صدر منکلت نے کہا۔

”لیکن سر مسئلہ تو لیبارٹری کا ہے۔ ہمیں تحفظ تو اس کا فوری طور پر کرنا ہے۔ اس کے تحفظ کے لئے ہمیں توجہ بنیادوں پر اقدامات کرنے چاہئیں۔“ کرنل پلو مرنے جواب دیا۔

”اس کا مجھے فوری طور پر فکر نہیں ہے کیونکہ لیبارٹری کے ضابطی اقدامات ایسے ہیں کہ اس میں انسان کو کیا ہوا بھی اجازت کے بغیر داخل نہیں ہو سکتی اور میں نے اسے مکمل طور پر سیلڈ کر دیتے ہیں۔ اس کے احکامات بھی دیتے ہیں اور اگر ان لاکھ ڈیہیں۔ عیار اور شطریہ اس لیبارٹری میں داخل ہونے کے لئے اسے بھی دانتوں پسینہ آجائے گا اور فوری طور پر وہ بھی اس میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اگر اسے جہالت مل گئی تو شاید وہ ایسا کر بھی کرے۔ اس لئے اصل بات اس وقت ڈیزرٹ کمانڈوز

میں اور صدر مملکت کی آنکھوں میں پریشانی کے دھبے تیزی سے بھرنے لگے۔  
 ”کیوں بربر نے نوکری پلانٹ میں کیوں گیا ہے۔ وضاحت سے جواب دو۔  
 اور“ — صدر مملکت نے انتہائی غصیلے بلجھے میں کہا۔  
 ”سر تجھے تفصیل کا تو علم نہیں اتنا معلوم ہے سر کہ سیکورٹی چیف فیلر  
 کی کال کا بعد بار آئی۔ دوسری کال کے بعد باس برجنے پادیشی کے ڈاکٹر درانی  
 کو اسسٹنٹ سیکورٹی آفیسر انتھونی کے ساتھ نیل کا پڑ کے ذریعے ڈیزرٹ  
 کمانڈوز کے ہیڈ کوارٹر بھیجا دیا۔ اور خود وہ نوکری پلانٹ میں چلے گئے اور  
 — ٹوٹھی نے جواب دیا۔

”کیا کیا کہہ رہے ہو۔ ڈاکٹر درانی کو کہاں بھیجا گیا ہے۔ کس نے بھیجا  
 ہے کیوں بھیجا ہے اور“ — صدر مملکت اس طرح حلق کے بل  
 پیچ اٹھے کہ جیسے وہ ملک کے صدر ہونے کی بجائے کوئی عام سے  
 شخص ہو۔

”کس سر۔ تجھے تو معلوم نہیں سر۔ تم میں تو سر اسسٹنٹ ہیلا سر۔  
 اور“ — دوسری طرف سے ٹوٹھی نے بری طرح گھبرائے ہوئے  
 بلجھے میں کہا۔

”بلاؤ بلاؤ فوراً بلاؤ اس برجر کو فوراً ایک لٹر خالص کے لیجر اور“ —  
 صدر مملکت نے پہلے سے بھی زیادہ چیختے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ سر میں جاتا ہوں سر آپ سر حقوڑا دیوٹ کریں سر۔  
 اوہ سر وہ آر ہے میں سر۔ اور“ — ٹوٹھی نے بھلائے ہوئے کہا۔

”ہیلو سر میں ڈپٹی سیکورٹی چیف برجر بول رہا ہوں سر۔ اور“ —  
 چند لمحوں بعد ایک اور آواز ابھری۔ جو بے حد عجبانہ تھا۔

اور سر یہ یاد رکھ دیا۔

چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک باوردی نوجوان ایک مستطیل شکل  
 کا جدید انداز کا ٹرانسمیٹر اٹھاتے اندر داخل ہوا۔ اس نے بڑے مودبانہ  
 انداز میں ٹرانسمیٹر صدر مملکت کے سامنے میز پر رکھا اور واپس چلا گیا۔

”سر آپ پہلے لیبارٹری کے انچارج سے رابطہ کریں تاکہ وہیں کی  
 موجودہ صورت حال پہلے واضح ہو جائے“ — کرنل پلو مرنے کہا۔  
 ”ٹھیک ہے“ — صدر مملکت نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر

انہوں نے ٹرانسمیٹر پر لیبارٹری کی مخصوص فیکٹوری ایڈجسٹ کر کے اس کا  
 بیس آن کر دیا۔ ٹرانسمیٹر سے ٹوں ٹوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

”ہیلو پریذیڈنٹ آف امرتیل کا لنگ سیکورٹی چیف فیلر پور“ —  
 صدر مملکت نے باوقار بلجھے میں کہا۔

”سر اسسٹنٹ سیکورٹی آفیسر ٹوٹھی انڈنگ سر اور“ — چند لمحوں  
 بعد ایک انتہائی مودبانہ آواز ٹرانسمیٹر سے ابھری۔ اور صدر مملکت کے  
 ساتھ ساتھ سامنے کرسی پر بیٹھا ہو کر کرنل پلو مرنے بے اختیار چونک پڑا۔  
 ”فیلر کہاں ہے اور“ — صدر مملکت نے ہونٹ چپلے ہوئے  
 انتہائی سخت بلجھے میں پوچھا۔

”سر سیکورٹی چیف فیلر ڈیزرٹ کمانڈوز کے ہیڈ کوارٹر میں گئے  
 ہیں۔ ان کے ساتھ ایڈیشنل سیکورٹی چیف رائن بھی گئے ہیں۔ ان کے  
 بعد ڈپٹی سیکورٹی چیف برجر ہیں۔ مگر برجر اس وقت لیبارٹری کے نوکلر  
 پلانٹ میں کسی اہم ترین کام کے لئے گئے ہیں اور اب ان کی جگہ میں اسسٹنٹ  
 سیکورٹی آفیسر ڈیوٹی پر ہوں سر اور“ — دوسری طرف سے کہا

”برجہ تم نے ڈاکٹر ورنائی کو لیبارٹری سے باہر کیوں بھیجا ہے جب کہ ان کے لئے انتہائی سخت آرڈر دیئے گئے ہیں کہ انہیں کسی صورت بھی لیبارٹری سے باہر نہ بھیجا جائے اور تم وہاں نیوکلیئر پلانٹ میں کیا کرنے گئے تھے اور فیصلہ کیوں کیا ہے لیبارٹری سے باہر۔ پوری تفصیل سے جواب دو۔ اور“

صدر مملکت نے اس طرح دانت پیستے ہوئے کہا جیسے ان کا بس نہ چل رہا ہو کہ وہ ٹرانسمیٹر مٹی لہروں کے ذریعے لیبارٹری جا کر برجہ کارنر ذرا اپنے داخل سے چالیں۔

”سر سیکورٹی چیف فیلر کوڈیزرٹ کمانڈوز کے چیف راسکو کی کال آئی اور ایڈیشنل چیف سائنس کو ساتھ لے کر کوڈیزرٹ کمانڈوز کے ہیڈ کوارٹر پہنچے گئے۔ لیکن اعتبار کے طور پر انہوں نے میرے ساتھ سپیشل کوڈز لے کر اس بات کی مکمل تسلی ہو سکے کہ بات حقیقت ہمارے درمیان ہی ہوگی۔ اس کے بعد باس فیلر کی کال آئی۔ انہوں نے سپیشل کوڈ بولے اور مجھے بتایا کہ ایک پائیشیائی ایجنٹ کوڈیزرٹ کمانڈوز کے اڈے سے بچ نکلا ہے اور وہ لیبارٹری کی طرف گیا ہے۔ اُسے تلاش کیا جا رہا ہے اور لیبارٹری کی طرح بھی نہ کھولی جائے۔ سوائے لیبارٹری کو کھولنے کے سپیشل کوڈ کے اس کے پورے بعد ان کی دوبارہ کال آئی اور انہوں نے بتایا کہ ایڈیشنل سیکورٹی چیف سائنس خدائر تھا اور وہ پائیشیائی ایجنٹوں کا سامنے تھا اور اس نے لیبارٹری کو تباہ کرنے کے لئے انتہائی گہری سازش کر رکھی ہے۔ اس نے بتایا کہ رانس نے ایٹمک مین پاور سپلائی لائن کی تھرڈ ٹاپ سٹراپ میں ایکوون ہنڈرڈ کو تھرڈ ہنڈرڈ کر رکھا ہے۔ اس لئے لیبارٹری کی فوری حالت

کے لئے ایٹمک سنٹر سے لیبارٹری کا رابطہ منقطع کر دیا جائے اور پھر گڑبڑ دور کر کے دوبارہ بحال کر دیا جائے۔ یہ چونکہ انتہائی خطرناک معاملہ تھا اس لئے میں نے فوری طور پر ایسا کیا اور اب یہ رابطہ ختم کر کے واپس آیا ہوں۔ اب سائنس دان مین پاور سپلائی سٹراپ کو کھولنے کا کام کر رہے ہیں تاکہ اسے درست کیا جائے اور چونکہ ڈاکٹر ورنائی کو بھی رانس نے اس گڑبڑ سے آگاہ کر رکھا تھا اس لئے اگر ڈاکٹر ورنائی چاہتا تو ایک بان و باکر پوری لیبارٹری اڑا سکتا تھا اس لئے اُسے بھی لیبارٹری کے تحفظ کی خاطر ڈیزرٹ کمانڈوز کے ہیڈ کوارٹر بھیج دیا گیا ہے۔“

برجہ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”یہ سب آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ یہ کسی باتیں کر رہے ہیں۔ لیبارٹری اس طرح بھی تباہ ہو سکتی ہیں۔ ناممکن اگر اس طرح آسانی سے لیبارٹری تباہ ہو جیسا کریں تو پھر ان کے حفاظتی انتظامات پر اربوں روپے ضائع کرنے کا فائدہ۔ اور“

صدر مملکت نے انتہائی پریشانی کے عالم میں کہا۔ ظاہر ہے یہ سائنسی اصطلاحات تو ان کی سمجھ میں آ ہی نہ سکتیں تھیں۔

”سر یہ خالص سائنسی مسئلہ ہے۔ حفاظتی انتظامات تو مشینری یا عمارت کے تحفظ کے لئے ہوتے ہیں لیکن اگر مشینری کے اندر کوئی سائنسی خرابی ہو جائے تو پھر تو تباہی ہو جاتی ہے اور سر میں تفصیل بتانا ہوں سر۔ تاکہ میری بات کی پوری طرح وضاحت ہو سکے سر۔ ایٹمک مین پاور سپلائی لائن کی تھرڈ ٹاپ سٹراپ میں ایکو تھرڈ ہنڈرڈ پر کر دیا گیا ہو۔ اور ایٹمک سپلائی مسلسل اس سٹراپ سے جاری رہے تو

”ہاں اب یہ طریقہ تقریباً تمام لیبارٹریوں کی حفاظت کے لئے ائمہ  
کیا جا رہا ہے کہ سائنس دانوں میں سے ایسے افراد منتخب کئے جاتے ہیں  
جو اپنے جسم اور ذہنی رجحانات کے مطابق سکیورٹی کا کام کر سکیں اور پھر  
انہیں سکیورٹی کی خصوصی تربیت دی جاتی ہے۔ اس طرح وہ تربیت یافتہ  
انڈاز میں لیبارٹری کی حفاظت کر سکتے ہیں۔ اب دیکھو اگر فیملیاں برجر وغیرہ  
بنیادی طور پر سائنس دان نہ ہوتے تو اس قدر گہری سائنس کا انہیں  
ادراک ہی نہ ہوتا۔“ صدر مملکت نے سر ہٹاتے ہوئے جواب دیا۔  
”مگر سر اس طریقہ کار کا ایک نقصان بھی سامنے آ گیا ہے کہ سائنس  
چونکہ سائنس دان تھا اس نے سائنسی انڈاز میں گہری اور پیچیدہ سائنس  
کر ڈالی۔“ کرنل پلومر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ہاں واقعی اب یہ پہلو بھی سامنے آیا ہے۔ بہر حال۔“ صدر مملکت  
نے کہا اور پھر انہوں نے ایک اور غیر محسوس ایڈجسٹ کی اور اس کے  
بعد اس کا بٹن آؤن کر دیا۔ اور ٹالسٹیر سے ایک بار پھر ٹول ٹول کی  
آوازیں سنائی دینے لگیں۔

”ہیلو پریذیڈنٹ آف اسرائیل کانگ اور۔“ صدر مملکت  
نے باوقار ہلچے میں کہا۔

”یس راسکو انڈنگ سکیورٹی چیف آف ڈیزرٹ کمانڈوز۔  
اور۔“ دوسری طرف سے راسکو کی موڈ بانہ آواز سنائی دی۔

”راسکو۔ لیبارٹری کا چیف سکیورٹی آفیسر فیلڈ تھارے پاس  
ہے۔ اس سے بات کر آؤ۔ اور۔“ صدر مملکت نے ٹھکانہ  
بلیچے میں کہا۔

ایٹی ٹھری لائن پلس کا زیرو کاشن آف ہوتے ہی پوری لیبارٹری بجک  
سے اڑھالے گی اور یہ ایٹی ٹھری لائن پلس جناب ایک پھوٹا سا جیڈا کہ  
ہوتا ہے جس سے ایسی ریزنگ لگتی ہیں جو انٹیمک پاور کو بیکھنٹ ایک  
ہزار گنا بڑھا دیتی ہے اور اس پاور کو کنٹرول میں رکھنے کے لئے تین پاور  
سپلائی کی تھرڈ ٹاپ سٹر اپ میں ایکو کون ہینڈرڈ رکھا جاتا ہے۔ اور  
رائس نے جو انکشاف کیا ہے اس سے پتہ چلا ہے کہ سائنس بھی کی  
گئی ہے کہ وہ پاکستانی ایجنٹ رائس کی طرف سے مخصوص کاشن ملتے ہی اس  
آلے کا سپیشل کاش دیگا اور لیبارٹری خوفناک تباہی کی زد میں آجائے گی۔  
اس آلے کی زیادہ سے زیادہ رینج سو فٹ ہوتی ہے۔ اس سے زیادہ  
نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ پاکستانی ایجنٹ لیبارٹری کا محل وقوع تلاش  
کرنا پھر رہا ہے۔ لیکن اب انٹیمک سپلائی کاٹ دیتے جانے کے بعد  
لیبارٹری تباہی کی زد سے محفوظ ہو چکی ہے۔ اور جب سٹر اپ کی ایکو  
دوبارہ ون ہینڈرڈ پر آجائے گی تو سپلائی دوبارہ جوڑ کر کام شروع کر دیا  
جائے گا۔ جناب یہ قویوں سمجھیے کہ ہماری لیبارٹری عظیم تباہی کی زد سے  
بال بال بچ گئی ہے اور۔“ برجر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”ہول ٹھیک ہے میں فیلڈ سے بات کرتا ہوں اور انڈیا۔“  
صدر مملکت نے کہا برجر کی مکمل وفادار کے بعد ان کے چہرے پر دوبارہ  
قدے اطمینان کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔

”سر حیرت ہے کہ سیکورٹی افرو کو اس قدر وسیع سائنسی معلومات  
مہل ہیں۔“ سامنے بیٹھے ہوئے کرنل پلومر نے حیرت بھرے ہلچے  
میں کہا۔

”وہ ہیڈ کوارٹر کے بیرونی حصے میں گئے ہوتے ہیں بناب۔ میں انہیں بلانا ہوں سر۔ لیکن سر آپ کو تھوڑا انتظار کرنا ہوگا سر اور“ سر اسکو نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے اسے کہو کہ وہ مجھے خود کال کرے اور“ —  
صدر مملکت نے باؤنار بلجے میں کہا۔

”ایس سر اور“ — دوسری طرف سے اسکو نے مودبانہ بلجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور صدر مملکت نے اوور اینڈ آل کہہ کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”اس کا مطلب ہے کہ فوری طور پر لیبارٹری تباہی سے محفوظ ہو چکی ہے“ — کرنل پومر نے مسکراتے ہوئے کہا اور صدر مملکت نے بھی المینان بھر سے انداز میں سر ہلادیا۔

ہیلی کا پٹر پیچے انکر ریسی ہی رکھا۔ اس میں سے ایک بھاری لیکن پھر نیلے ہسم کے آری نے پیچے پیلانگ لگائی۔ دوسری طرف سے ایک اوجھڑا آدمی جن کے چہرے پر گہری بریشانی کے آثار نمایاں تھے، ہارستہ ہارستہ سینڈ کے ذریعے پیچے اترنے لگا۔

”چلو اندر“ — ہیلی کا پٹر سے پہلے اترنے والے آدمی نے بوٹے سے ٹھکانہ بلجے میں کہا۔

”یہ نم مجھے کہاں لے آئے ہو؟“ — بوٹے نے مجھے نیچے بلجے میں پوچھا۔

”میں کہہ رہا ہوں اندر چلو۔ ٹانس آگے ٹرک کے بار ہا ہے ٹرک“ — اس آدمی نے بوٹے کو بازو سے پکڑ کر بڑے بے دروانہ انداز میں آگے کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔

”رک بازو۔ تمہارا نام انتھنی ہے“ — اچانک کونے سے ایک

انتہونی کے حلق سے بیباک نکلیں نکلتے نکلتے اور اس کا پورا جسم کھینچتے  
شعلہ سا بن گیا۔ وہ چنچا ہوا بری طرح اچیل رہا تھا۔ اور اس کے اس  
طرح اچیلنے سے یوں ٹھوس ہو رہا تھا جیسے بڑا سا شعلہ نقص کر رہا ہو۔  
اور پھر موت کا یہ نفس بھی ختم ہو گیا اور ساتھ ہی انتہونی کی جنین بھی۔  
اور چند لمحوں بعد جب آگ کھینچتے تھے تو یہاں چند لمحوں پہلے انتہونی  
کا جیتا جاگتا جسم تھا وہاں راکھ کا جھوٹا سا ڈھیر پڑا نظر آ رہا تھا۔  
”ہولناک“ ڈاکٹر درانی سے توین آمیز سلوک کر رہا تھا اور وہ

بھی میرے سامنے“۔ نوجوان نے کسی طرح ٹھیکے بلجے میں کہا اور  
ڈاکٹر درانی جن کے چہرے پر اس وقت شدید ترین حیرت نظر آ  
رہی تھی۔ انہیں پچاڑ پھاڑ کر اس نوجوان کو دیکھ رہے تھے۔

”آئیے ڈاکٹر اچھے خوشی ہے کہ آپ زندہ سلامت ان یہودی بھیڑیاء  
کے چنگل سے نکل آئے ہیں“۔ نوجوان نے مڑ کر انتہالی نرم بلجے  
میں ڈاکٹر درانی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”آپ۔ آپ کون ہیں“۔ ڈاکٹر درانی نے حیرت بھرے  
بلجے میں کہا۔

”آپ آئیے تو سہی تعارف ہی ہو جائے گا۔ میرے خیال میں تو  
تعارف کی ضرورت نہیں ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ بیگم درانی سے  
اتنے دن علیحدہ رہنے کی وجہ سے اس کی ضرورت پڑ جائے“۔  
نوجوان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اسی لمحے ایک برآمدے نما حصے میں سے دو پاکستانی اور دو مالگاری  
نوجوان باہر نکل آئے اور ڈاکٹر درانی یہاں پاکستانیوں کو دیکھ کر حیرت

نوجوان نے براہمد ہوئے ہوئے انتہالی سخت بلجے میں بوڑھے کو دھکیلے ہوئے  
آدنی سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”ہاں میں انتہونی ہوں ہاں فیمل کہاں ہیں؟“۔ اس آدنی نے  
اسی طرح غوت بھرے بلجے میں جواب دیا۔

”تمہیں جرات کیسے ہوئی ہے، ڈاکٹر درانی سے ایسا سلوک کرنے  
کی۔ جانتے نہیں ہو کہ ڈاکٹر درانی پاکستیا کے کتنے مخنکھ مائنس دان ہیں“  
۔ اس نوجوان نے عزتے ہوئے کہا۔

”ہولناک مگر تم کون ہو؟“۔ اس بھاری آدنی نے کھوت بلجے  
میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ اور بوڑھے سے ڈاکٹر درانی کہا گیا تھا چونک  
کر اس نوجوان کو دیکھنے لگا۔

”پہلے میری بات کا جواب دو“۔ نوجوان نے ہونٹ پیچھے ہوتے  
کہا۔ اس کی آنکھوں میں غصے کے چلنے سے جل اٹھے تھے۔

”ارے تم ہو کون تجھ پر اس قدر رعب جمار ہے ہو۔ جانتے نہیں  
ہو میں اسسٹنٹ سیکورٹی آفیسر ہوں“۔ انتہونی نے اس بار ٹھیکے  
بلجے میں کہا لیکن دوسرے لمحے وہ بڑی طرح چنچا ہوا اچیل کر دو فٹ  
دور جاگرا۔ نوجوان کا بازو گوما تھا اور اس کا زوردار پختہ انتہونی کے چہرے  
پر پوری قوت سے پڑا تھا۔

”تم نے ڈاکٹر درانی سے توین آمیز سلوک کر کے اپنی موت مقدّر  
کر لی ہے۔ انتہونی“۔ نوجوان نے مجھ کے بھیڑیئے کی طرح عزالتے  
ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے ریز پشٹل نکالا۔  
اور زمین پر گر کر اسٹنے کی کوشش کرنے والے انتہونی پر ریز فائر کر دیا۔

بنس پڑے۔

”شریر تم باز نہیں آؤ گے اپنی حرکتوں سے۔ یہ تو خوشی کے اہل تھے“  
— ڈاکٹر درانی نے انہیں پوچھتے ہوئے مسکاکر کہا۔

”خوشی کے اہل سو یعنی آپ نے مجھے ہی بیگم — اوہ — سوری لائی۔

اوہ ویری سوری میری لائی اور آپ کی بیگم کچھ لیا تھا“ — عمران  
نے مسکراتے ہوئے کہا اور ڈاکٹر درانی اس بار واقعی اس طرح سڑنا  
گئے جیسے نئی دہلیں سڑتی ہیں اور عمران ان کی یہ حالت دیکھ کر  
بے اختیار قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

”تم واقعی شریر ہو“ — ڈاکٹر درانی نے جھینٹے ہوئے ہلچے میں  
کہا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ عمران ان کے گھر آنا جانا رہتا تھا اور  
اُسے معلوم تھا کہ بیگم درانی انتہائی محنت مزاج عیسیٰ اور ڈاکٹر درانی  
ان سے بے حد ڈرتے تھے۔

”ان سے بڑے میرے ساتھی ہیں۔ چوہان اور خاور۔ اور یہ میرے  
مقامی دوست ہیں عثمان جاویری اور ظہر“ — عمران نے مسکراتے  
ہوئے ڈاکٹر درانی سے اپنے ساتھیوں کا تعارف کراتے ہوئے کہا  
اور ڈاکٹر درانی نے بڑی گرم خوشی سے ان سب سے مصافحہ کیا۔ چند  
لحے پہلے انتہائی مصلح اور نڈھال نظر آنے والے ڈاکٹر درانی کا چہرہ  
اس وقت غرط مسرت سے کبھی قندھاری انداز کی طرح دیکھ لیا تھا۔  
”مگر تم یہاں کیسے آ گئے۔ مجھے تو کہا گیا تھا کہ ڈیزرٹ کمانڈوز کے  
مید کو آرڈر تجھے لے جایا جا رہا ہے“ — ڈاکٹر درانی نے چونکتے ہوئے  
ہلچے میں کہا۔

کی شدت سے بے اختیار ابل پڑے۔

”ہپ ہپ پاکیشانی اور بہال کیا مطلب“ — ڈاکٹر درانی کی حیرت  
لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی تھی اور وہ ان کے ہلچلے سے گردن کے پاس سے  
چپکی جھری اور دوسرے لٹے اس کے پیروں اور سر پر سے ایک جلتی  
سی اتنی جلی گئی۔

”ارے عمران — تم عمران — کیا واقعی تم عمران ہو“ —  
ڈاکٹر درانی جلتی اترتے ہی اتنے زور سے چیخے کہ پورا ماحول گونج اٹھا۔ ان  
کی آنکھیں حیرت کی شدت سے چٹ کر کاٹوں تک پٹی گئی تھیں اور  
پہرہ بے پناہ حیرت کی وجہ سے گھٹ سا گیا تھا۔

”شکر ہے شکر ہے۔“ — اپنی بیگم درانی کا رعب اتنی دور سے بھی کام  
کر رہا ہے۔ اس نے تعارف کی ضرورت نہیں رہی — عمران  
نے مسکراتے ہوئے کہا اور ڈاکٹر درانی بے اختیار آگے بڑھ کر عمران  
سے جھٹ گئے۔

”تم تم عمران — اوہ میرا بیٹا عمران — اوہ میں ان یہودیوں کے  
چنگل سے نکل آیا“ — ڈاکٹر درانی نے کانپتے ہوئے ہلچے میں کہنا  
شروع کر دیا۔ ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور جسم کانپ  
رہا تھا۔

”ارے ارے بے فکر رہیں انکل۔ اب ہجر و فراق کی گھڑیاں ختم  
ہو گئی ہیں۔ ویسے اپنی واقعی انتہائی خوش قسمت ہیں کہ آپ ان کی جدائی  
میں اس قدر رو رہے ہیں واہ“ — عمران نے اپنے آپ کو  
زبردستی علیحدہ کرتے ہوئے کہا اور ڈاکٹر درانی رو تے رو تے بے اختیار



کیا سودا سمایا ہوا ہے کہ بس دنیا میں صرف وہی زندہ رہیں اور کوئی زندہ نہ رہے۔“ — عمران نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

”عمران بیٹے میں تو جتنے دن وہاں رہا ہوں یہ سوچا سوچ کر پریشان ہوتا رہا کہ جب یہ ہتھیار تیار ہو جائے گا تو دنیا کی کیا حالت ہوگی۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ چاہے یہ لوگ میرا ایک ایک ریشہ کیوں نہ علیحدہ کر دیں اس خوفناک اور قاتل ہتھیار کی تیاری میں ہرگز تعاون نہ کروں گا۔“ ڈاکٹر درانی نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”آپ بے فکر رہیں انکل۔ اس سے پہلے بھی ان یورپوں کے ایسے ہی بے شمار منصوبے ختم ہو چکے ہیں۔ اس کا انجام بھی یہی ہو گا اور یہ یہودیوں کے مستقبل کا خاتمہ ہو گا۔“ — عمران نے ہونٹ چاٹتے ہوئے کہا۔

”کک کیسے اس لیبارٹری کے حفاظتی انتظامات ناقابل یقین حد تک سخت ہیں۔ وہاں داخلہ نامکن ہے۔“ ڈاکٹر درانی نے قدرے مایوس سے ایلچہ میں کہا۔

”انکل آپ بے فکر رہیں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔“ — عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور اسی لمحے دروازہ کھلا اور خاور اندہ داخل ہوا۔

”عمران صاحب۔ اچھی اسر ایل کے صدر کی کال آئی ہے۔ وہ فیلڈ کا پوچھ رہے تھے۔ میں نے انہیں کہہ دیا ہے کہ فیلڈ باہر گیا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ جیسے ہی وہ آئے اسے کہیں کہ مجھے کال کرے۔“

خاور نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

”یہ ڈیڈنٹ کمانڈر کا ہیڈ کوارٹر ہی ہے انکل آئیے اندر وہاں بیٹھ کر اطمینان سے باتیں ہوں گی۔“ — عمران نے کہا اور ڈاکٹر درانی سر ہلاتے ہوئے اندر کی طرف بڑھ گئے۔

”ارے یہ فیلڈ اوجہ یہ یہاں۔“ ڈاکٹر درانی نے اندر داخل ہوتے ہی ایک کرسی پر بے حس و حرکت پڑے ہوئے فیلڈ کی طرف دیکھتے ہوئے چونک کر کہا۔

”خاور میں ڈاکٹر درانی سے لیبارٹری کے بارے میں کچھ اہم گفتگو کروں۔ تم اس دوران ٹرانسمیٹر کا خیال رکھنا۔ اگر جہر کی کال آئے تو بے شک راسکو کے ایلچہ میں اس سے بات کر لینا۔ اور تجھے بتا دیتا۔“ عمران نے خاور سے غائب ہو کر کہا اور پھر ڈاکٹر درانی کو ساتھ لے کر وہ ایک اور چھوٹے کمرے میں آ گیا۔

”اب تفصیل سے بتائیے انکل کہ لیبارٹری میں کس فارمولے پر کام ہو رہا ہے جس کے لئے انہوں نے آپ کو اٹھا کیا۔“ — عمران نے ڈاکٹر درانی کے ایک کرسی پر بیٹھتے ہی دوسری کرسی بٹھلاتے ہوئے سنجیدہ ایلچہ میں پوچھا۔

”اوجہ عمران بیٹے یہ لوگ انتہائی خطرناک ہتھیار تیار کر رہے ہیں جسے انہوں نے ڈیٹھ آف فوچر کا نام دے رکھا ہے۔“ ڈاکٹر درانی نے کہا اور پھر انہوں نے اس ہتھیار کی تفصیل بتانی شروع کر دی۔ اور جیسے جیسے وہ تفصیل بتاتے جا رہے تھے عمران کی آنکھوں میں جرت کے تاثرات بڑھتے جا رہے تھے۔

”اوجہ اس قدر خوفناک ہتھیار۔“ — خاور نے ان یہودیوں کے سر میں

”ہاں، لیبارٹری اب محفوظ ہے۔ میں نے زیروشین کو کسکس دن کسکس زیروشین پر کسکس کر کے نیوکلیر سپلائی منقطع کر دی ہے اور اب ڈاکٹر ریگن اور پروفیسر ٹمارک سسٹاپ کو کھول رہے ہیں۔ میں پہلے ہی کال کرتا مگر اسی وقت صدر صاحب کی کال آگئی۔ وہ بے حد پریشان تھے۔ میں نے پوری وضاحت کی۔ تب ان کی پریشانی دور ہو گئی۔ پھر میں نے کچھ دیر اس لئے انتظار مناسب سمجھا کہ صدر صاحب آپ سے بات چیت کر لیں۔ اور“ — برجر نے جواب دیا۔

”کتنی دیر ہو گئی ہے زیروشین کو آپریٹ کے اور“ — ٹمران نے پوچھا۔

”پندرہ منٹ ہو گئے ہیں کیوں اور“ — برجر نے چونک کر پچھا۔  
”تم نے زیروشین آپریٹ کرنے سے پہلے ایٹمک میٹریل کا لیول تو ڈاؤن کر ہی دیا ہوگا اور“ — ٹمران نے پوچھا۔

”ایٹمک میٹریل کا لیول۔ اور مگر باس وہ تو آٹومیٹک ہیں۔ جیسے ہی سپلائی منقطع ہوتی اس کا لیول خود بخود ڈاؤن ہو جائے گا اور“ — اس بار برجر کے دلچسپی میں ہر بات کا غنصر نمایاں تھا۔

”یونائٹس نہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ یہ سائیکلو ٹرانزنگ نہیں ہے، بلکہ مکمل کلوٹنگ ہے۔ اس سے آٹومیٹک سسٹم بھی تو کھڑا ہو چکا ہو گا۔ ٹرانس فوراً جاؤ اور جا کر ان کا لیول چیک کرو۔ سٹو کلوٹنگ کی وجہ سے لیول میٹر آف ہو چکا ہوگا۔ اس لئے اس کا لیول چیک کرنے کے لئے سپیشل ڈی چارجر کو ان کے لیول چیک کرنا۔ فوراً جاؤ ورنہ ایسا نہ ہو کہ میٹریل اور ہیڈ ہو کر بالکل ہی بیکار نہ ہو جائیں اور“

”اوہ کس کا مطلب ہے کہ صدر نے پہلے لیبارٹری کال کیا ہوگا۔ اُسے پتہ چلا ہوگا کہ فیلڈ یہاں ہے۔ برجر کی کال نہیں آئی ابھی تک“ — ٹمران نے چونک کر کرسی سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔  
”اسرائیل کے صدر کی کال اور یہاں“ — ڈاکٹر دانی نے انتہائی حیرت بھرے دلچسپی میں کہا۔

”ہاں آتے یہ برجر والا معاملہ سیریس ہے۔ اس کی کال اب تک آجانی چلی ہے مگر“ — ٹمران نے کہا اور تیزی سے کمرے سے باہر نکل آیا۔ پھر جیسے ہی وہ اس کمرے میں داخل ہوا جس میں ٹرانسمیٹر موجود تھا۔ ٹرانسمیٹر سے کال آئی شروع ہو گئی اور ٹمران چونک کر آگے بڑھا اور اس نے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو ہیلو برجر کاننگ فزائم لیبارٹری اور“ — برجر کی آواز سنائی دی۔

”میں فیلڈ انڈنگ یو اور“ — ٹمران کے حلق سے فیلڈ کی آواز نکلی اور ڈاکٹر دانی اس طرح چونک کر ٹمران کی طرف دیکھنے لگے جیسے انہیں یقین نہ آ رہا ہو کہ یہ آواز ٹمران کے حلق سے ہی نکلی ہو ہے۔

”باس۔ صدر صاحب نے مجھے کال کیا تھا۔ اور“ — برجر نے کہا۔

”مجھے معلوم ہے میری ان سے بات ہو گئی ہے۔ تم اپنی رپورٹ دو مجھے اس کی زیادہ فکر ہے اور“ — ٹمران نے دلچسپی میں کہا۔

دروانی نہ سن لیں ان کا ذہن کام ہی نہیں کرتا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تم نے پھر وی بکواس شروع کر دی۔ میں تمہاری آنٹی سے ڈرتا نہیں ہوں۔“ ڈاکٹر دروانی نے قدرے غصیلے ہلچلے میں کہا۔

”میں نے کب کہا ہے کہ آپ ڈرتے ہیں وہ تو آئی میں ہی ایسی کہ ان کو دیکھتے ہی بس جسم خود بخود کانپنا شروع ہو جاتا ہے۔“ عمران نے کہا اور ڈاکٹر دروانی ایک بار پھر بری طرح جھینپ گئے۔

”اچھا ٹھہرو میں اب تمہاری آنٹی سے کہوں گا کہ جسے تم نے سر پر چڑھا رکھا ہے۔ وہ تمہارے متعلق ایسی باتیں کرتا ہے۔“ ڈاکٹر دروانی نے کہا۔

”میں تو آنٹی کا بیٹا ہوں اور بیٹوں کو مائیں کچھ نہیں کہا کرتیں۔ کتنا عجیب عنصر ہو بیٹے کو دیکھتے ہی مسکا دیتی ہیں اگر آپ بھی اودھ۔ اب۔ اودھ سوہی۔“ عمران نے بات کرتے کرتے بے لکھنت منہ پر اس طرح ہاتھ رکھ لیا جسے کوئی انتہائی غلط بات منہ سے نکلنے والی ہو اور ڈاکٹر دروانی بے اختیار منہ پڑے۔

”تم واقعی شریہ ہو۔ تم سے خدا بچائے۔ یہ تم ہی ہو جس کے سامنے وہ مسکراتی ہے ورنہ۔ بہر حال بتاؤ تم اس قدر خوش کیوں ہو رہے تھے۔ اور یہ اٹیک پہلانی کیا کیا چکر ہے۔“ ڈاکٹر دروانی نے بات کرتے کرتے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

”انکل۔ میڈیکل کی لیبارٹری میں ان کے ہتھیار ڈیوٹ آف فیچر اپنے بنائے تو اعلان سمیت مکمل طور پر تباہ ہو چکی ہے۔“ عمران نے

عمران نے حلق کے بل پیچھے ہوئے کہا۔

”ییس سر۔ ییس سر۔ میں بھی جانا ہوں سر۔ اور۔“ برجر نے گہرا تے ہوئے ہلچلے میں کہا۔

”ٹرانسمیٹر آف مت کرو اور واپس آکر تجھے رپورٹ دو۔ جاؤ۔ اور۔“ عمران نے پیچھے ہوئے کہا۔

”ییس سر۔“ برجر کی گہرا بولی آواز سنائی دی لیکن اس نے اور نہ کہا تھا۔ اور پھر ٹرانسمیٹر پر خاموشی چھا گئی۔ عمران نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کو دیکھنا شروع کر دیا۔ اس کا چہرہ پتھر کی طرح سخت ہو رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ایسے تاثرات تھے کہ اس کے ساتھی تو ایک طرف ڈاکٹر دروانی کو بھی کوئی بات کرنے کی ہمت نہ ہو رہی تھی۔ پھر تقریباً پانچ منٹ بعد لیکن ٹرانسمیٹر میں سے ایک خوفناک دھماکہ کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر پر جلنا ہوا بلب بجھ گیا۔

”وہ مارا۔“ ڈیوٹ آف فیچر کی منج لیبارٹری کے ڈیوٹ ہو گئی۔“ عمران نے اچھلتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر مسرت کا اظہار بہہ رہا تھا اور آنکھوں سے فاقا نہ چمک کی کرنیں سورج کی کرنوں سے بھی زیادہ چمکدار دکھائی دے رہی تھیں۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا تھا۔

”کیا مطلب کیا ہوا۔“ ڈاکٹر دروانی نے بے اختیار ہو کر پوچھا۔ ”آپ بھی تنگ نہیں سمجھتے۔ اس کا مطلب ہے کہ آنٹی کو یہاں بلانا ہی پڑے گا۔ سر داور کہتے ہیں کہ جب تک آنٹی کی رعب دار آواز انکل

ہو گئی تھیں۔

ایٹک بیٹریز اورور ہیڈ ہوں اور سپیشل ڈی چارج ان کر دیا جائے۔ اودہ اودہ۔ پھر تو ایٹک بیٹریز چھٹ جائیں گی۔ بالکل پھٹ جائیں گی۔ ڈاکٹر درانی نے یکھت ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

”بس آخری سوال اور آپ فرسٹ ڈوین پاس۔ جب اتنی بڑی لیبارٹری کی ایٹک بیٹریز یک وقت پھٹیں گی تو کیا ہوگا۔“

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اودہ اودہ حیرت انجینئر انتہائی حیرت انجینئر، پھر تو یقیناً لیبارٹری خس و خاشاک کی طرح اڑ جائے گی۔ تباہی مکمل تباہی۔ اودہ تم نے یہاں بیٹھے بیٹھے یہ سب کچھ کر لیا۔ اودہ اودہ۔“ ڈاکٹر درانی کی حالت دیکھنے والی تھی اور دوسرے لکھے وہ اٹھ کر عمران سے اس طرح چٹ گئے جیسے عمران کو بانڈول میں بھر کر اپنے جسم میں سمو لیں گے۔

”اے ارے انکل۔ اگر انٹی نے دیکھ لیا کہ ان کی بجائے۔ اودہ۔ اودہ۔“ عمران نے بھکاتے ہوئے کہا اور ڈاکٹر درانی اس طرح ایک جھٹکے سے علیمدہ ہوئے جیسے انہیں طاقتور کرنٹ لگ گیا ہو اور دوسرے لکھے عمران اور اس کے ساتھی بے اختیار قبضہ مار کر کنٹریں پڑے۔

”تم واقعی شریہ ہو۔ بے حد شریہ۔ ویسے تمہارا دماغ بچانے کن غلیات سے بنا ہے۔ میں سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ ایسے بھی ہو سکتا ہے۔“ ڈاکٹر درانی ہی کہتے ہیں کہ عمران جیسا دماغ دوبارہ اس

مسکراتے ہوئے کہا۔

”لیبارٹری تباہ ہو چکی ہے وہ کیسے۔ نہیں اب تم مذاق پر اترتے ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ اس کے خلاف انتظامات۔“

ڈاکٹر درانی نے یقین نہ آنے والے بلجے میں کہا۔

”اچھا آپ خود بتائیے اگر نیوکلیئر باور سپلائی کی کنٹرولر مشین جسے زیر مشین کہا جاتا ہے کو سکس ون زیر و سکس پرفیکس کر دیا جائے تو کیا ہوگا۔“

عمران نے اس طرح کہا جیسے استاد کسی بچے کا امتحان بنا چاہتا ہو۔

”ہونا کیا ہے سپلائی منقطع ہو جائے گی۔“ ڈاکٹر درانی نے منہ لٹے ہوئے جواب دیا۔

”لیکن ایٹک بیٹریز سے آنے والی مسلسل سپلائی کا کیا ہوگا کیونکہ سے کنٹرول کرنے والا آلہ تو سکس ون زیر و سکس پرفیکس نہیں ہوگا اور اس حالت میں پندرہ بیس منٹ بھی گزر جائیں۔“ عمران نے دوسرا سوال کر دیا۔

”ہوں اس سے یہ ہوگا کہ بیٹریز اورور ہیڈ ہو جائیں گی۔ اودہ۔“ ڈاکٹر درانی نے جواب دیا۔

”اور جب بیٹریز اورور ہیڈ ہوں اور سپیشل ڈی چارج ان کر دیا جائے تو کیا ہوگا۔“ عمران نے تیسرا سوال کر دیا۔

”ایٹک بیٹریز اورور ہیڈ ہوں اور سپیشل ڈی چارج ان کر دیا جائے گا کیا ہوگا۔“ ڈاکٹر درانی نے سمجھنے کے سے انداز میں رٹ بٹلاتے ہوئے کہا۔ ان کی ہنکھیں سکڑ گئی تھیں اور پیشانی پر سوچ کی کمی لکیریں نمایاں

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تم۔ تم۔ کون ہو۔ تم فیلڈ نہیں ہو سکتے۔ اور“ — صدر مملکت کی گئی گئی سی آواز سنائی دی۔

”فیلڈ بچہ اور تو سامنے کسی پرسلے حس و جرأت پڑا ہوا ہے۔ میں

تو پاکیشیا کا ایک شہری ہوں۔ میرا نام علی عمران ہے۔ اور“ —

عمران نے اس بار اصل ہالچے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”علی عمران۔ ع۔ ع۔ لی۔ لی۔ ع۔ م۔ ران۔“ — صدر کی

آواز نیکھت ڈوبتی ہی چلی گئی۔

”ہیلو ہیلو میں کرنل پلومر لول رہا ہوں۔ صدر صاحب یہ ہوش ہو گئے

ہیں فوراً ڈاکٹر بھیجئے۔“ اہلک ٹرانسمیٹر میں سے ایک اور چیخی ہوئی

آواز سنائی دی۔

”تم۔ تم۔ علی عمران۔ تم ڈیزنٹ کمانڈوز کے ہیڈ کوارٹر میں کیسے پہنچ

گئے۔ اور“ — دوسرے لمحے اسی کرنل پلومر کی چیخی ہوئی آواز سنائی

دی۔

”کرنل پلومر۔ اسرائیل کے صدر کا علاج ذرا اچھے سے ڈاکٹر سے

کرائیں۔ اس قدر کمزور اور اعصاب کے صدر ہیں کہ میرا نام سننے ہی سے تیر ہوش

ہو گئے ہیں۔ اور جب انہیں پتہ چلے گا کہ اگلیا لیا رٹری مع فارمولے

ڈیوٹ آف دیوچر تباہ ہو چکی ہے۔ اور پاکیشیا کے قابل فخر سائنس دان

اس وقت میرے پاس زندہ سلامت موجود ہیں۔ اور ہمیں واپس لے

جانے کے لئے پہلی کا پٹر تیار کھڑا ہے تو میرا تو ان کی ڈیوٹی ہو سکتی ہے۔

انہیں بتا دینا کہ جس علی عمران کو روکنے کے لئے انہوں نے مصر بھی

دنیا میں پیدا نہیں ہو سکتا۔“ ڈاکٹر درانی نے مسکراتے ہوئے اور قد سے

بچھٹتے ہوئے ہالچے میں کہا اور عمران ہنس پڑا۔ چوہان اور فاوڑ کے ساتھ

ساتھ عثمان حامیری اور طلحہ کے چہرے بھی یہ سنی کر مسرت سے جگمگاٹے

تھے کہ یہودیوں کی وہ خوفناک لیبڈ رٹی تباہ ہو چکی ہے۔

”میں ذرا اسرائیل کے صدر کو کال کر لوں وہ بچارے انتقام میں

بیٹھے ہوں گے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس

نے ٹرانسمیٹر پر فریو کھنسی اید جسٹ کرنی مشورہ کر دی اور فریو کھنسی اید جسٹ

کے اس نے ٹرانسمیٹر ان کر دیا۔ دوسرے لمحے ٹرانسمیٹر سے ٹوں ٹوں

آوازیں نکلنے لگیں۔

”ہیلو ہیلو فیلڈ کا لنک پر بیڈنٹ آف اسرائیل اور“ —

عمران نے فیلڈ کے ہالچے میں کہا۔

”یس پر بیڈنٹ انڈنگ اور“ — چند لمحوں بعد دوسری

رف سے صدر کی آواز ابھری۔

”سر مبارک ہو۔ ڈیوٹ آف فوجی ڈیوٹ ہو گئی ہے۔ البتہ اس

لئے کہن دفن کا انتظام آپ خود کر لیجئے۔ اور“ — عمران نے مسکراتے

ہوئے کہا۔

”کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ یہ کس ہالچے میں بات کر رہے ہو۔ کیا

م ہوش میں ہو اور“ — صدر مملکت نے خفے سے پچھنے

ہوئے کہا۔

”ابستہ ہوئے صدر صاحب۔ آپ ایک ملک کے صدر ہیں۔ آپ

اس طرح باناری انداز میں چیخ مچ کر نہیں بولنا چاہیئے۔ اور“ —

عمران سے سیریز میں سے ایک دلچسپ اور یادگار ناول

# سلور ہینڈز

مصنف: منظر کلیم ایم اے

• سلور ہینڈز — ایک ایسی تخلیق جس نے عمران کے ملک میں ایک مخصوص کاروبار پر مکمل اجارہ داری حاصل کرنی چاہی۔ وہ کیا کاروبار تھا۔ ؟  
• مادام لوسیا — سلور ہینڈز کی ایسی ایجنٹ جس نے عمران اور اس کے ساتھیوں کو حقیقت میں گھٹی کا نایاب چھتے پر مجبور کر دیا۔  
• مادام لوسیا — جو نہ صرف مارشل آرٹ کی بینشال ماہر تھی۔ بلکہ وہ گولیوں سے جسم چھلنی کرنے کی بھی بے حد شوقین تھی اور پھر جو بھی مادام لوسیا کے سامنے آیا۔ اس کے جسم گولیوں سے چھلنی ہو گیا۔  
• مادام لوسیا — جس نے سیکرٹ سروس کی موجودگی میں بیشمار افراد کو گولیوں سے بھون ڈالا۔ مگر سیکرٹ سروس کے ممبران خاموش تماشائی بنے رہ گئے۔ کیوں — ؟

• جولیا اور سیکرٹ سروس کے تمام ممبران ایکٹو کے انکار کے باوجود ایک ہوٹل میں فیشن شو دیکھنے پر اہم ہوتے ہوئے اور پھر ایکٹو کے واضح انکار کے باوجود وہ فیشن شو دیکھتے رہے۔ کیا سیکرٹ سروس نے ایکٹو سے بغاوت کر دی تھی؟  
• سنسنی خیز اور انتہائی دلچسپ کہانی۔ سپنس اور ایکشن سے بھرپور۔

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان

ڈیزینٹ مکمل ٹوک کا حال پھیلایا تھا۔ ان ڈیزینٹ کمانڈوز کی لاشیں بھی انہیں اب صحرا میں نہ ملیں گی۔ پاکیشیا کا سائنس دان اس قدر ترنوا کر نہیں ہوتا جس قدر کہلارے صدر نے سمجھ رکھا تھا اور انہیں یہ بھی بتا دینا کہ مسلمانوں کا مستقبل تباہ کرنے کا سوچنے والوں کا اپنا مستقبل تباہ ہو چکا ہے۔ بانی مانی اور رائیڈ آل — عمران نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”یہ اکسائیل کا صدر تم سے اس قدر دہشت زدہ کیوں تھا“  
ڈاکٹر درانی نے حیرت بھرے ہلچے میں پوچھا۔  
”کیونکہ میں انہی بیگم درانی کا بیٹا ہوں۔ اب تو آپ بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں کہ مجھ سے کیوں بڑے بڑے لوگ دہشت زدہ رہتے ہیں۔“  
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور کمرہ بے اختیار ہتھکڑوں سے گونج اٹھا۔

ختم شد

عمرات سیو نریندیت انتہائی دلچسپ اور منفرد ایڈ ونچر کہانی

# ایڈ ونچر مشن

مصنف: منظر کلمہ ایم اے

• تربت کے انتہائی دشوار گزار پہاڑی جنگلوں میں عمران اور پاکیشہ سیکرٹ سروس کا ایڈیشن جہاں ہر طرف تاریکی اور خوفناک سناٹے کے جنم کے ہوتے تھے۔  
• ماسیلا۔ جنگل کوئن۔ ایک نیا حیرت انگیز اور انتہائی دلچسپ کردار۔  
• عمران اور سیکرٹ سروس کے ارکان بدھ جکشوؤں کے رُپ میں جب برہمن کے جنگلوں میں داخل ہوئے تو۔۔۔۔۔ انتہائی دلچسپ اور حیرت انگیز پوئٹری۔  
• جولیا کو خوفناک جنگل میں جوڑا دیا گیا اور سیکرٹ سروس کے ارکان بے پناہ سرکھنے کے بعد جولیا کو خوش کر کے۔۔۔۔۔ جولیا کا کیا حشر ہوا۔۔۔۔۔  
• ماسیلا۔ عمران اور سیکرٹ سروس کے ارکان اور خوفناک یوگیوں اور بدھ جکشوؤں کے درمیان ہونے والی ایک مہی جنگ جس کا ہر لمحہ موت پر ختم ہوتا تھا۔  
• جوزف۔ جنگلوں کا بادشاہ۔ ایک نئے اور انوکھے رُپ میں۔۔۔۔۔  
• ایک ایڈیشن جس کے کل ہونے ہی عمران نے سیکرٹ سروس کی خدمت کر دی اور خوفناک جنگلوں میں عمران اور جولیا دشمنوں کا ایک دوسرے کے مقابلے پر ڈٹ گئے۔  
• وہ کس کیا تھا؟ دلچسپ حیرت انگیز، تیز رفتار ایکشن اور سنسنی خیز سببیں۔

یوسف برادرز پاک گیٹ طمان



مظہر علی

یکے از مطبوعات

یوسف پبلشرز، بک سیلرز  
برادرز  
پاک گیٹ ○ ملتان